# سوانح دلپذیر

مرتبہ ڈاکٹر منظور احمد خلف مصنف

مولوی حاجی محمد دلپذیر صاحب عباسی بھیروی



منوہر پریس سرگودھا میں باہتمام لالہ منوہر لعل
دوآ پرنٹر چھپا اور
مولوی محمد دلپذیر نے بھیرہ (شاہپور) سے شائع کیا



قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ

آل و ازواج آپ کے ... [illegible] دین
اہل بیت و انبیاء و اولیاء [illegible]
اور سب امجاد مجید و اہل ایماں اہل دین
سب پہ ہو رحمت خدا کی اور صلحائے آفریں
[illegible]
سب کا موجب ہیں [illegible]

دلپذیر بھیروی



# مختصر سوانح حیات

## دلپذیر کی کہانی ✿ دلپذیر کی زبانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

**خاندان:** اس عاجز کا جدی وطن مدینہ طیبہ ملک عرب ہے۔ اور مورث اعلیٰ حضرت عباس علمدار ابن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میرے دادا بزرگوار جن کا اسم مبارک بلال تھا اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اور بچپن میں ہی والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اور آپ کو عین جوانی میں گردشِ زمانہ کی وجہ سے اپنا وطن مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا۔ اور پھرتے پھراتے **ایران** پہنچکر کچھ عرصہ وہیں مقیم رہے۔ آپ اچھے جسیم قدآور اور طاقتور باہمت جوان تھے۔ ایرانی لوگوں نے آپ کی بلند قامتی اور بلند ہمتی دیکھکر **بلال** سے **بلند** یا سربلند نام سے بلانا شروع کر دیا۔ ہوتے ہوتے آپ کا یہی نام مشہور ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایران سے بھی دل برداشتہ ہو کر چل نکلے۔ اور ملک بہ ملک

شہر بہ شہر سیر و سیاحت کرتے ہوئے آخر **پنجاب** اور پنجاب
کے بھی گاؤں اور شہر دیکھتے **بھیرہ** ضلع شاہ پور میں پہنچ گئے۔ آپ
کو شکار کا بھی شوق تھا۔ اور اچھے خاصے تیر انداز تھے۔ دن کو
شکار کرتے اور رات کو کسی گاؤں میں شب باش ہو جاتے۔ سوال
کی عادت تو قطعاً نہ تھی۔ کیونکہ اُس وقت تک اہلِ عرب میں سوال
کرنا اچھا نہ سمجھا جاتا تھا۔ اگر خود بخود کوئی کچھ خدمت کر دیتا۔ تو
اسی پر گذارہ کر لیتے یا صرف شکار پر۔

ایک دن کہ آپ شکار کرتے پھرتے تھے۔ آپ کو جنگل میں ایک
بزرگ سے ملاقات ہوئی کہ وہ بھی وہیں شکار کرتے اتفاقاً آ نکلے۔
وہ **پیر شہابل شاہ** صاحبؒ بھیروی تھے۔ جن کا اصلی نام
**شہاب الدین**ؒ تھا۔ اور پیرزادہ ہونے کی وجہ سے شہابل شاہ
کے نام سے مشہور تھے۔ یہ بزرگ خاندانِ غوثیہ سے ایک صاحب
یمُن و شرف پیر تھے۔ اُن کو جدم بزرگوار کی تیر اندازی بہت
پسند آئی۔ اور اُن کو اپنے مکان پر لے آئے اور اپنے پاس ہی رہنے
کے لئے مجبور کیا۔ اور آپس میں دونو کا برادرانہ تعلق پیدا ہو
گیا۔ یہاں تک کہ پیر صاحب موصُوف نے ایک قریشی خاندان
میں اُن کی شادی بھی کرا دی۔ اور آپ ہی خرچ اخراجات کے
کفیل رہے۔ جدم بزرگوار کے ہاں ایک بچہ ہُوا۔ جس کا نام
پیر صاحب موصُوف نے **کرم شاہ** رکھدیا۔ اور بعد میں آپ
کرم الدین اور آخر کرم الٰہی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور یہی
کمترین کے والد ماجد تھے۔



**ابوصاحب**۔ جس وقت والد صاحب موصوف کی ولادت باسعادت
ہوئی۔ وہ زمانہ سکھوں کے عین عروج کا زمانہ تھا۔ جب آپ اپنی عُمر کی
سات منزلیں طے کر چکے تو آپ کی طبیعت علم دین سیکھنے کی طرف
مائل ہوئی۔ اُس وقت بھیرہ محلہ پراچگان میں ایک بزرگ مولوی
**محمد اشرف** صاحبؒ کا مسجد ڈوڈہ والی میں (جو اب بھی اسی نام
سے مشہور اور موجود ہے) درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ صاحب
پراچہ خاندان میں سے نہایت متقی عالم باعمل صاحبِ کرامت بزرگ
تھے۔ شہر کے دُور دُور محلوں سے اکثر بڑے اور بچے علم دین
سیکھنے کے دلدادہ ان کے پاس جا کر علم دین سیکھتے اور پڑھتے
تھے۔ **پیر صاحب** موصوف کے پڑوس میں سے ایک لڑکا
پیر بخش نامی بھی اسی مسجد میں پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔
ایک دن والد صاحب مکرم بھی اسی لڑکے پیر بخش کے ساتھ
پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ والد صاحب اپنے والدین کے اکلوتے
بیٹے تھے۔ اسی سبب سے اُن کے ہاتوں میں کنگن اور کانوں میں
مرکیاں ڈالی ہوئی تھیں۔ اور اس زمانہ کے پیر صاحبان کی رسم
کے مطابق سر پر ایک بالوں کی لٹ بھی رکھی ہوئی تھی۔ مولینا
**محمد اشرف** صاحب موصوف نے جب والدم بزرگوار کو اس حالت
میں دیکھا تو سخت ناپسند کیا۔ اور پیر بخش کو ناراض ہوئے۔ کہ ایسے
لڑکے کو کیوں ساتھ لایا ہے۔ والد صاحب اُن کو غصے میں دیکھکر
گھر بھاگ آئے۔ جب شام کو پیر بخش گھر واپس آیا۔ تو والدم
مکرم نے اُسے ملکر ناراضگی کی وجہ پُوچھی۔ تو پیر بخش نے

کہا۔ کہ چونکہ بچوں کے لئے زیورات اور لٹ شرعاً ناروا ہے۔ اس
لئے تمہیں دیکھکر وہ مجھے ناراض ہوئے تھے۔ بلکہ اُن کو تو
میرے نام پیر بخش سے بھی نفرت ہے اور انہوں نے کبھی اس
نام سے مجھے نہیں بُلایا۔ والد صاحب یہ سُن کر اپنے والدین سے
تقاضا کرنے لگے۔ کہ میرے یہ کنگن وغیرہ اُتار دو مگر وہ نہ مانے
کہ یہ پیروں کی رکھ ہے۔ والد صاحب نے اسی کشمکش میں کھانا کھانا
چھوڑ دیا۔ آخر جدم بزرگوار نے پیر صاحب سے اجازت چاہی۔ کہ بچّہ
تو بھوک سے مر جائیگا۔ اجازت دیجئے کہ یہ لٹ اور کنگن وغیرہ
اتار دیئے جاویں۔ آخر سب کچھ اتار دیا گیا۔ پھر والد صاحب اُسی
لڑکے پیر بخش کے ساتھ جب دوسرے دن مولویصاحب موصُوف
کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ تو مولوی صاحب دیکھکر بہت خوش
ہوئے اور اپنے پاس بُلاکر پیار کیا اور چھاتی سے لگا لیا اور
بڑی محبت سے اُسی وقت بسم اللہ کرا دی۔ حتیٰ کہ ایک سال
کے اندر اندر قرآن کریم ختم کرا دیا۔ اور بعد میں درسی کتابیں
شروع کرا دیں۔ چونکہ وہ مسجد محلہ **پیر سُبحان شاہ** سے
بہت دُور تھی۔ اس لئے پیر شہابل شاہ صاحب اکثر کہا کرتے
تھے۔ کہ اتنی دُور نہ جایا کرو۔ اب قرآن کریم تو پڑھ ہی لیا
ہے۔ یہی کافی ہے۔ والد صاحب پاس ادب کی وجہ سے وہاں
کو تو جانے سے رُک گئے۔ مگر شوقِ علم غالب تھا۔ جب راتکو
والدین سو جاتے تو چپکے سے اُٹھ کر چلے جاتے۔ اُدھر مولوی
صاحب موصُوف بھی آپ کی انتظار کیا کرتے۔ اور آتے ہی



اُن کو سبق دے کر فارغ کر دیتے اور واپس آکر چپکے سے سو
رہتے۔ ایک رات واپس آتے ہوئے راستے میں کچھ اشارہ دیکھا۔
تو دوسری رات اُستاد صاحب سے جاکر ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا
کہ آئندہ تم نہ آیا کرو۔ ہم خود تمکو وہیں سبق دے آیا کریں گے
چنانچہ پیر **سُبحان شاہ** صاحبؒ کے محلہ کی مسجد میں آپ نے
رات کو آکر پڑھانا شروع کر دیا اور وہیں پُورا سال والد صاحب
پڑھتے رہے۔ اور اچھی خاصی علمی لیاقت پیدا کر لی۔ جس سے پیر
**شہابل شاہ** صاحبؒ بھی بہت خوش ہوگئے۔ اور پھر ان کو
مولوی صاحب کے پاس آنے جانے کی کوئی دقت نہ رہی یہاں
تک کہ آپ علم سے پُورے بہرہ ور ہوکر فارغ ہوگئے۔

## کچھ خانگی حالات

انہیں دنوں میں سکھوں پر زوال آیا۔ اور
اُن کی حکومت جاتی رہی۔ انگریزی تسلط
قائم ہوگیا۔ بے روزگاروں اور بے ٹھکانوں کے لئے گورنمنٹ انگریزی
کی طرف سے مُنادی کرائی گئی۔ کہ جس کسی کو روزگار یا مکان
کی ضرورت ہو۔ درخواست دے۔ سرکار کی طرف سے مکان کے
لئے زمین مُفت مِل جائے گی۔ اور حسب استعداد روزگار بھی
مِل جائیگا۔ جدم بزرگوار نے پیر صاحب موصُوف سے مشورہ لیا
تو پیر صاحب نے ملازمت کے لئے تو منع کر دیا اور زمین کی
درخواست کے لئے اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ کی درخواست
پر کوہلیانوالہ محلہ میں میدان جیت مل کوہلی کے قریب ایک
پُرانے جوہڑ کے کنارے کچھ زمین خالی پڑی تھی۔ اُس میں دو

کنال زمین کا ٹکڑا آپ کو مل گیا۔ جسے آپ نے کانٹوں وغیرہ کی
باڑ دے کر احاطہ کر لیا۔ اور اس میں ایک کوٹھڑی اور کچھ
بوٹے بوٹیاں لگا کر ڈیرہ بنا لیا۔ چونکہ اُس وقت سلائی وغیرہ کی
مشینوں کا تو نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور نہ کوئی ایسا روزگار عام
تھا۔ اس لئے بلا امتیاز ہر قوم کا آدمی کپڑا بُننے کا کام کر لیا
کرتا تھا۔ اور اسی پیشہ کا عام رواج تھا۔ مگر اُس زمانہ کے دستور کے
مُطابق زمین دوز کھڈیاں ہوتی تھیں۔ جن کے لئے اچھی خاصی لمبے
رُخ کی زمین کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور اکثر بہت لوگ مل کر
ایک جگہ کھڈیاں بنا کر کام کرنا پسند کرتے تھے۔ لہٰذا جب
لوگوں نے اس کام کے لئے ہمارے اس احاطہ کو موزوں
دیکھا۔ تو اکثروں نے جدم بزرگوار سے اجازت لے کر وہاں
کھڈیاں بنالیں اور وہ احاطہ بافندوں کا احاطہ مشہور ہوگیا اور اسمیں
ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنالی گئی۔ جس کے افتتاح کیلئے والد صاحب
مکرم کی درخواست پر مولوی محمد اشرف صاحبؒ نے جمعہ کی پہلی نماز
پڑھانا منظور فرما لیا۔ بلند آواز سے جب پہلی دفعہ اذان دی گئی
تو محلہ کے کوہلی ہندوؤں کیلئے ایک عجوبہ تھا۔ وہ سب چونک اُٹھے
اور خوب شور و غل کیا۔ سکھوں کے زمانہ کی بندشیں ابھی اُن کی
آنکھوں میں منڈلا رہی تھیں۔ سب نے مل ملا کر مقدمہ دائر کر دیا
کہ یہ مسجد والی زمین ہماری ملکیت ہے۔ جس کو سرکار نے تقسیم کر دیا
ہے۔ اس لئے اِس مسجد کو گرا دیا جاوے۔ حقیقت بھی یہی تھی
کہ وہ زمین ہندوؤں کی تھی۔ اور اس لحاظ سے ان کی مرضی



کے بغیر وہاں مسجد کا بنانا شرعاً ناجائز تھا۔ مگر چونکہ یہ معاملہ ایک
مذہبی معاملہ تھا۔ اس لئے مجسٹریٹ نے یہ مقدمہ شریعت کے سپرد
کر دیا۔ اور ہندو بھی چونکہ شریعت کا مسئلہ پہلے سے معلوم کر چکے
تھے۔ اس لئے اُنہوں نے بھی شریعت کا فیصلہ منظور کر لیا۔ اور
یہ مقدمہ والد صاحب کے اُستاد مکرم مولوی **محمد اشرف** صاحب
کے سپرد کیا گیا۔ تو آپ نے ہندوؤں کی ملکیت وہ زمین معلوم کر کے
شریعت کی منشا کے مطابق فیصلہ دے دیا۔ کہ یہ مسجد ناجائز ہے
اس کو گرا دیا جاوے۔ والد صاحب نے بڑے رنج کے ساتھ آنسو
بہاتے ہوئے شریعت کے فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنے
ہاتھوں سے اس مسجد کو گرا دیا۔

اس فیصلہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جناب پیر شہابل شاہ صاحب
اور جدم بزرگوار رحمۃ اللہ علیہم دونوں ایک ہی ماہ میں یکے بعد دیگرے
اس جہان فانی سے رُخصت ہو گئے۔ اور والدم بزرگوار اس اپنے
احاطہ میں دو تین کمرے بنوا کر رہنے لگے۔ باقی حصہ احاطہ کا
خالی پڑا رہا۔ اور ان جولاہوں کی دوکانیں وہاں سے بالکل
اٹھوا دی گئیں۔ اور والد بزرگوار چونکہ تحصیل علم سے فارغ ہو
چکے ہوئے تھے۔ اور اچھے خوش بیان واعظ تھے۔ باہر دُور دُور
علاقوں میں دورہ کرنے نکل جاتے۔ قصور۔ کلانور۔ بٹالہ وغیرہ۔
ان کا اچھا اثر تھا۔ اور تقریباً بارہ سال کا لمبا عرصہ لنگر مخدوم
ضلع جھنگ اور چک میانہ ضلع شاہ پور میں درس تدریس
کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس علاقہ کے تمام مخدوم و سید صاحبان

و دیگر اقوام کے لوگ آپ کے شاگرد تھے۔ علاقہ پنجاب کا تو اکثر حصہ آپ کا شاگرد اور مُرید ہو چکا تھا۔ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کی وجہ سے چونکہ آپ گھر میں بہت تھوڑا قیام رکھتے تھے۔ اس لئے ہمارے احاطہ میں جو خالی زمین پڑی تھی۔ اس پر پڑوس کے ہندوؤں نے آہستہ آہستہ قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اور وہاں چند دوکانیں بنا لیں۔ والد صاحب جب کبھی سفر سے واپس آتے۔ تو دوکاندار کہہ دیتے۔ کہ جی تساڈی مہربانی تساڈی چھایا ہیٹھ بیٹھے ہاں۔ آپ متوکّل اور درویش مزاج تھے فرما دیتے اچھا بیٹھے رہو۔ اسی طرح وہی ہندو قابض ہوتے ہوتے آخر پکّے قابض ہو گئے۔ حتیٰ کہ جس وقت والد صاحب کا انتقال ہُوا تو صرف دس مرلے زمین باقی رہ گئی ہوئی تھی۔ جسمیں اب اس فقیر کی جھونپڑی ہے ؞

## والد صاحب کی اولاد

والد صاحب نے تین شادیاں کیں۔ پہلی شادی جو پیر صاحب نے کروائی۔ اس سے تو صرف ایک لڑکی ہوئی وہ بھی بچپنے میں ہی فوت ہو گئی۔ دوسری شادی آپ نے خود کی۔ اس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ ایک لڑکا مولوی غلام نبی تو اچھا خاصہ عالم ہو کر امرتسر میں بہت عرصہ مُعلّم رہا۔ دوسرا قاضی غلام رسول صرف ملّاں ہی رہا۔ یہ بھی امرتسر میں اپنے بھائی کے پاس معہ والدہ رہا کرتا تھا۔ والد صاحب کی وفات پر تقسیم وراثت کے لئے گھر آئے۔ اور دونوں یکے بعد دیگرے لاولد فوت ہو گئے۔ کہ ان دونوں نے شادی نہیں کی تھی۔ اُن کی والدہ اُن کی زندگی میں ہی بعمر... فوت ہوئی۔ باقی دو لڑکیوں میں سے ایک تو



شادی شدہ حج پر گئی اور اسی سفر میں لاولد فوت ہو گئی۔ دوسری بیوہ فوت ہوئی۔ اسکی اولاد ہوئی۔ مگر اُس میں سے اب ایک ہی اس کا پوتا موجود ہے ؞

### میری والدہ[۱]

تیسری شادی جو والد صاحب کی آخری شادی تھی۔ اُس سے صرف یہی عاجز ایک آخری نشانی والد صاحب کی موجود ہے۔ چونکہ والد صاحب کی آخری عمر میں میرا تولد ہُوا۔ اور میری عمر قریباً چوبیس ۲۴ سال کی تھی کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ نہ مجھے زیادہ عرصہ آپ کی صحبت کا شرف میسر ہُوا۔ اور نہ ہمارے خاندان میں سے کوئی بزرگ اس سرزمین پنجاب پر تھا۔ کہ جس سے مفصل اور مکمّل حالات خاندانی مل سکتے۔ اور نہ عُمر ہی ایسی دُور اندیشی سوچنے والی تھی۔ کہ والد صاحب سے خود حالات کریدتا رہتا۔ اس جوانی کی عمر میں کسے خیال آتا ہے۔ کہ ایک دن والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جانے والا ہے۔ اس لئے میں اپنی خاندانی تاریخ سے صرف اسی قدر بہم پہنچا سکا۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہے ؞

## تصانیف حضرت ابو الیصاحب

حضرت ابو الیصاحب مرحوم صاحب تصنیف بھی تھے۔ لیکن انکا خیال تھا کہ طبع کروانے سے اکثر کتابت کی غلطیاں کتابوں میں رہ جاتی ہیں۔ اس خیال سے آپ نے اپنی زندگی میں کوئی اپنی کتاب طبع نہ کروائی۔ ہمیشہ ایک کاتب خوش قلم اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ جس سے لکھوا لکھوا کر قلمی کتابیں ہی خواہشمند احباب کو دے دیا کرتے۔ صرف ایک چھوٹی سی ۳۲ صفحہ کی

حاشیہ [۱] میری والدہ صاحبہ مکرمہ مرحومہ کے خاندان میں ایک فقیر ولی اللہ گامے شاہ صاحب بہت مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ جن کی مزار لالو والے دروازہ کے قریب اب تک موجود اور یادگار باقی ہے۔ اور زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔ قدر دور سے لوگ انکی آتے اور زیارت کرتے ہیں۔

کتاب مسمّیٰ بہ سراج الحنفین منظوم پنجابی آپ کے ایک دوست میاں محمد بخش صاحب خواجہ سیٹھی بھیروی (جوکہ سیٹھ عبدالرشید صاحب مرحوم کے والد اور سیٹھ محمد صدیق صاحب میونسپل کمشنر کے دادا تھے) نے طبع کروائی۔ اور ایک کتاب آپ کی تصنیف جس کا نام آپ نے زینت المومنین رکھا تھا۔ لیکن بعد میں فتاوٰی کرم الٰہی کے نام سے مشہور ہوگئی۔ وہ بھی آپ کے بعد اس عاجز نے طبع کروائی۔ جس کے اب تک دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ یہ علم فقہ حنفیہ کا ایک مکمل فتاوٰے چار سو صفحہ کا ہے۔ چونکہ حواشی اس کے سب کے سب عاجز نے لکھے تھے۔ اس لئے اس کا دوسرا نام انوارِ دلپذیر بھی مشہور ہے۔ ایک درو واراداجی فارسی نظم اور کچھ خطبات جمعہ عربی آپ کی تصانیف میں سے عاجز نے اپنی کتابوں میں درج کر کے طبع کروا دیئے ہوئے ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی کئی رسالے تھے۔ جو نہیں مل سکے۔

**وفات حضرت ابو صاحبؒ۔** عمر کا آخری حصّہ قریباً چالیس سال آپ نے گھر میں ہی گزارا۔ اور تاحین حیات ایک بھاری درس قرآن کریم اور حدیث و فقہ کا جاری رکھا۔ شہر اور باہر کے سینکڑوں طالب علم آپ کے درسوں میں شامل رہے۔ آپ کا فتوٰے دُور دُور تک مقبول و منظور تھا۔ اور آپ کے تقوے کے لوگ قائل تھے۔ اور اپنے اُستاد مکرم حضرت مولوی محمد اشرفؒ صاحب کے جانشین مانے جاتے تھے۔ آپ کی عمر ایک سو سال کے قریب ہو چکی تھی۔ جب بعارضہ پتھری مثانہ ۱۳۱۰ھ میں دار الفناء سے دار البقاء کو رحلت فرما گئے۔ آپ کے بعد اُنیسویں دن عاجز کی والدہ محترمہ بھی ہمیشہ کے لئے عاجز سے جدا ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔



## تاریخ وفات حضرت ابو صاحبؒ

(از قلم حضرت استادی المکرم مولینا محمد حسین صاحبؒ احمد آبادی)

جنابِ مولوی کرمِ الٰہی؛ — کہ عالم بُود حیراں از کمالش
بعلمِ فقہ او ثانی نمیداشت — بزہد و ورع کم دیدم مثالش
محقق عالمِ جید زمانہ — مُبارک بود دیدار و جمالش
ازیں عالم شد پدرود افسوس — دریغا حسرتا از ارتحالش

غریقِ بحرِ لُطفِ حق شدہ زاں
غریق آمد بسالِ انتقالش
۱۳۱۰ھ

---

**تعلیم و تربیت دلپذیر۔** ۱۲۸۶ھ ہجری تھا۔ جب یہ عاجز اس جہانِ فانی سے روشناس ہوا۔ اور نام ابتدائی والدین نے **محمد امین** رکھا ابھی کچھ ہی ہوش سنبھالی ہو گی۔ کہ خود حضرت والدم بزرگوار نے بسم اللہ کروائی۔ اور ابھی پُورے سات سال کا بھی نہ ہُوا تھا۔ کہ قرآن کریم ختم کروا دیا۔ اور میں حافظِ قرآن ہو چکا تھا۔ اور نوافل میں آپ نے سارا قرآن شریف سُن بھی لیا۔ ایک حافظ صاحب جو نابینا اور قاری تھے۔ اُنہوں نے والد صاحب سے کہا۔ کہ اگر آپ یہ لڑکا مجھے دے دیں۔ تو میں اسے قاری بنا دوں۔ مگر والد صاحب نے انکار کر دیا۔ کہ دو لڑکے تو مجھے پہلے چھوڑ کر چلے گئے۔ اب یہ تیسرا لڑکا آخر عمر میں اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے اسے بھی اپنے سے خود جدا کر دوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ

اس کے لئے دُعا ہی کر دیں۔ میں اسے اپنے پاس ہی رکھ کر خود پڑھاؤنگا
حافظ صاحب کو یہ بُرا معلوم ہوا اور انہوں نے خدا جانے کس
نیت سے مجھے اپنی چھاتی سے لگا کر کچھ پھُونکا کہ پھر پڑھنے میں
میرا جی نہ لگتا۔ **والد صاحب** مجبُور کر کے جو کچھ مجھے پڑھاتے
میں اُسے بھُول جاتا۔ بہ مشکل چند کتب فقہ پڑھا سکے۔ اور
کچھ صرفی قواعد۔ جو بعد میں بھُول ہی گئے۔

**اُستاد دلپذیر** حضرت حافظ حاجی مولوی شرف الدین صاحب
قریشی بھیروی محلہ چٹی پل والے جن کا
سلسلہ درس تدریس مسجد حافظ مہربان مشہور مسجد برنے والی
میں تھا۔ اور بلا امتیاز شہر کے ہندو مُسلمان آپ سے لکھنا
پڑھنا سیکھتے تھے۔ والد صاحب مجھے بھی انہیں کے پاس چھوڑ
آئے۔ اور مجھے آپ نے ہی قلم پکڑایا۔ آپ کے تین بیٹے
تینوں حافظ اور فارسی کے بہت ماہر تھے۔ مجھے ان تینوں
صاحبزادوں کی صحبت کا فخر حاصل ہے۔ جن کے نام مولوی فضل کریم
مولوی غلام حسین مولوی فضل الٰہی صاحبان تھے اور تینوں صاحبوں کی اس جہانِ
فانی سے اس وقت رحلت ہو چکی ہے۔ ہر سہ کی اولاد
لائق فائق موجود ہے۔ گاہ بگاہ عاجز کو بھی نیاز حاصل کرنے کا
موقعہ مل جاتا ہے۔ الحمدُ للہ علےٰ ذالک ط

**شاعری**۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحب طبیب و شاعر
احمد آبادی جن کا آبائی وطن تو بھیرہ ہی تھا۔ مگر خدا جانے
کیوں احمد آباد میں جو بھیرہ سے صرف دو تین میل دریائے



جہلم کے پار کنارے پر ہے جا مقیم ہوئے۔ خود تو اتنا ذکر کرتے
ہیں۔ کہ ؎

وطن قدیمی بھیرہ آہا چھڈ آئے اوہ جائیں
اس جاگہ وسے ہندے ظالم آدم خور بلائیں

احوال آخرت صفحہ ۱

لہٰذا آپ احمد آبادی مشہور ہو گئے۔ کیونکہ آپ کی ولادت
وہیں پر ہوئی۔ احمد آباد کو جب دریائے جہلم نے گرانا شروع
کر دیا۔ تو آپ کے والدین نے آکر سکونت اختیار کر لی۔ اور
بھیرہ میں ہی آپ کی شادی بھی خاندانِ قریشیہ میں حضرت
حکیم مولینا مولوی نورالدین صاحبؓ کی بھتیجی سے ہوئی۔ اور جس
محلہ میں آپ کی سکونت تھی۔ اُس کے قریب ہی فقیر دلپذیر
کا دُھواں تھا۔ اس وجہ سے میری ان کی واقفیت ہو گئی۔ شاعری
کا شوق تو پہلے سے ہی تھا۔ ان کی صحبت میں رہنے کی وجہ
سے اور بڑھ گیا۔ اور اپنا پنجابی کلام وقتاً فوقتاً اُن کو دکھانے
لگا۔ آپ اس کی اِصلاح کر دیتے۔ اور بعض قوانین عروض
بھی بتا دیا کرتے۔ میری کئی کتابیں آپ کی زندگی میں شائع
ہوئیں۔ جن کو آپ نے بے حد پسند فرمایا۔ اور اُن کے پیچھے
تواریخ طباعت بھی لکھیں۔ آپ کی تصانیف میں فارسی، اُردو
پنجابی کی اکثر کتابیں ہیں۔ مگر جو زیورِ طبع سے آراستہ شدہ ہیں
ان کے نام یہ ہیں: تاریخ جہاں نما اُردو نثر۔ سینکڑوں صفحات
کی تاریخی کتاب ہے۔ فیضِ عام اور اسرار الحاذقین۔ علاج الاطفال
رسالہ جنین۔ یہ تین چار کتابیں علم طب کے مجربات پر مشتمل ہیں۔

اور پنجابی منظوم احوال آخرت جدید۔ گلزار آدم۔ گلزار حسین
ترجمہ سر الشہادتین۔ سیف السنت کلاں۔ خلاصہ دیوان حافظ
شرح قصیدہ۔ صلوۃ مضریہ وغیرہ وغیرہ۔
آپ کی اولاد میں سے پانچ چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا
عبدالقادر شاہ اچھا فارسی دان و انگریزی خوان لائق موجود ہے
ان کے بھی بفضل خدا چھ سات بیٹے اچھے لائق با روزگار ہیں۔ اللھم
زد فزد۔

**شادی**۔ عاجز نے بھی اپنے والد ماجد کے تتبع میں تین شادیاں
کیں۔ پہلی شادی تو چھوٹی عمر میں خود والدین نے ہی کروائی
جس سے تین بیٹے تین بیٹیاں متولد ہوئیں۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی
تو ایام رضاعت میں ہی فوت ہو گئے۔ اور ایک بیٹی بارہ تیرہ
سال کی عمر میں شادی شدہ داغ مفارقت دیکر رخصت ہوئی۔
ایک بیٹا ایک بیٹی اسوقت بفضلہ تعالے شادی شدہ حیات
صاحب اولاد ہیں۔ یہ بیٹا تو حضرت والدم بزرگوار کی زندگی میں
ہی ہوا۔ جس کا نام آپ نے محمد عظیم تجویز فرمایا۔ یہ تین سال
کا تھا کہ ابوصاحب انتقال فرما گئے۔ جب اس نے کچھ عربی
اور انگریزی کی تعلیم حاصل کر لی۔ تو طبابت کی طرف مائل ہو
کر طبی پیشہ اختیار کر لیا۔ اور شادی بھی اچھے خاندان میں
ہو گئی۔ چونکہ ہم سب کے عرب کی آئین کے مطابق دو دو نام
چلے آتے تھے۔ اس نے بھی اپنا نام منظور احمد رکھ لیا۔ جسکی
وجہ یہ ہوئی۔ کہ اس عاجز نے اسکا تاریخی نام بر وقت



ولادت منظور علی رکھا تھا۔ جس کو بعد میں خود اُس نے
منظور علی سے **منظور احمد** تبدیل کر لیا۔ اور آجکل ڈاکٹر
**منظور احمد** کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسے بھی شاعری
کا شوق وراثت میں ملا۔ اور تخلص منظور کرنے لگا۔ کئی کتابیں
اس کی بھی طبع ہو چکی ہیں۔ چنانچہ مجموعہ منظور۔ یادگار منظور۔
قصہ گلبدن نوبہال۔ قصہ بین باد شاہزادی۔ گلزار چار یار
گلزار یوسف۔ امام المتقین۔ نجات المسلمین وغیرہ۔
اس کے بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانچ بیٹے اور
پانچ بیٹیاں موجود ہیں۔ اور اس کی حقیقی بہن جو کہ میری
پہلی بیوی سے ہے۔ وہ بھی ایک اچھے خاندان میں شادی
شدہ موجود ہے۔ اور اس کا خاوند محکمہ ریلوے میں ایک
اچھے عہدہ پر ملازم ہے۔ اس کے بھی اس وقت تین بیٹے
اور دو بیٹیاں ہیں۔

**دوسری** شادی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ **تیسری** شادی
سے صرف ایک ہی لڑکی ہے۔ جس کی شادی ضلع لائلپور[1] خاندانِ
سادات میں ہو چکی ہوئی ہے۔ اور اس کے ہاں بھی اسوقت
ایک لڑکی ایک لڑکا ہے۔ اس کی دو بہنیں اور بھی ہیں جو
اُسکی ماں کی طرف سے حقیقی ہیں۔ یہ بھی خاندانِ سادات میں

حاشیہ[1] ضلع لائلپور میں ریلوے لائین کمالیہ والی پر اسٹیشن پیر محل سے شمال
مغربی جانب تقریباً پانچ چھ میل کے فاصلہ پر چک ۲۸۷ میں سید حیدر شاہ
کے نکاح میں ہے۔ اور لڑکی کا نام سلیمہ بیگم ہے۔ سلمہم ربہم۔

شادی شدہ صاحب اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک حیاتی والا اور خادم دین بناوے۔ آمین ثم آمین

## تواریخ وفات ہرسہ ازواج مرحومہ

### اہلیہ اولیٰ والدہ ڈاکٹر منظور احمد

اُمّ منظور ہو گئی منظور　　جس کا سال وفات ہے مغفور ۱۳۲۶

نیکیوں میں سدا رہی مسرور　　اور بدیوں برائیوں سے دور

صابرہ شاکرہ بہ امر غفور　　رنج و راحت میں ہر طرح شکور

ہوگئی فوت کر گئی رنجور　　رحمت ایزدی میں ہو مستور

نام اس کا الاہ بی بی تھا

تھا بھی اسپر کرم الٰہی کا

### ایضاً

مری نیکخو بی بی پردہ نشیں　　قریباً رہی زندہ خمسین سنیں

وہ تھی حافظہ پاک قرآن کی　　رہا اس کا شغل کتاب مبیں

خدا نے بھی دیدی گواہی کہ بس　　الاہ بی بی کانت من القانتین ۱۳۲۶

## اہلیہ ثانیہ کی تاریخ وفات

دوسری بی بی غلام فاطمہ　　کیا پسندیدہ ہے نام فاطمہ

ہے لقب جسکو ملا خیر النساء　　کیوں نہ ہو پھر احترام فاطمہ

تھی اُسی کی یہ بھی اک ادنیٰ غلام　　بخشی جائیگی بنام فاطمہ

نام زد جسکی غلامی میں ہوئی　　ہو وہی دایم امام فاطمہ



پائے وہ آگے بھی جزئے بے حساب　　خلد میں قرب مقام فاطمہ

### ایضاً

آہ وہ بی بی غلام فاطمہ　　ہو گیا اس کا بھی اچھا خاتمہ

آپ تو یہ گرچہ بے اولاد تھی　　پر مری اولاد پر دلشاد تھی

قلب اس کا عجز سے معمور تھا　　عاجزی کے نور سے بھرپور تھا

مرتے دم تک یہ تہجد خواں رہی　　یاد حق میں رات دن غلطاں رہی

سال رحلت عیسوی ہے بالیقین　　فاطمہ با خاتمہ نیکو ترین

## اہلیہ ثالثہ

رفیق حیاتم حیاتم برید　　مسماۃ جنت بنام سعید

با زاہدہ عابدہ ساجدہ　　سخی حاجیہ بیت رب المجید

بہ آخر محرم لبہ شنبہ روز　　چو در سجدہ جام شہادت چشید

بسال وفاتش ندا آمدہ　　کہ جنت بہ اقلیم جنت رسید

---

اگر سال رحلت کا مطلوب ہو　　تو جنت بجنت بجنت کہو ۱۳۶۳

## ایضاً نتیجہ فکر پسرم ڈاکٹر منظور احمد

مری اک والدہ امجد مبارک　　مطیع حضرت احمد مبارک

ہوئی سجدے میں داخل جاں بحق وہ　　وفات اسکی ہوئی سجدہ مبارک

ہوا فردوس بھی شادان و فرحاں　　کہا حوروں نے خوش آمد مبارک

ملائک نے کہا اُس کو کہ جنّت
تجھے جنّت مُبارک صد مُبارک

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْھُنَّ وَارْحَمْھُنَّ وَنَقِّھُنَّ مِنَ الْخَطَایَا وَاغْسِلْھُنَّ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ آمین ۔

## معاشِ دلپذیر

میری عمر بیس چوبیس سال کے درمیان تھی ۔ کہ والدین کا سایہ ہُما پائیہ سر سے اُٹھ گیا ۔ اور ان کا ترکہ منقولہ اور غیر منقولہ سوتیلے بھائی بہنوں نے سنبھال لیا ۔ مجھے صرف ایک کوٹھڑی ملی ۔ جس کا دروازہ بھی اُنہیں کے حِصّہ کی طرف تھا ۔ اُس کوٹھڑی کے ساتھ کچھ سفیدہ زمین بھی مِلا کر کُل تین مرلے جگہ تھی ۔ اور کوٹھڑی بھی بوسیدہ حالت میں تھی ۔ اور دروازے کا بھی جھگڑا رہتا تھا ۔ کہ اپنا دروازہ الگ نکالو ۔ اور والدین کی ماتم پرسی پر جو پیسہ ٹکہ خرچ ہوا تھا ۔ وہ بھی مجھے ہی خرچ کرنا پڑا ۔ ہُنر بھی کوئی پاس نہ تھا ۔ اور تعلیم بھی تھوڑی تھی ۔ اور ہم تین آدمی کھانے والے تھے ۔ مالی تنگی کے تفکّرات نے ہر طرف سے آ گھیرا ۔ نہ رہنے کے لئے با امن ٹھکانہ ۔ نہ شِکم پروری کے لئے کھانا ۔ اسی غم میں دن رات بسر ہونے لگے ۔ آخر قُدرتِ خداوندی نے دستگیری فرمائی ۔ کہ ایک رات خواب میں والدہ مکرمہ مرحومہ تشریف لائے اور فرمایا کہ بیٹا کیوں فکر مند ہو ۔ جو کوٹھڑی تمہارے حصّہ میں آئی ہے ۔ اس کے فلاں کونے میں ڈیڑھ سو روپیہ مدفون ہے ۔



اسے نکال لو اور کام چلاؤ ۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی اور سبیل نکال دیگا ۔ دو دن تو مَیں نے یُونہی خواب و خیال سمجھکر کوئی توجہ نہ کی ۔ تیسری رات پھر والدہ مکرمہ میری بیوی کو خواب میں آکر فرمانے لگے کہ میرے بیٹے کو کہنا کہ جو کچھ تمہیں والدہ نے بتایا ہے ۔ وہ درست ہے ۔ شک نہ کرو ۔ علی الصّباح بیوی نے مجھے خواب سُنائی ۔ تو یقین ہو گیا ۔ اور میں نے اپنی مادری ہمشیرہ کو جاکر ذکر کیا ۔ جس کا میرے ساتھ بہت پیار تھا ۔ اور وہ میری کمال ہمدرد تھی ۔ وہ اسی وقت میرے ساتھ آئی اور سوتیلے بھائیوں سے آنکھ بچا کر وہ جگہ کھود کر دیکھا ۔ تو ایک مٹی کے برتن میں بند شدہ پُورا ڈیڑھ سو روپیہ مل گیا ۔ اللہ تعالےٰ کا شکر کرتے ہوئے کوٹھڑی بھی گرا کر از سرِ نو تعمیر کر لی ۔ اور دروازہ بھی اپنی طرف نکال لیا ۔ لیکن صحن کی دیوار کے لئے کوئی پیسہ نہ بچ سکا ۔ اسی ہمشیرہ کے پاس آزردہ خاطری سے پھر جاکر ذکر کیا ۔ تو اُس نے ستّر روپیہ نکال کر دے دیا کہ یہ بھی والدہ کی امانت ہے ۔ اپنے گور و کفن کے لئے اُنہوں نے میرے پاس رکھی ہوئی تھی ۔ مگر چونکہ اُن کا گور و کفن تم نے خود کر دیا ہے ۔ یہ بھی تمہارا ہی حق ہے لیجاؤ ۔ اور جو کچھ بنانا چاہو بنا لو ۔ اِسطرح صحن کی دیوار بن گئی اور الحمد للہ کہ مکان مکمل ہو گیا ۔ اب شکم پروری کا جھگڑا لاحق حال تھا ۔ اتفاقاً وہ ہمشیرہ ایک دن میرا مکان دیکھنے کو آ گئی ۔ تو گذارے کا حال پُوچھا ۔ تو مَیں نے کہا ۔ کہ صرف اللہ ہی اللہ ہے ۔ ہمشیرہ نے کہا کہ فکر نہ کرو ۔ ایک طلائی زیور بھی والدہ کا میرے پاس امانت پڑا ہے ۔ وہ بھی تمہارا

ہی حق ہے۔ میرے ساتھ آکر لے آؤ۔ اور بیچ کر گذارہ کرو۔ پھر اللہ میاں کوئی اور صورت کر دیگا۔ وہ زیور بھی ایک سو روپیہ سے بک گیا۔ اور ہمارا گذارہ چل نکلا۔ مگر وہ روپیہ بھی کب تک ساتھ دیتا۔ آخر ختم ہو گیا۔ پھر وہی حیرانی اور پریشانی۔ جب حضرت والد صاحب کے بعض دوستوں نے یہ حالت دیکھی۔ تو گورنمنٹ سکول کی ایک شاخ میں دس بارہ روپے پر مجھے ٹیچری کی جگہ دلوا دی جس سے کچھ سہولت ہو گئی۔ اور دو تین سال آرام سے گذر گئے۔ مگر شومیئے قسمت پھر بھی تعاقب میں ہی رہی۔ حق تو میرا تھا۔ کہ میں خود کہتا مگر میرے نیچے منظور نے اسے اِن الفاظ سے ادا کیا ؎

ساتھ میرے کیوں ہے سائے کی طرح اوبکیسی
مجھسے دیوانے کے پیچھے تو بھی دیوانی نہ ہو

بات یوں ہوئی۔ کہ ہمارے شہر میں ایک عیسائی عورت تھی۔ جسے بہت جسیم ہونے کے سبب موٹی میم کے نام سے لوگ یاد کرتے تھے۔ نہائیت خوش کلام اور شہر کے کونے کونے میں چکر لگاتی رہتی تھی۔ ہمارے سکول میں بھی گاہ بگاہ آنکلتی۔ ایک دن ازراہ ہمدردی مجھ سے میری حالت دریافت کرکے کہنے لگی۔ کہ اِس تھوڑی سی تنخواہ پر کیوں تنگ حال ہو رہے ہو۔ آؤ ہم مشن سکول کھولنے والے ہیں۔ اُس میں تمہیں پندرہ روپے فی الحال دے دیا کریں گے۔ اور آہستہ آہستہ پچاس روپے تک ترقی ہو جاوے گی۔ یہاں استعفیٰ داخل کرو۔ الغرض جب کبھی وہ آتی تو یہی ترغیب دیتی۔ یہاں تک کہ آخر وہ کامیاب ہو گئی۔ اور میں نے استعفیٰ دے



دیا۔ اور اُس نے مسلیوں کے محلہ میں پندرہ بیس لڑکے مسلیوں کے اکٹھے کرکے ایک پرائمری مشن سکول کھول کر وہاں مجھے ٹیچر لگا دیا یہ قوم تعلیم سے ناآشنا بہت بے ڈھنگی۔ اُستاد کے قدر و عزت کو کیا جانے۔ جب کبھی بچے کو دیر سے آنے پر یا غیر حاضر ہونے پر میں کچھ ڈانٹ ڈپٹ کر بیٹھوں۔ تو اُس کی ماں جھاڑو ہاتھ میں لئے ہوئے دُور سے ہی ٹر ٹر کرتی آنکلے۔ اور جو کچھ اسکے مُنہ میں آئے بک جائے۔ میں نے تو خدا خدا کرکے بشکل ایک مہینہ نکالا۔ اور میم صاحب کو سکول کا سامان حوالے کرتا ہُوا سلام کرتے ہوئے چلتا بنا۔ اس نے بہت حیلے حوالے اور مکر و فریب کے جال بچھائے مگر دام سے نکلا ہُوا شکار دوبارہ کب پھنستا تھا۔ مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَہ پر عمل کرتا ہُوا ایسا بھاگا۔ کہ پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پہلے سکول کی جگہ بھی پُر ہو چکی تھی۔ سادھو کے کڑاہ کا سا معاملہ ہُوا۔ پچھلا کتا لے گیا اور آگے کو ملا نہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اودھر قحط سالی کا عذاب آنازل ہُوا۔ چھ سیر روپے کی گیہوں ہوگئی۔ سخت تنگی سے دن کٹنے لگے۔ ہر وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی میں رازق الغیب مسبب الاسباب حقیقی نے چارہ جوئی کے لئے ایک خیال دل میں پیدا کر دیا۔ اور وہ یہ کہ میرے ایک بچپن کے ہم مکتب رائے سیتا رام صاحب چنڈ ہوک بھیری ان دنوں علاقہ بیکانیر کی اس نہر پر انجنیئر تھے۔ جو گورنمنٹ

انگریزی کے زیر اہتمام قحط سالی کی وجہ سے غربا کی امداد کے لئے نکل رہی تھی۔ اُن کی خدمت میں ایک چٹھی لکھی۔ جس کے جواب میں اُنہوں نے مجھے وہیں بُلا لیا اور ساتھ ہی اجازت دی۔ کہ اگر کوئی اور حاجتمند دوست بھی ہوں۔ تو اُن کو بھی ساتھ لیتے آؤ۔ چنانچہ تین چار آدمی اور بھی ہمراہ لئے ہوئے جا حاضر ہُوا۔ رائے صاحب نے جاتے ہی میرے ساتھ والوں کو تو بوجہ اِن کے اَن پڑھ ہونے کے دس دس روپے کا میٹ کر دیا اور مجھے سَتّر اسّی روپے کی کلرکی کی آسامی پر لگا دیا۔ کچھ عرصہ اِسی طرح خُوب آرام سے گذر گیا۔ اور اگلی پچھلی حالت دُرست ہو گئی۔ کچھ روپیہ بھی جمع ہو گیا۔ لیکن بعض ناسمجھ مُسلمانوں کے پیچھے ازلی بدبختی ہمیشہ لگی ہی رہتی ہے۔ جب کوئی معقول روزگار یا روپیہ پیسہ اُن کے پاس جمع ہو جاوے۔ تو پچھلی حالت ذہن سے بالکل اُتر جاتی ہے۔ اور پھر اپنے اصلی لچھنوں پر آجاتے ہیں۔ بعینہ یہی حالت میرے ساتھ ہوئی۔ کہ ادھر شاعری اور آزادی کے چولی دامن کا ساتھ اور اُدھر کچھ پیسے کی گرمی۔ صحرا نوردی اور چھولداریوں میں رہنے سے طبیعت گھبرانے اور مُلازمت کی پابندی کچھ چُبھنے لگی دو تین دفعہ استعفٰی دیا۔ مگر رائے صاحب نے منظور نہ کیا۔ اُن کی مرضی تھی۔ کہ مَیں کچھ مالی حیثیت پیدا کر لوں۔ تو پھر وطن لَوٹوں لیکن بدبختی نے ساتھ دیا اور بلا پُوچھے رات کو بھاگ آیا۔

**روپیہ**۔ ہاں وہ روپیہ جو انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ اور کچھ بھی سوچنے سمجھنے نہیں دیتا۔ خواہ جتنا بھی ہو کہاں برقرار رہتا



ہے۔ پنجابی مثل مشہور ہے۔ کہ رجھتے کھٹ نہ پاوئیے بھرے نکھٹن کھوہ یعنے دولت بیشک خرچ کرنے کی چیز ہے۔ لیکن اگر اُس میں خرچ کے ساتھ ساتھ کچھ اضافہ بھی نہ ہوتا رہے۔ تو بے انتہا خزانے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہی حال تھا۔ کہ مَیں بیکانیر سے اتنا روپیہ نہ لایا تھا کہ جو کچھ عرصہ کے لئے کافی ہوتا۔ کچھ دِنوں کا کھیل تھا سال کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ اب کچھ ہوش ٹھکانے آئی اور دھکّے کھا کھا کر سمجھ میں آیا کہ بغیر کسی ہُنر کے گذارہ مُشکل ہے کوئی ہنر سیکھنا چاہیئے۔ سہ

آنچہ دانا کند کُنند ناداں ٭ لیک بعد از ہزار رُسوائی

چونکہ بیکانیر جانے سے پہلے کچھ عرصہ محلہ ہتارانوالہ بھیرہ میں ایک بزرگ دَرزی خیمہ دوز میاں محمّد بخش صاحب رہتے تھے۔ جو نہائت نیک خو۔ نماز، روزہ کے اچّھے پابند تھے۔ اُن کے پاس درزی کا کام سیکھنے کیلئے چند روز بیٹھا تھا۔ انہوں نے نہائت مہربانی سے مجھے سُوئی پکڑائی تھی۔ اور کچھ ٹانکے لگانے سِکھلائے تھے۔ افسوس کہ کچھ عرصہ بعد وہ بیچارے لاولد ہی فوت ہو گئے۔ اُن کے بھتیجے اَب بھی موجُود ہیں اور نمازی بھی ہَیں۔ اُن دِنوں میرے سوتیلے بھائی امرتسر میں رہتے تھے۔ اُن کو مِلنے کے لئے چلا گیا۔ میری سوتیلی والدہ اور بہن بھی وہیں تھیں۔ چند روز تو اچّھی مہمانی رہی۔ مگر تا بہ کے۔ آخر سوتیلا پَن رنگ لے آیا۔ کچھ ناچاقی شروع ہو گئی۔ اور مجھے گھر سے نکال دیا گیا۔ اُسی کوچہ میں ایک درزی میاں عزیزالدّین صاحب کشمیری رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے

اپنے پاس رکھ لیا اور چھ ماہ تک مَیں اُن کے پاس سیکھتا رہا۔ اس کے بعد لاہور آگیا۔ موتی بازار میں ایک ٹیلر ماسٹر میاں غلام محمد صاحب دوکان کرتے تھے۔ چھ سات مہینے اُن کے پاس بیٹھا رہا۔ اُس وقت فیشنی کپڑوں کا عام رواج نہ تھا۔ سادہ کوٹ قمیص پاجامہ وغیرہ مجھے اچھی طرح آگیا ہُوا تھا۔ اب جبکہ بیکانیر سے واپسی پر آقا فیہ تنگ ہُوا تو بجائے کوئی اور ہُنر سیکھنے کے یہی **پیشہ خیاطت** اختیار کرنے کی ٹھانی۔ اُس وقت بھیرہ میں ایک میاں گھسیٹا صاحب حاجی وزّوار جو اُس وقت بھیرہ کے تمام درزیوں میں اُستاد مانے جاتے تھے۔ اُن کے پاس ہاتھ سیدھا کرنے کیلئے چند روز بیٹھا۔ اور انہی کے مشورہ سے دو ایک سلائی کی مشینیں لیکر درزی کی دوکان کرلی۔ ایک اور درزی میاں اللہ دین صاحب بھی ساتھ مل گئے۔ کچھ شاگرد بھی بیٹھ گئے۔ اسی طرح دس بارہ سال خوب دوکان چلائی۔ اور کام اچھا چل جاتا رہا۔ آخر شاعری نامراد نے اس کام سے بھی بیدل کر دیا اور پنجابی کتابوں کی تالیف میں لگ گیا۔ کتابیں بنا بنا کر لاہور کے تاجر کُتبوں کے پاس لے جانے لگا۔ وہ بھی لاہوری تھے۔ برائے نام چند پیسے دے کر اور چائے کی پیالی پلاکر خوش کر دیتے اور کتاب کا حق تصنیف لکھوا لیتے۔ مجھے کچھ علم نہ تھا۔ کہ حق تصنیف کیا اور کتنا ہونا چاہیئے۔ جو کچھ دیتے وہی لیکر اسی خوشی میں واپس آجاتا۔ کہ میری کتاب شایع ہو جائیگی۔ ایک دفعہ ایک بزرگ خضر صورت تاجر کُتب نے مجھ سے تین



کتابیں۔ قصص المحسنین۔ گلزار محمدی۔ گلزار موسیٰ ستّر اسّی روپیہ دیکر لکھوالیں۔ جب ایک دوسرے تاجر کُتب کو خبر ہوئی۔ تو اُس نے مجھے سخت مُلامت کی اور کہا کہ تُم نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ مجھے صرف قصص المحسنین دے دو اور پُورا ایک ہزار روپیہ لے لو۔ چلو لکھ دو۔ اگر وہ مقدمہ کریں گے۔ تو مَیں جانوں اور وہ۔ مَیں خود اُن سے نپٹ لُونگا۔ لیکن مَیں نے انکار کر دیا۔ کہ اب جو ہو گیا۔ سو ہو گیا۔ مَیں اپنی زبان سے نہیں پھروں گا۔ تب اُس نے میرے ماموں صاحب مولوی امام الدّین صاحب تاجر کتب کو جو اُس وقت راولپنڈی میں دوکان کرتے تھے۔ خط لکھدیا۔ وہ خط دیکھتے ہی فوراً لاہور تشریف لائے۔ اور اُس بزرگ پہلے تاجر کُتب سے جھگڑا کر کے گلزار محمّدی تو واپس لے دی۔ اور دُوسری دونوں کتابوں پر پچاس روپیہ زائد لے دیا۔

**محمد دلپذیر نام کی وجہ تسمیہ** جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ میرا نام والدین نے محمد امین رکھا تھا۔ پھر جب بچپن میں کریما پڑھنے لگا۔ تو جب یہ شعر پڑھا ؎ ثنائے محمد بود دلپذیر۔ تو دِل میں آیا۔ کہ اگر مجھے شعر کرنا آگیا۔ تو مَیں اپنا نام دلپذیر تخلص کرُونگا کیونکہ اس وقت ہمارے شہر بھیرہ میں ایک دو محمد امین اور بھی تھے۔ جو دونو ہی شعر کہا کرتے تھے۔ تاکہ میرے اور اُن کے اشعار میں امتیاز ہو جاوے۔ آخر جب شاعری کی منحوس

لائین میں گام زن ہُوا تو مراد بر آئی اور میرا نام محمدؐ امین سے محمدؐ دلپذیر اور تخلص دلپذیر یا صرف پذیر ہو گیا۔ اور اِس نام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا نوازا کہ ساری پنجاب کے عِلاوہ مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ میں بھی مشہور ہو گیا۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ط

**تصانیف دلپذیر**۔ سب سے پہلے قابلِ ذکر قرآن کریم کی تفسیر پنجابی منظُوم ہے۔ جو آخری عُمر میں محض اللہ تعالیٰ کے ہی فضل سے تیار ہُوئی۔ جس کا ہر ایک پارہ ڈیڑھ دو سو صفحات کے بَین بَین ہے۔ اور تفسیرِ دلپذیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا تاریخی نام باغِ قرآن ہے جب بارہ پارے چھپ چکے۔ تو کاغذ جنگ کی وجہ سے سخت مہنگا اور نایاب ہو گیا اور باقی پاروں کا شایع ہونا معرضِ التوا میں پڑ گیا۔ اللہ جل جلالہٗ کا اپنا کلام اور اس کا ترجمہ ہے۔ جب اُسے منظوُر ہوگا۔ خود ہی اس کے شایع ہونے کا بندوبست فرماویگا۔ وَعَلَیہِ تَوَکَّلتُ۔

اس تفسیر کے عِلاوہ کئی ایک اور کتابیں جو اس سے پہلے کی میری تصنیف و تالیف ہیں۔ بارہا دفعہ چھپکر شایع ہو چکی ہیں۔ مثلاً گلدستہ مُعجزات محمدؐی۔ گلدستہ نعت رسُولی ۳ حصّہ گلدستہ دعوات دلپذیر۔ گلدستہ مناجات دلپذیر۔ گلزارِ محمدؐی گلزار مُوسٰی۔ گلزار آدم۔ گلزار مکہ۔ گلزار مدینہ۔ گلزار یُوسف اکرام محمدؐی۔ مجموعہ اشعار باغِ رسُولی۔ مجموعہ وظائف دلپذیر۔ مجموعہ خُطب دلپذیر۔ مجموعہ سیحرفیاں دلپذیر۔ احوال الآخرت دلپذیر۔ زینت الاسلام دو حصص۔ باغ بہشت۔ حقیقت الاسلام چراغِ دلپذیر۔ وعظ دلپذیر۔ انشائے دلپذیر۔ مکتوبات دلپذیر رقعات دلپذیر۔ معراجنامہ دلپذیر۔ کشف الخطاء رسالہ قرات۔ خلاصہ دیوان حافظ پنجابی منظُوم۔ مقبول نامہ۔ نوحہ دلپذیر۔ خوانِ نعما۔ دلپذیر دو حصص۔ شرح نام حق پنجابی منظوم۔ شرح بدائع منظُوم پنجابی۔ ماتم دِلسوز۔ طوفانِ نوح۔ مرثیہ دلپذیر۔ ماتم نامے تو یاد ہی نہیں کتنے ہی لکھے۔ کچھ قصائیص عاشقانہ بھی اوائل عمر میں ہیر رانجھا۔ سسّی پُنّوں۔ چندر بدن وغیرہ لکھے۔ مگر جوہنی پینترا بدلا سب تلف کر دیئے ؎

**مُلاقاتیں**۔ جب تصانیف کا پنجاب میں عام شہرہ ہو گیا۔ تو دُور دُور سے لوگ مِلنے کے لئے آنے لگے۔ پنجاب بھر میں تو کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی گاؤں ایسا شاذ و نادر ہوگا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تصنیف دلپذیر نہ پہنچی ہو۔ میں اس کا ذِکر اپنی کسی کتاب میں تحدیث نعمت کے طور پر آج سے قریباً تیں چالیس سال پہلے کر چکا ہُوں۔ مثلاً ؎

دُور ہُوئی مشہوری میری وانگوں ڈھول سحرِ دے
کیا جانے کوئی وچہ زنبیلے تحڑے کِس کِس گھر دے

مگر جیسا کہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں دستور چلا آیا ہے۔ کہ اپنے وطن میں کسی کی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ حضرت اُستاذی المکرم مولینا شیخ محمدؐ حسین صاحب احمدؐ آبادی مرحُوم فرماتے ہیں

ع
چین ختن کستوری سستی قدر نہ کوئی پاوے
کیسر نکلے جاں کشمیروں مہنگے مل وکاوے

اسی طرح یہاں بھی ہونا تھا۔ سو ہؤا۔ کہ پروانہ وار دُور دُور سے جب لوگ مجھے ملنے کے لئے آنے لگے۔ تو نوواردوں کو میرا پتہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی۔ جب وہ پوچھتے تو بعض میرے وطنی بھائی ان ملنے والوں کو روکتے۔ اور طرح طرح کی باتیں سنا سنا کر ان کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن جو بیچارے دُور دراز سے سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر آخر پہنچ جاتے تھے۔ وہ بھلا ملے بغیر کہاں ٹھیر سکتے تھے۔ بغیر ملے واپس چلے جانا اُن کے لئے محال تھا۔ جب وہ ملتے تو ذکر کر دیا کرتے جیسا کہ گلزار یوسف میں ایک جگہ لکھا ہے ع

دیکھن عیب میرے اوہ تابھی ناپادن وچہ دِلدے
فضل الاہوں ملنے والے آملدے آملدے

مکہ معظمہ میں بھی میں نے اپنی تصانیف فروخت ہوتی دیکھیں۔ وہاں ایک محلہ جبل ہندی کے نام سے مشہور ہے جسمیں اکثر پنجابی لوگ ہی رہتے ہیں۔ جب میں پہلی دفعہ وہاں گیا۔ تو میری آمد سُنکر وہ بھی مجھے ملنے کے لئے تشریف لائے اور بعض نے ضیافت بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر بخشے۔ آمین۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ اُسی کا فضل اور احسان محض ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ پنجاب میں بعض ایسے رؤسا اور شرفا بھی نیکدل



اور قدردان واقع ہوئے ہیں۔ جو مجھے اکثر کبھی نہ کبھی اپنے پاس بُلا لیتے ہیں۔ اور مہینہ مہینہ اپنے پاس رکھ کر باعزت رخصت کرتے ہیں۔ چنانچہ رائے غلام محمد خان صاحب لائی رئیس نوریوالہ وغیرہ ضلع سرگودھا۔ رائے غلام محمد خاں صاحب بھٹی رئیس منگووالی واحسان اللہ آباد۔ ضلع سرگودھا۔ میاں خدابخش صاحب کلیار مرحوم رئیس کوٹ گل ضلع ایضاً۔ خان حیات اللہ خان صاحب افغان مرحوم رئیس ترکھانوالہ ضلع ایضاً۔ حاجی حافظ میاں مراد بھٹی مرحوم سکنہ کالیکی ضلع گوجرانوالہ۔ خان محمد امین خان صاحب نمبردار رئیس نوریکے چوہٹر ضلع منٹگمری۔ حاجی ولی محمد صاحب نمبردار حمیدن وجھل ضلع ایضاً۔ میاں شرف الدین و میاں اللہ دین ہیکر ملازمان قلعہ میگزین راولپنڈی۔ میاں نعمت علی وغیرہ ساکنان بستی پنج بھٹیاں ضلع ہوشیارپور۔ وغیرہ وغیرہ۔ خود بھیرہ کے بھی چند ایک نہائیت مہربان و قدردان موجود ہیں۔ چنانچہ حکیم محمد امین صاحب پنشنر بلاک انسپکٹر ریلوے حکیم مولوی شاہ محمد صاحب و حکیم سردار محمد صاحب شیخوپوری و میاں عبدالرحمان صاحب ایس۔ڈی۔او، میاں حیات محمد صاحب ایس۔ ڈی۔ او۔ زاد حیاتھم و درجاتھم

اسی طرح اور بھی بہت سے میرے بچپن کے ساتھ کھیلے دوستوں میں سے خاص مہربان سیٹھ حاجی محمد دین۔ حاجی فضل الٰہی۔ حاجی عبدالمجید صاحبان بہت کرم فرما ہیں یہ خواجہ قوم میں سے ہیں۔ اور حقیقی بھائی نہیں۔ ہیں

تو بھیرہ کے مگر بمبئی میں کاروبار کرنے کی وجہ سے بمبئی والے
سیٹھ مشہور ہیں۔ بہت مہماں نواز ہیں۔ میں ان کی اس نوازش
کو نہیں بھول سکتا۔ کہ جب ہم حج پر گئے۔ تو آتے اور جاتے
ہوئے اُنہوں نے تقریباً دو مہینے نہایت پُرتکلف حق مہمان
نوازی بہت فراخ دلی سے ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ اُنکو جزائے
خیر نوازے۔ آمین

## ملک محمد چراغ خان

اِن سب سے زیادہ قابلِ ذکر ملک محمد چراغ خان
صاحب مرحوم ڈوانہ مہل رئیس مٹھہ ٹوانہ وچراغ آباد ہیں۔
یہ بزرگ نہایت کریم النفس و نیکدل مسکیں نواز سخی اور
بہادر تھے۔ یہ صاحب فوجی رسالدار تھے۔ جب پنشنر ہوئے
تو چالیس مربعہ زمین ضلع لائلپور میں حاصل کی۔ جس میں
۲۵ مربعہ تو سرکار سے فوجی خدمات کے صلہ میں ملی اور
باقی آپ کی خرید کردہ ہے علاوہ اس کے چھ سو بیگھہ
الاضی مبلغ پینتیس ۳۵ ہزار روپیہ سے علاقہ تھل میں خرید کی۔
جس میں آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ ملک خان محمد خان
صاحب مینجر نے کچھ اضافہ بھی کر لیا۔ اور ضلع لائلپور
والی زمین میں بڑے ملک صاحب مرحوم نے ایک اپنا چک
بھی آباد کر لیا۔ جس کا نام چراغ آباد ہے۔ چک کا
نقشہ آپ نے ایسا تجویز کیا۔ جو ایک کوٹ یا قلعہ کی
شکل کا ہے۔ عین وسط میں ایک پختہ مسجد اور اردگرد
سب مزارعین کے مکانات۔ مسجد کے سامنے جانب مشرق



اپنے سکونتی مکانات نشستگاہ۔ انبار وغیرہ۔ پانچوں وقت اذان
نماز با جماعت سے مسجد آباد اور بارونق رہتی ہے۔ ہر نماز
میں آپ بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ اب آپ کے بعد بھی یہ
مسجد اُسی طرح آباد ہے۔ تا ابدالآباد اللہ تعالیٰ اسے آباد
رکھے۔ آمین۔

آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک صاحب منشی غلام محمد
صاحب نے ہمارے علاقہ میں کچھ زمین ٹپہ پر لے رکھی تھی
میری کتابوں کے ذریعے میرے بھی نام آشنا تھے۔ اُنہوں نے
ملک صاحب موصوف سے میری تصانیف کا ذکر کیا۔ تو ملک
صاحب نے اُنہیں کی معرفت مجھے بُلوا بھیجا۔ منشی صاحب مجھے
اپنے ساتھ چراغ آباد اُن کی خدمت میں لے گئے۔ آپ مجھے
ملکر بہت خوش ہوئے۔ کئی دن مجھے اپنے پاس رکھ کر باعزت
رخصت فرمایا۔ اور پچاس روپے نقد معہ خلعت بھی عنایت
فرمائے۔ اور بوقتِ رخصت فرمایا۔ کہ کبھی کبھی خود بھی تشریف
لایا کرنا۔ دیکھو اس چک کے عین دروازے پر ہمارا باغ
ہے۔ ہر قسم پھلدار درخت موجود ہیں۔ پھلوں کے موسم
میں آئیں تو آپ کا ڈیرا باغ میں ہی لگوا دیا کریں گے۔
شاعر کی طبیعت خوب کھلتی ہے۔ چنانچہ سالہا سال یہ عاجز
حاضر ہوتا رہا۔ اور آپ ہر دفعہ بیش از بیش باعزت رکھتے اور
باعزت رخصت فرماتے۔ اور ہمیشہ میری جیبیں روپوں سے
بھر دیا کرتے۔ بلکہ ایک دفعہ ایک اچھی نسل کی رسالے

کی گھوڑی بھی عطا فرمائی۔ اور اسی پر آپ سوار ہوکر اپنے گھر واپس آگیا۔ القصہ آپ کا دستِ سخا بہت کشادہ تھا۔ اور آپ حد درجہ مساکین پرور تھے۔ اللہ تعالٰے آپ کو جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔ آمین۔

## آپ کے بیٹے ملک خان محمد خان صاحب سے تعلق

جب میں ملک صاحب ممدوح الصدر مرحوم کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہوا۔ تو اُس وقت آپ کا اکلوتا بیٹا ملک خان محمد خان صاحب سات آٹھ سال کی عمر میں تیسری جماعت میں سکول پڑھا کرتا تھا۔ اس کے بعد جتنی دفعہ گیا۔ پھر صاحبزادہ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ کہیں باہر حصولِ تعلیم کے لئے بھیج دیئے گئے ہوئے تھے۔ اور تعلیم کے بعد فوج میں ملازم ہو گئے۔ اور جلد ہی ترقی کرتے کرتے کپتان فوج ہو گئے۔ لیکن میں بے خبر رہا کہ کہاں ہیں اور کس عہدہ پر ہیں۔ اچانک ایک دفعہ ۱۹۳۱ء میں آپ کی ایک درد بھری چٹھی کوئٹہ بلوچستان سے آ موصول ہوئی۔ کہ قبلہ گاہی حضرت والد ماجد ملک محمد چراغ خان صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ کئی ایک احباب نے مرثیے اور تعزیت نامے منظوم لکھ کر بھیجے۔ مگر دل نہیں بھرا۔ اگر آپ بھی اپنے قلم کو ذرا حرکت دیں۔ تو شاید آپ کے درد بھرے الفاظ سے میری چشموں کے چند قطرے میرے دلمیں فرقت کی جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر سکیں۔ یہ خط پڑھکر آپ کا پتہ مل جانے



کی تو خوشی ہوئی۔ مگر ملک صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات نے اس خوشی کو مبدّل بہ غم کر دیا۔ عزیزم ڈاکٹر منظور احمد پاس ہی بیٹھا تھا بول اُٹھا کہ؎

وہ صحبتوں کے صدر نہ وہ ہمنشیں رہے
منظُور کے خیال وہیں کے وہیں رہے

آہ! اب بھی اس شعر کو پڑھتا ہُوں۔ تو دل کانپ جاتا ہے۔ جناب ملک صاحب کی وفات میرے لئے کچھ ایسی نہ تھی۔ جو میرے دلمیں فوراً ایک درد نہ پیدا کر دیتی۔ طبیعت میں ایسا ہیجان پیدا ہُوا کہ اسی دن ایک وفات نامہ پنجابی اور ایک تاریخی نظم فارسی لکھ کر دوسرے ہی دن بذریعہ ڈاک بھیج دی۔ جنکو آپ نے دیکھ کر پسند فرمایا۔ اور ارشاد بھیجا کہ اسے طبع کرا دو۔ ساتھ ہی اڑھائی سو روپیہ کی چیک بھی بھیجدی۔ جن میں دوصد تو بطور شکرانہ تھے۔ اور باقی خرچ طبع کے لئے۔ اور اس وفات نامہ میں آپ کی وفات کا ہجری سال **چراغِ قوم** اور عیسوی **مغفورِ خدا** ۱۹۳۱ لکھا گیا جو بالکل پُورا اور موزوں نکلا۔ الغرض وہ وفات نامہ **نوحۂ دلپذیر** کے نام سے ایک ٹریکٹ کی شکل میں اٹھارہ بیس صفحہ پر طبع کرا کر ارسالِ خدمت کر دیا گیا۔ جو آپ نے چراغِ قوم مرحُوم کے پروانوں میں تقسیم کر دیا۔

کپتان صاحب کے والد مرحُوم کی شفقت جو خاکسار پر تھی۔ اس کا اثر تو پہلے ہی بہ مصداق اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ آپ کے دلمیں مخفی تھا۔ مگر وہ اب دن بدن ترقی کرتے کرتے پردۂ اخفا سے ظہور پذیر ہونا شروع ہو گیا۔ یہاں تک

کہ خط وکتابت کا بسلسلہ جاری ہو جانے کے علاوہ ۱۹۳۱ء سے
لیکر آج ۱۹۴۷ء تک لگاتار مالی امداد اپنے والد ماجد
مرحوم سے بھی بڑھکر کرتے چلے آرہے ہیں۔ راہ میں میرے
سرتوڑ مہربانوں نے طرح طرح کے کئی روڑے نصب کرنیکی کوشش
کی لیکن آپ کی ثابت قدمی اور بھی مضبوط ہوتی گئی۔ اللّٰہمّ
ثبت قدمیہ و قدمی علٰے صراطِ المُستقیم۔ آمین

**آپ سے مُلاقات۔** جب کوئٹہ سے آپ تبدیل ہوکر لاہور
تشریف لائے۔ تو عاجز بھی نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضرِ خدمت
ہُوا۔ نہائیت شفقت اور کمال محبّت سے معانقہ فرمایا۔
اور کئی دن اپنے پاس انتہائی مہربانی سے رکھا۔

ایک دفعہ رات کے کھانے کے موقعہ پر باتوں باتوں میں
میری کتاب گلزار مکّہ معظمہ کا ذکر چل گیا۔ فرمایا کہ اس میں
احکامِ حج اور مکّہ معظمہ کا ذکر تو مفصّل درج ہے۔ لیکن
مدینہ منوّرہ کا ذکر کیوں نہیں۔ عرض کیا کہ جنگِ عظیم کا
زمانہ تھا۔ کچھ راستہ کی دقّت تھی۔ کچھ بیوی بیمار ہو گئی۔ اس
لئے مدینہ منوّرہ نہ پہنچ سکے۔ وہ ایک منزل مکّہ معظمہ سے
آگے نکلکر واپس چلے آئے۔ اس وقت یہ کتاب لکھی گئی۔
چُونکہ مدینہ منوّرہ کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔ اس لئے
اس کا ذکر بھی نہیں لکھا گیا۔ ابتک اس پاک مقام حرم
رسُول کے حصُول شرف کے لئے دلمیں تڑپ باقی ہے۔
ارادہ ہے۔ کہ بشرطِ زندگی انشاء اللہ تعالےٰ ضرُور



زیارت کریں گے۔ ایک آدمی کا خرچ تو بنُ چکا ہے۔ مگر ہم میاں
بیوی دونو کا ارادہ جانیکا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی
کے آنے جانے پر کیا خرچ آتا ہے۔ عرض کیا کہ چھ سات سو
روپیہ۔ فرمایا بہت اچھا۔ استنے میں نمازِ عشا کا وقت ہو گیا۔ نماز
پڑھ کر سو گئے۔ صبح نماز فجر کے بعد سات سو روپیہ کی چٹھی
لکھ کر مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ **چراغ آباد** جاکر
ہمارے منشی کو یہ چٹھی دکھاکر روپیہ لے لیں۔ اور حج کو
چلے جائیں۔ آپ تو فریضۂ حج ادا کر ہی چکے ہیں۔ اب میرے
والد صاحب مرحُوم کے لئے بطور نیابت حج کر آئیں۔ حج
کا مہینہ قریب آہی گیا ہے۔ چنانچہ چٹھی دیکر اپنے بڑے
صاحبزادہ ملک محمّد شیر خان صاحب کو جو آجکل انسپکٹر پولیس
ہیں۔ میرے ہمراہ کر دیا۔ کہ اُن کو چراغ آباد کی لاری پر سوار
کر آؤ۔ وہ ہمیں سوار کر آئے۔ بھائی محمّد شاہ صاحب پیرمحل
والے بھی میرے ساتھ تھے۔ ایک گھنٹہ میں ہم چراغ آباد
پہنچ گئے۔ اور آپ کے مختار منشی قطب الدین صاحب سے
روپیہ لیکر مَیں اپنے گھر چلا آیا۔ اور بھائی محمّد شاہ صاحب
اپنے گھر چلے گئے۔ ماہشوال کی انتہاء یا ماہ ذیقعد کی ابتداتھی
بیوی کو ساتھ لیا اور کراچی آگئے۔ کراچی سے خانصاحب
قاضی عبد الرحمان خان تحصیلدار واسو آستانہ والے جو
لائلپور کے منشی محلہ میں کچھ عرصہ سے مقیم ہیں۔ اُن کا ساتھ
بن گیا۔ ان کے ساتھ ایک مستری صاحب لائلپور بھی تھے

سارا سفر اکٹھا طے کیا۔ حج اور زیارت مدینہ منورہ سے واپسی پر
مشفقم حافظ خدابخش صاحب **صغیر** چنیوٹی بھی مل گئے۔ جو
ایک پرانے دوست تھے۔ اُن کی اہلیہ صاحبہ بھی اُن کے
ساتھ ہی حج کر کے آ رہی تھی۔ کراچی تک جہاز کا سفر اکٹھا
ہُوا۔ جب ہم پنجاب پہنچے تو اپنی بیوی کو تو میں نے گھر بھیجدیا
اور آپ سیدھا پہلے لاہور ملک صاحب موصوف کی خدمت
میں آ حاضر ہُوا۔ چونکہ اپنی تاریخ آمد پہلے آپ کو لکھ چکا
ہُوا تھا۔ اس لئے آپ اپنی ایک تازہ موٹر کار لیکر ریلوے
پلیٹ فارم پر عاجز کی انتظار میں تھے۔ مُبارک باد کہتے ہوئے
محبت سے ملے اور اپنی کوٹھی پر لے گئے۔ کچھ دن قیام کے
بعد اجازت طلبی پر خلعتِ فاخرہ عنائت کر کے نہایت عزت
کے ساتھ رُخصت کیا۔ اسوقت کتاب گلزار مدینہ لکھی۔ اور
جس کے شائع کرنے میں آپ نے بھی امداد فرمائی۔ اور حافظ
خدابخش صاحب صغیر موصوف نے بھی حصہ لیا۔ یہ صاحب
دونو میاں بیوی اس وقت رحلت کر چکے ہیں۔ اللھم
اغفرھما وارحمھما۔ آمین۔ اس سفر کا سب ذکر گلزارِ
مدینہ میں مُفصّل درج ہے۔ تفسیر دلپذیر کے بارہ پارے جو
چھپ چکے ہیں۔ وہ بھی جناب ملک صاحب ممدوح کی
امداد سے ہی شائع ہوئے۔ ورنہ ایک درویش میوا کی
کیا طاقت تھی۔ جو پہلے ہی اپنی تمام تصانیف ناداری کی
وجہ سے تاجروں کے حوالے کر چکا تھا۔ القصہ آپ دینی



خدمات اور مساکین پروری میں اپنی تمام قوم اور فوجی طبقہ
میں بے نظیر اور یکتا وجود اور اپنے والد ماجد مرحوم کے
نقشِ قدم پر صحیح طور پر چل رہے ہیں۔ آپ دینی خدمات
کے لئے موجودہ جنگ سے پہلے اپنی سروس پوری ہونے
سے قبل ہی پنشن لیکر گھر چلے آئے تھے۔ لیکن جنگ شروع
ہو جانے پر پھر سرکار نے آپ کی اعلیٰ قابلیت اور فوجی تجربہ
کاری کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر واپس بلا لیا۔ اور آجکل لاہور
میں بعہدہ میجر فرائض ادا کر رہے ہیں۔ آپ کی ایک شاندار
کوٹھی لائلپور میں بھی **چراغ منزل** کے نام سے مشہور
ہے۔ جس پر ساٹھ ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ ہو
چکا ہوگا۔

یہ مجموعہ غزلیات بھی آپ کی کرم بخشیوں اور احسانات کا
ہی ایک گونہ فوٹو سمجھیئے۔ یہ دعاگو اب تک آپ کے احسانات
مشفقانہ اور الطاف کریمانہ سے مستفیض ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ
مجموعہ آپ کے ارشاد سے جمع ہو کر شائع ہو رہا ہے۔ میں جانتا
ہوں۔ کہ ؎

نہ مسکن میرا دِلّی ہے نہ ہے اُردو زباں میری

زبان اُردو سے نا آشنا اور موجودہ محاورات شاعرانہ سے
بے بہرہ۔ پنجابی مسکین لکھنے والا ایک پُرانی طرز کا شاعر ہوں
لیکن آپ نے چشم پوشی اور حُسن ظنی سے کام لیتے ہوئے
عاجز کی دلداری کی لئے اس کو پسند فرما لیا۔ جس پر

اس کے شائع کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ ورنہ شعرائے زمانہ کے سامنے سوائے شرمندہ کرنے کے اور کس شمار میں ہے خیر۔ جو کچھ بھی ہے۔ آپ کی **نذر** ہے۔ اور آپ کے نام پر معنون کر کے دعا پرداز ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس حسن ظنی اور احسانات کا ہزاروں ہزار گنا بڑھ کر نیک اجر اور جزائے خیر عطا فرماوے۔ اور آپ کو تا دیر سلامت رکھے۔ اور آپکی اولاد کو بابرکت و با اقبال بنا کر ہمیشہ شاد و آباد رکھے آمین ثم آمین۔

**دلپذیر بھیری**

۱۹۴۴ء



# نوائے بینوا

## شکر الٰہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شکر لائق ہے خدا کی ذات کا — جو ہے خالق ساری مخلوقات کا
خالقِ ارض و سما شمس و قمر — بحر و بر کا جملہ موجودات کا
جن و انسان و ملک ہر چیز کا — سب وحوش و طیور و حیوانات کا
عالمِ اجساد کا، ارواح کا — حجر و مدر و شجر و تاثیرات کا
ہیں نباتات اسکی پیداوار سب — صنع گر باغات کا ثمرات کا
شرق و غرب جنوب اور شمال کا — غیر مسکوں اور مسکونات کا
گرمیوں کا سردیوں کا کردگار — ابر اور ریاح کا برسات کا
ہے وہی خلاق خالق کل شیٔ — نور کا ظلمات کا ذرات کا
ہے وہی پیدا کنندہ ایک ہی — صحت و امراض موت حیات کا
ہے اسی کے ہاتھ میں جامِ شفا — دارو و درمان کے اثرات کا
آگ پانی سیم و زر دھاتیں تمام — فیض ہے اس ذات بابرکات کا
عقل و فکر و وہم سب علم و ہنر — ہے عطا اس جامع الحسنات کا

ہے وہی منبع فنون و علم کا — صنعت و حرفت کا مصنوعات کا
ہے وہی اک خالقِ سمع و بصیر — نطق کا آواز اور لغات کا
سارے انعامات ملبوسات کا — اور ماکولات مشروبات کا
خالقِ نفع و ضرر رنج و الم ! — راحت و فرحت کا ہر خیرات کا
ظاہر و باطن کی سب مخلوق کا — پیدا اور ناپید ہر ذرات کا
ہے وہی مالک وہی مختار ہے — بادشاہ ہے دوزخ و جنات کا
مشکلوں میں کام آتا ہے وہی — ٹالنے والا ہے ہر آفات کا
یا الٰہی بحر بے پایاں ہے — تیرے انعامات و احسانات کا
رات دن جاری ہے سب مخلوق پر — عام لنگر ہے تری خیرات کا
شکر تیرا ہو نہیں سکتا ادا — کون اقراری نہیں اس بات کا
اس سے قاصر ہیں سبھی جن و ملک — انس تو پتلا ہے خاکی ذات کا
سب کے سب خاموش ہیں یاں سرنگوں — تنگ ہے میدان تحریرات کا
کون لکھے حرف لَا اُحْصِی بغیر — خشک ہے منہ ہر قلم دعوات کا
ہے یہاں پر عذر با عجز و نیاز — انبیاء و اولیاء حضرات کا
کیا مرا مقدور میں ہوں چیز کیا — عفو چاہوں اپنی تقصیرات کا
ہیں ترے احسان یارب لَا تُعَدّ — شکر کیا ہو تیرے انعامات کا
کر دے اپنا فضل پر تقصیر پر — بس رہے کھٹکا نہ کچھ خطرات کا



دور ہے منزل مرے مقصود کی — کر دے تو آسان راہِ نجات کا
تو ہی ہو جائے مرا مقصد تمام — میری ہر حرکات کا سکنات کا
اور کچھ بھی آرزو میری نہیں — ہے یہی موجب بلند درجات کا
ہر طرف سے اپنے اوپر حشر میں — مینہ برستا دیکھ لوں صلوات کا
پار کر دیگی مجھے تیری رضاء — نام مٹ جائیگا سب حسرات کا

تیرے میخانے پہ ہے سائل پنّیر
جام کیوں خالی رہے دعوات کا

کر دیا وقف اپنا شعر و سخن — تیری بخشش کی مدح خوانی پر
کچھ تو ہو جائے تیرا شکر ادا — کیا بھروسہ ہے زندگانی پر

## حمدِ باری

دیکھ کر بحرِ تکرّم کی فراوانی تیری — ہو نہیں سکتی کبھی ترک ثنا خوانی تیری
لاکھ در لاکھ اگر عیب ہیں ہم میں پھر بھی — سایہ گستر ہے گنہگاروں پہ رحمانی تیری
تیرے ہوتے ہوئے کیا خوف ہے اعداء کا ہمیں — ہمکو کافی ہے فقط ایک نگہبانی تیری
کچھ نہیں علم کسیکو بھی تری کُنہ کا — عقل و دانش سے کہیں دور ہے سبحانی تیری
کسکی مانند کہوں کیسے تری حمد کروں — تو تو بے مثل ہے اور ذات ہے لاثانی تیری
جسکو کوئی بھی نہیں جانتا تو جانتا ہے — بود و نابود پہ حاوی ہے ہمہ دانی تیری

سب کو ہے اقرار ہے مولا تری یکتائی کا — مانتی پڑتی ہے کافر کو بھی صمدانی تیری
سارے عالم کیلئے وا ہے ترا خوانِ کرم — عام ہے سب کیلئے نعمتِ ربانی تیری
کون ہے جس پہ نہیں بیحد احسان تیرا — دوست و دشمن پہ ہے سب فیض رسانی تیری
خالقِ ارض و سما تو ہے کوئی اور نہیں — نقشۂ عالم ہے یہ اک صنعتِ یزدانی تیری
ہفت اقلیم کی شاہی کو بھلا کیا سمجھے — مل گئی تجھ سے جسے دولتِ عرفانی تیری
تیرے ہی ہاتھ میں ہے باگ ہر اک کا مولیٰ — مایۂ ناز ہے ہر چیز کو زندانی تیری
بندگی تیری سے اک ذرہ بھی آزاد نہیں — سب کی گردن میں ہے زنجیر غلامانی تیری

اپنے فضلوں سے پذیرا اپنے کو کامل کر دے
کوئی کہدے نہ یہ ناقص ہے مسلمانی تیری

میرے مولا ہے کریمی تو نہائیت تیری — اور برسات کرم جاری ہے بے غایت تیری
مجھ پہ پڑ جائے اگر ایک کرم کا چھینٹا — اس سے کچھ کم نہیں ہو جاتی عنائیت تیری

## ثنا و دعا

خدا کے کرم پر ہے اُمید ہم کو — مٹا دیگا وہ میرے رنج و الم کو
خوشی میں بدل دیگا سامانِ غم کو — رہوں دیکھتا اس کے فضل و کرم کو

بغیر اس کے کوئی نہیں اور چارا
وُہی بے سہاروں کا ہے اک سہارا



اُسی پر بھروسہ مرا ہر گھڑی ہے — اُسی پر توکل ہے تکیہ وہی ہے
اُسی کے سپرد اپنی سب زندگی ہے — اسی کی عنائیت شدہ یہ ملی ہے

اُسی نے اِسے جنتی ہے بنانا
مصائب سے ہر دو جہانیں بچانا

نہیں اور کوئی بھی اُس کے برابر — نہ عزت نہ قدرت نہ طاقت میں ہمسر
وہ ہر اک صفت میں ہے ہر اک سے برتر — ہُوَ اللّٰہُ اَکْبَر ہُوَ اللّٰہُ اَکْبَر

وہ غالب ہے ہر ایک غالب پہ غالب
وہ طالب ہے اُسکا جو ہے اُسکا طالب

مُبرا ہے ذات اسکی ہر اک ضرر سے — مقدس ہے ہر اک زیاں کے اثر سے
منزہ ہے ہر ایک خوف و خطر سے — مُعلّٰے ہے جن و ملک سے بشر سے

نہ مُحتاج ہے وہ جہانیں کسی کا
جہاں سارا محتاج ہے بس اُسی کا

مدد اُسکی پہنچے جہاں میں جہاں پر — نہ پہنچے کسیکی حمائیت وہاں پر
وہ موجود ہے لامکاں ہر مکاں پر — نہاں پر عیاں پر دلوں پر زباں پر

وہ ہے اپنی رحمت سے ملبوس کرتا
نہیں اپنے بندوں کو مایوس کرتا

وہ زحمت کو رحمت بنا کر دکھا دے — وہ مجرم کو محرم کا سہرا بندھا دے

گنہ کو نگاہِ کرم سے مٹا دے ‖ سزا سے سزاوارِ جنت بنا دے

یہ قدرت یہ طاقت یہ قوت ہے کس کو
سوا اُس کے عاجز ہیں سب دیکھو جس کو

نہیں کوئی مشکل میں کام آنے والا ‖ اگر ہے تو ہے اِک وہی حق تعالا
پڑی جب مصیبت اُسی نے نکالا ‖ شکستہ دلوں کو اُسی نے سنبھالا

بغیر اس کے ناکام ہیں سب سہارے
جو پھرتے ہیں اپنی مصیبت کے مارے

مصیبت میں بھائی سے بھائی جدا ہے ‖ نہ بیٹا نہ بیٹی نہ یار آشنا ہے
مددگار کوئی نہ خویش اقربا ہے ‖ اگر ہے تو وہ اِک خدا ہی خدا ہے

وہی ٹال سکتا ہے ہر اِک بلا کو
مصیبت کو آفت کو اہلِ جفا کو

وہ ہے ہر مرض سے شفا دینے والا ‖ مریضوں کی مرضیں ہٹا دینے والا
ہر اک رنج و غم سے چھڑا دینے والا ‖ خوشی کی بہاریں دکھا دینے والا

اُسی پر بھروسہ ہے ہر ناتواں کا
وہی بادشاہ ہے زمیں آسماں کا

اُسی نے ہمیں شکلِ انساں بنایا ‖ عدم سے مقاماتِ ہستی میں لایا
دیا عقل و دانش تدبر سکھایا ‖ بزرگی میں انساں کو سب سے بڑھایا



بنا کر دیئے سارے سامان اُس نے
دیا کرمِ خاکی کو کیا شان اُس نے

دیئے ہاتھ تا اُن سے روزی کماؤ ‖ دیئے پاؤں چلنے کو جس طرف جاؤ
زباں دی کہ بولو پڑھو اور پڑھاؤ ‖ دیئے کان سننے میں ان کو لگاؤ

نظر دی کہ قدرت کے دیکھو نظارے
زمین و فلک چاند سورج ستارے

کریں روشنی چاند سورج یہ ہم پر ‖ امیروں فقیروں پہ یکساں برابر
وہ کرتے ہیں رات دن کو منوّر ‖ کہ تکلیف پائیں نہ ظلمت میں آکر

ہزاروں فوائد ہیں شمس و قمر سے
پھلیں پھولیں ثمرات اِن کے اثر سے

پہاڑوں کی کانیں درختوں کا سایہ ‖ خوراکیں پوشاکیں ہر اک چارپایہ
ہمارے لئے ہے یہ سب کچھ بنایا ‖ ہماری ہی خدمت میں سبکو لگایا

زمیں میں جو سامان پیدا کئے ہیں
بتایا کہ یہ سب تمہارے لئے ہیں

دیئے ہر طرح ہمکو آرام اُس نے ‖ ہر اک قسم کے بخشے انعام اُس نے
کیا سب سے بڑھکر یہ اکرام اُس نے ‖ بنایا ہمیں اہلِ اسلام اُس نے

دیا فخر اتباع فخر الرسل کا

جو ہے پیشوائے سُبل جزو کل کا

کریں ہم نہ کیوں جان قربان اُس پر | کہ محکم کریں اپنا ایمان اُس پر
نہیں کیوں نہ دن رات نازاں اُس پر | جو ہو جائیں دل سے مسلمان اُس پر

خدا نے کیا جسکو رہبر ہمارا
شفیع ہوگا وہ روزِ محشر ہمارا

کرم پر کرم دم بدم ہیں خدا کے | کروڑوں ہیں احسان اُس لافنا کے
نہ کچھ شکر ہم سے ہوا جز خطا کے | کہ قیدی ہیں نفس اور حرص و ہوا کے

وہ پھر بھی ہمیں نعمتیں دے رہا ہے
بجز مانگنے کے عطا پر عطا ہے

جو مانگے تضرع سے اور گڑگڑا کر | تو پھر کیوں نہ دے جوش رحمت میں آکر
کرے عرض عاجز الٰہی شفا کر | ہٹا دے مرض اور صحت عطا کر

ترا رحم ہی اب تو میری دوا ہے
ترے ہاتھ میں سب شفا ہی شفا ہے

تو ہے جانتا ہر مرض ناتواں کی | خبر ہے تجھے سب نہان و عیاں کی
ترے ہاتھ ہے نبض سارے جہاں کی | نہیں تجھکو حاجت کسی کے بیاں کی

تو عالم ہے دانا ہے سب کا خدا ہے
ترا فیض سرچشمۂ ہر شفا ہے



اطبا جنہیں لا دوا ہیں بتاتے | معالج بھی ہیں دیکھ کر مسکراتے
دواؤں سے جنکے نہیں روگ جاتے | شفا تیرے در سے اچانک ہیں پاتے

تو ہے لا دواؤں کا شافی خدایا
تیرا فضل ہی بس ہے کافی خدایا

تو ہی رحم کر اس بذیر گدا پر | پڑا ہے یہ عاجز تیرے در پہ آکر
تو ہی اپنے ہاتھوں سے اسکی دوا کر | شفا کر شفا کر شفا کر شفا کر

نہیں تیرے جیسا حکیم اور کوئی
نہ ہرگز غفور الرحیم اور کوئی

اندر ہو بڑا روگ جو اک میرے بدن کا | واقف ہی نہیں کوئی بھی اس رنج و محن کا
اک تو ہے الٰہی جو اسے دور ہٹا دے | ہے تیرے ہی ہاتھوں میں دوا درد کہن کا

## مناجات

نہ میں نیک ہوں نہ ہوں متقی نہ ہی نیک لوگوں کا یار ہوں
سگ آستان حضور ہوں خاک در ابرار ہوں...!
گردن میں موت کا طوق ہے یہ زندگی بیدوق ہے
نہ گناہ کرنے کا شوق ہے نہ گناہ سے بیزار ہوں
دوزخ کا دل میں ڈر نہیں جنت لگے خوشتر نہیں
دونوں کا مجھ پہ اثر نہیں تیری رضا پہ نثار ہوں

خواہش نہ حور و قصور کی نہ طلب وہاں کے سرور کی
چاہوں نگاہ حضور کی اسی رنگ میں سرشار ہوں

مرے حال کی تجھے ہے خبر جیسا کہ ہوں بدتر بشر
اک عفو تیرے پہ ہے نظر گو سخت بدکردار ہوں

قائلو تری توحید ہے تو حمید ہے تو مجید ہے
ترے فضل پر امید ہے ورنہ بہت بدکار ہوں

کھو بیٹھا مقصدِ زندگی کچھ دیکھ کر تابندگی
آخر ہوئی شرمندگی شرمندۂ سرکار ہوں

پیدائش اپنی جان کر رحم اے مرے رحمان کر
مرے درد کا درمان کر بیمار ہوں لاچار ہوں

یہ پذیر پر تقصیر ہے حرص و ہوا میں اسیر ہے
تو خبیر ہے تو بصیر ہے محتاج میں نادار ہوں

کسی کے دل میں تمنا ہے مال و دولت کی
کسی کو آرزو حور و قصور و جنت کی
الٰہی مجھ کو کوئی چیز دلپذیر نہیں
تلاش رکھتا ہوں تیری رضا و رحمت کی

## ایضاً

الٰہی تیری بخشش میری حامی کار ہو جائے
مرے حق میں ندائے مغفرت اکبار ہو جائے
گناہوں کی ثقالت لیکے آیا ہوں ترے در پر
معافی سے مرے سر کا یہ ہلکا بار ہو جائے



تو ہے غفار اور میں مغفرت تیری کا طالب ہوں
قبولیت کے قابل میری استغفار ہو جائے

نہیں جائے پناہ کوئی سوا تیرے مجھے یا رب
رسائی کی کوئی صورت ترے دربار ہو جائے

نہیں کچھ دور مجرم کو بنا لے اپنا محرم تو
تیری رحمت سے یہ بدکار نیکوکار ہو جائے

ترے کہنے سے دوزخ بھی ملے جنت کا گھر ہو کر
تری نظرِ کرم سے نار بھی گلزار ہو جائے

اگر چاہے تو لاکھوں مجرموں کو تو رہا کر دے
رہائی بخشش میری بھی تری سرکار ہو جائے

بہت صد سالہ خفتہ جاگ اٹھے تیری رحمت سے
تعجب کیا مری قسمت بھی گر بیدار ہو جائے

رہا ہوں تشنۂ دیدارِ جاناں دارِ دنیا میں
قیامت میں تو یا مولا جمالِ یار ہو جائے

شفیع المذنبیں کہتے ہیں جس تیرے پیارے کو
مرا شافع بھی وہ حضرت شہِ ابرار ہو جائے

نہیں کچھ اور حاجت پھر کسی کے پیار کی مجھکو
ترے محبوب پیارے کا جو مجھ سے پیار ہو جائے

نہ اپنی عاقبت کی بہتری کا کر سکا کچھ بھی
دمِ مردن تو میرا دور یہ آزار ہو جائے

پذیر پرگنہ ہے ڈوبتا پھرتا اسی غم میں!
تری رحمت سے اس عاجز کا بیڑا پار ہو جائے

الٰہی میرے عیبوں کا سیہ دفتر صفا کر دے
بڑے چھوٹے گناہوں سے مجھے بخشش عطا کر دے
رہے کوئی نہ رنج و فکر و غم عیب و خطا باقی!
سرائے دو جہاں میرے لئے دار الشفا کر دے

## نیاز بہ درگاہ بے نیاز

منم کہ بندۂ عاجز ز بندگانِ توام
سرِ نیاز نہادہ بہ آستانِ توام
اگرچہ بادِ صبا غنچۂ دلم نہ کشاد
مگر خمیدۂ شاخے ز گلستانِ توام

نگاہِ لطف بفرما بحالِ این ناچیز / کہ برگ مرگ رسیدہ بہ بوستانِ توام

ببار بر منِ مسکیں تو اے سحابِ کرم / غریب تشنۂ رحمت ز تشنگانِ توام

بکوئے عشقِ جنابِ تو دم زنم چہ مجال / یکے غلامِ غلامانِ دوستانِ توام

نہ عاشقم نہ رسوماتِ عشقِ تو دانم / نثارِ خاکِ قدمہائے عاشقانِ توام

شمار نزدِ محبانِ تو بہ ہیچ نیم! / مگر یکے متنفر ز دشمنانِ توام

ولے چو دامنِ الطافِ تو فراواں است / بساز محرم گرچہ ز مجرمانِ توام

پذیر کامل امید بر تو مے دارد

سلوکِ عفو نمائی کہ کلمہ خوانِ توام

دفتر مرے گناہوں کا گرچہ عظیم ہے / لیکن تری جناب غفور الرحیم ہے

گدا تو ہوں ضرور مگر تیرا بندہ ہوں / سائل بھی ہوں تو تیرا ہی اور تو کریم ہے

## دیگر

الٰہی بر درت یک بندۂ عاجز ثنا خوانم / رجائے مغفرت دارم گدائیت از گدایانم

ہوائے نفس بگزیدم رضائے تو نمیدیدم / گہے از تو نہ ترسیدم عجب طورے مسلمانم

حیاتِ خود تبہ کردم بعصیاں نامہ سیہ کردم / گنہ کردم گنہ کردم مگر آخر پشیمانم

بسا بد فعل و بد فالم بحالِ خویش بد حالم / بدرگاہِ تو مے نالم بدربارِ تو گریانم

توئی معبود در عالم توئی مسجود در عالم / توئی مقصود در عالم بجز تو کس نمیدانم

بغیر از تو الٰہ نے بجز تو بادشاہ نے / مرا جز تو پناہ نے کجا پوئم کجا مانم



پذیرے پُر خطا ہستم فقیرے بینوا ہستم

اسیرے در بلا ہستم نجاتِ خویش خواہانم

کسی کو فخر ہے دنیا کی زندگانی پر / کسی کو علم و ہنر اور کاروانی پر

کسی کو دولتِ فانی پہ ناز ہے یارب / مجھے ہے ناز فقط تیری مہربانی پر

## توبہ نامہ

گناہ گارم سیاہ کارم / الٰہی توبہ الٰہی توبہ

بہ بارگاہِ تو شرمسارم / الٰہی توبہ الٰہی توبہ

تمام عمرم گناہ کردم / حیاتِ خود را تباہ کردم

بساز ذلیل و با خوارم / الٰہی توبہ الٰہی توبہ

بہ حرصِ دنیائے دوں دویدم / ز اشتیاقش جنوں خریدم

بہ کارِ دینِ تو نابکارم / الٰہی توبہ الٰہی توبہ

تنم بہ عصیاں خوار و خستہ / دلم بہ فسق و فجور بستہ

ز نفسِ امارہ بیقرارم / الٰہی توبہ الٰہی توبہ

ز راہ گمراہی و نواہی / بدہ پناہم تو یا الٰہی

بجز تو جائے پنہ ندارم / الٰہی توبہ الٰہی توبہ

نہ زہد و ورع و نہ اتقائے / عمل ندارم بجز ریائے

فقط ز رحمت امیدوارم / الٰہی توبہ الٰہی توبہ

چہ جامِ غفلت چشید غافل
ز پائے تا سر زیان کارم
بعید ماندہ ز راست راہے
بہ حبلِ رحمت تو انتظارم
پذیر پُر عیب و پُر خطائم
بہ نظرِ عفوِ تو خواستگارم

کہ خبر ندامت نگشت حاصل
الٰہی توبہ الٰہی توبہ
فتادہ در چاہ رو سیاہے
الٰہی توبہ الٰہی توبہ
بغیر فضلِ تو نا سزائم
الٰہی توبہ الٰہی توبہ

کر دے خدا صاف اگر منزلِ عقبیٰ میری
کچھ نہیں اس کے سوا اور تمنّا میری
لوٹ لوں نعمتِ دارین اسی لوٹی میں
پوری ہو جائے اگر آخری منشا میری

## بے نیازی

کوئی ہے عیش پرستی کے کیف میں مدہوش
کوئی ہے سوز و گداز و غموں کا حلقہ بگوش
کسی کو دولت و نعمت کا دائم ہے جوش
کوئی ہے نان شبینہ کی فکر میں مدہوش



کسی کو امن کے شہر و نمیں کر دیا آباد
کوئی غریب ہیں دن اور رات خانہ بدوش
کسی نے رنج کوئی بھی نہ عمر بھر دیکھا
کوئی ہے رنج و بلا سے ہمیشہ ہم آغوش
کسی کو کوئی خوشی خوش لباس میں بھی نہیں
کسی کے سر پہ نہ دستار پاؤں میں پاپوش
کہیں ہے چنگ و رباب اور نغمۂ دلکش
کہیں ہے نالۂ آہ و بکا کا جوش خروش
کہیں ہیں دورِ محبت کے چل رہے پیہم
کہیں یہ جام عداوت کے ہو رہے ہیں نوش
عجیب قسم کا بازار ہے یہ عالم کا
کوئی ہے جسم فروش اور کوئی جان فروش

پذیر جو بھی خدا دے وہی غنیمت ہے
ہر ایک کام میں اُسکے ہیں حکمتیں روپوش

# رنگینئ عالم

دن بھر کسی غریب کو فکرِ معاش ہے
اور اپنی برتری کی کسی کو تلاش ہے

خوشیوں کی ہے بہار کسی کو سدا نصیب
غم سے کسی غریب کا دل پاش پاش ہے

دنیا میں وصلِ یار سے مسرور ہے کوئی
دل میں کسی کے ہجرِ صنم کی خراش ہے

قرآن کا ہے عشق کسیکو تو رات دن
اور ہاتھ میں کسی کے ہے نرد اور تاش ہے

لاکھوں گناہ کر کے بھی مستور اِک پھریں
کر بیٹھے کوئی اِک بھی تو بس پردہ فاش ہے

فاقہ کشی کہیں ہے، کہیں مَیکشی کے دَور
زردا کہیں پلاؤ کہیں دال ماش ہے

بستر بھی مِل سکے نہ کسے خاک کے بغیر
حاضر کسیکو نرم حریری فراش ہے

ہوگا یہی معاملہ اگلے جہاں میں بھی
کوئی ہے زرگباش کوئی سرگباش ہے

نقشہ ہے اِک اسی کا یہ رنگینئ جہاں
کوئی ہے غم رسیدہ کوئی خوش معاش ہے

بیمار ہو غریب ہو کوئی کسی کو کیا
پرواہ نہیں کہ یہ بھی مِرا شہر تاش ہے

اِس دَورِ کس مپرسی میں جب مر گیا پڑی
کس پوچھنا ہے کون مَرا کس کی لاش ہے

## قدرت کا کھیل

کسی کے صرف اشارے سے چاند پھٹ جانا
کسی کے جانے سے دریا کا پانی ہٹ جانا



کسی کے پاؤں سے آتش بھی سرد ہو جائے
کسی کے رنج سے تختہ زمیں اُلٹ جانا

کسی کی ناؤ کو طوفان بھی نہ چھیڑ سکے
اور اس کی قوم مخالف کی بیخ کٹ جانا

کسی کا تخت ہواؤں پہ اُڑ کے سیر کرے
کسی کا تخت زمیں پر الٹ پلٹ جانا

کوئی بھگوڑا چلا جائے چھوڑ کر میداں
کسی کا مدِ مقابل پہ آ کے ڈٹ جانا

کسی نے کوڑی بھی للہ نہ عمر بھر بخشی
کسی کا منٹوں میں صدہا خزانہ بٹ جانا

ہمارے مولا کی قدرت کے رنگ ہیں یہ بدیر
کسی کے شان کا بڑھنا کسی کا گھٹ جانا

## رحمانیّت

اللہ کا ہم لوگوں پہ احسان ہے کیسا
بن مانگے دیئے جاتا ہے رحمان ہے کیسا

پتھر میں بھی جو کیڑا زمینوں کے ہے نیچے
اسکو بھی نہیں بھولتا منّان ہے کیسا

دشمن ہو کوئی دوست ہو مسلم ہو کہ منکر
سب پہ ہے نظر اس کی نگہبان ہے کیسا

مجھ سا ہی جو گنہگار نہیں بدتر سے بھی بدتر
ان سے بھی نہیں روٹھتا سبحان ہے کیسا

لکھا ہی جو مقسوم مقدر میں کسی کے
دینے سے نہیں رُکتا قدردان ہی کیسا

زیبا ہے اُسی ذات کو یہ ذرّہ نوازی
ہر ایک کا رزاق وہ سلطان ہی کیسا

ہر آن دیئے جاتا ہے ہر حاجت و نعمت
دریائے کرم اُس کا فراوان ہی کیسا

جتنا بھی کریں شکر نہیں ذرہ سے بڑھ کر
جو شکر سے غافل ہو وہ انسان ہی کیسا

مومن ہی وہی جو کہ ہو ہر حال میں شاکر
گر یہ نہیں معمول تو ایمان ہی کیسا

راضی نہیں جو شخص نذیرؔ اسکی رضا پر
ناپاک وہ انسان مسلمان ہی کیسا

## ناشکری و تنگدلی

خدا کے رزق دینے پر جو اکتفا نہ کرے
سکونِ قلب کہیں بھی اسے ملا نہ کرے

جو اپنے عہد بلیٰ کا بشر وفا نہ کرے
جزائے خیر خدا بھی اُسے عطا نہ کرے

کسی غریب سے نیکی کا جس کو ہو نہ خیال
وہ اپنے ساتھ بھی نیکی کی التجا نہ کرے

وہ کیا ہی خوانِ کرم ہے جو عام تام نہ ہو
وہ کیا چراغ ہے جو ہر طرف ضیا نہ کرے

غنی وُہی ہے جو تنگی میں بھی ہو دل کا غنی
وہ کیا غنی ہے جو دستِ کرم کھڑا نہ کرے

کہیں گے کیا اُسے شیدائے صاحب لولاک
جو نعت خوانِ محمد پہ جاں فدا نہ کرے

خدا کسی کو کسی کا کرے نہیں محتاج
کسی کا دستِ نگر اپنے ماسوا نہ کرے



وہ اپنا شوق و محبت کرے ہمیشہ نصیب
کسی محبت فانی میں مبتلا نہ کرے

الٰہی جسکی کوئی بھی سُنے نہ چیخ و پکار
تو کیا وہ تجھ سے بھی اپنے لئے دُعا نہ کرے

تُوہی تو حافظ و ناصر ہے ہم غریبوں کا
بغیر تیرے کوئی حاجتیں روا نہ کرے

نذیرؔ اپنی غریبی میں ہو رہو سرشار
کسی امیر کا سائل تجھے خدا نہ کرے

عالم الغیب تو ہے اور کوئی نہیں
پاک بے عیب تو ہے اور کوئی نہیں

ہے یہ سب کچھ فنا مگر باقی
ایک کا ربّ تو ہے اور کوئی نہیں

## فریاد بجناب ربّ العباد

مُسلماں جو تھے اتّقا کرنے والے
بہ ہر حال یادِ خدا کرنے والے

خدا کیلئے کچھ حیا کرنے والے
شریعت پہ جانیں فدا کرنے والے

مصائب میں اپنوں کے ہمدرد و حامی
تو غیروں کے حق میں دعا کرنے والے

سوئے جا کے قبروں میں خاموش ہو کر
رہے پیچھے جور و جفا کرنے والے

گیا عدل و انصاف اہلِ جہاں سے
کدھر جائیں آہ و بکا کرنے والے

نہ عالم نہ واعظ نہ ناصح نہ عامل
اگر ہیں تو ہیں سب ریا کرنے والے

نہ عابد نہ زاہد ہیں جو بے ریا ہوں
نہ صوفی ہیں دل کو صفا کرنے والے

اگر علم ہے تو عمل کی کمی ہے
مداہن ہیں قاضی قضا کرنے والے

جو کہلاتے ہیں قوم کے آج لیڈر — نہیں وہ بھی خوفِ خدا کرنے والے
نہ اصلاحِ قومی سے کچھ اُن کو مطلب — ہیں اپنے لئے ہی گدا کرنے والے
نہ مرجھائے کیوں گلشنِ دین و ایماں — گئے دن وہ نشو و نما کرنے والے
ہوئے ایسے سامان دُنیا میں پیدا — جو ہیں اِک قیامت بپا کرنے والے
خیانت خیانت ہی ہر کام میں ہے — کہاں ہیں امانت ادا کرنے والے
نہ احسان کرنے کا مادہ کسی میں — نہ کچھ عاجزوں پر عطا کرنے والے
غریبوں کو کون آج پُوچھے جہاں میں — امیروں کو ہیں مرحبا کرنے والے
غرض ہو کسی سے تو خادم ہیں اُس کے — وگرنہ اسی کا گلہ کرنے والے
نہ نیکوں سے صحبت نہ نفرت بُروں سے — تعدی میں ہیں اِنتہا کرنے والے
خطا کر کے اس پر مُصر اور نازاں — نہ مانیں کہ ہم ہیں خطا کرنے والے
کریں عار چلنے سے حکمِ نبیؐ پر — خلافِ نبیؐ برملا کرنے والے
نہ مہر و محبت ہے اِک دوسرے سے — نہ باہم سلوک اقربا کرنے والے
نہ بچھڑے ہوؤں کو ملانے کی رغبت — ملوں کو ہیں اُلٹا جُدا کرنے والے
کیے عہد و پیماں تو سارا زمانہ — مگر کم ملیں گے وفا کرنے والے
تو ہے جانتا حال سب کا خدایا — بہت کم ہیں تقویٰ تیز کرنے والے
درندوں سی شکلیں نظر آرہی ہیں — یہ انساں ہیں عہدِ بلیٰ کرنے والے
کریں کیا بھلائی کی اُمید اُن سے — مُصیبت میں ہیں مُبتلا کرنے والے



الٰہی تو ہی ہے محافظ ہمارا — تجھی پر ہیں ہم اکتفا کرنے والے
ترے ماسوا کون ہے عاجزوں کا — ترے رحم کی ہیں رجا کرنے والے
بچالے حوادث زمانہ سے اُن کو — طلب ہیں جو تیری رضا کرنے والے
میں بیمار لاچار ہوں پُر خطا ہوں — شفا کر شفا اے شفا کرنے والے
ترے ہاتھ میں ہی شفا ہے ہماری — ہیں تیرے ہی سائل دوا کرنے والے
میں ان کیلئے اک مجسّم دُعا ہوں — جو میرے لئے ہیں دُعا کرنے والے

پذیرا امرِ حق کہنے پر جو خفا ہوں
وہ ہیں ذاتِ حق کو خفا کرنے والے

پڑا ہے اندھیر آج ایسا ہمارے ہمعصر بھائیوں میں — نہ جانتے ہیں حرام کیا ہے نہ جانتے ہیں حلال کیا ہے
نہیں ہے خوفِ خدا کسی کو نہ خوف روزِ جزا کسی کو — سمجھ میں آتا نہیں کہ اُن کے دلوں میں یا رب خیال کیا ہے

## بجنابِ رسالت مآب

ملازمانِ جنابِ تو نامدار انند — فتادگانِ بپائے تو شہسوار انند
بہ زیر سایہ سرائے تو ہر کہ جا گرفت — زجملہ عالم آباد و ذو وقار انند
میانِ ما و شما امتیاز یکحرف است — وگرنہ خادم و مخدوم ہمکنار انند
ترا سخا و مرا احتیاج گشت نصیب — چہ چارہ است کہ بیچارہ خاکسار انند
ہزار گونہ تلطف کنی اگر بر ما — کرم رسیدہ دگر بار خواستگار انند

زفیض خوانِ محمدؐ زمانہ زلّہ رباست | چہ خسرواں چہ گدایانِ روزگارانند

پذیرہ شعر و سخنہائے توبہ بازغ جہاں
چو نو بہار دمے چند یادگارانند

میرے محبوب ختم المرسلیں ہیں | جو فخر الاولین والآخریں ہیں
خدا بھی بخش دیگا مجھ گدا کو | مرے شافع شفیع المذنبیں ہیں

## ساقیٔ کوثر

اے ساقیٔ کوثر شاہِ عرب آباد ترا میخانہ رہے
سرشار رہیں میخوار ترے لبریز ترا پیمانہ رہے
آیا ہوں میں تیرے در پہ نبیؐ اک جام پلا دو پیارے نبیؐ
جسے پی کر تیری محبت میں یہ رند ترا مستانہ رہے
ترے آبِ حیات سے جیتا رہوں تو پلاتا رہے میں پیتا رہوں
کبھی اُترے نہ تیرا خمارِ کرم تیرے حُسن پہ دل دیوانہ رہے
تیرے مستو میں ہو مخمور رہوں تیری نظر میں ہو منظور رہوں
اِسی حالت میں ہو مسرور رہوں کوئی فکر نہ اپنا بیگانہ رہے
کر وایسی نگاہ حبیبِ خدا رہے ہوش نہ کوئی بھی تیرے سوا
ہو جاؤں میں ذات میں تیری فنا کوئی یاد نہ اور فسانہ رہے



تو ہی دل میں رہے تو ہی من میں رہے تو ہی جاں میں رہے تو ہی تن میں رہے
تو ہی سارے وجود و بدن میں رہے کچھ حاجت تیرے سوا نہ رہے
تیرے روضے کا پاک دیدار کروں تیرے قدموں میں جان نثار کروں
تیرے کوچہ میں میرا کاشانہ رہے تیری شمع کا روح پروانہ رہے
میرا حشر ہو تیرے غلاموں میں رہوں محو صلوٰۃ سلاموں میں
رہے خبر نہ تیرے بغیر کوئی کچھ فکر جزا و سزا نہ رہے
تیرے دستِ کرم کا ہو سایہ مجھے بس کافی ہے یہ سرمایہ مجھے
یہی دولت دو نو جہان کی ہے گر لطف و کرم شاہانہ رہے
ہے نذیر فقیر اسیر تیرا دل بستہ دامنگیر تیرا
پابند ہوں تیری محبت کا گو حال میرا رندانہ رہے

میرے سردار ہیں رسولِ کریم | میرے دلدار ہیں رسولِ کریم
روزِ محشر کا کیا مجھے ہے غم | میرے غمخوار ہیں رسولِ کریم

## ترانۂ عاشقانہ

چو نظر بمن کشاید محبوب دلنوازے | صد گونہ شکر گویم بہ ہزار ہا نیازے
شرفِ قدومِ جاناں چو مرا شود میسّر | از دیدہ فرش سازم بہ بہشہ حجازے
عمرم رسید آخر در جستجوئے وصلش | حالاست روزِ اوّل بشمار شاہ نازے

چہ خبر بہ خشک زاہد احوالِ دردمنداں — لذت چشیدہ باید ز کلامِ عشق بازے

امروز توبہ کردم ز عبادتِ ریائی — یک سجدۂ خشوعے بہتر ز صد نمازے

نہ شکست آرزویم بہ عتاب آبروئے — باشد کہ کارسازد آں یار کارسازے

اے یار بے مروت از حالِ من چہ پرسی — دارم بہ سینہ پنہاں صد سوز صد گدازے

گر عشقِ عاشقاں را در اختیار بودے — کے جاں نثار کردے محمود بر ایازے

از مردماں شنیدم کہ سفر گزید جاناں — دردا کہ وقت رفتن نہ کشود ہیچ رازے

دیدم بسبز قامت چو بسیر باغ رفتہ — ہر سرو سرنگوں شد بقدوم سرفرازے

در یک زباں نہ گنجد نالہ بذیر نالاں

باید بہ داستانم یک عرصۂ درازے

میرے آقا محمد مصطفٰے ہیں — میرے سرتاج خیر الانبیاء ہیں

چھوڑالیں گے مجھے روزِ قیامت — وہی ضامن میرے روزِ جزا ہیں

## آپکی قوت قدسیہ

رسولِ عربی خدا نے دُنیا کو ایسا اک رہنما دیا ہے
کہ وحشیوں کو بھی آ کے جسنے خدا کا بندہ بنا دیا ہے

نہ تھی خبر ہمکو کون ہیں ہم نہ جانتے تھے کہ کیوں بنے ہیں
تمام مطلب اُسی نے آ کر بتا دیا ہے سُنا دیا ہے



گڑھے میں پڑ کر جہالتوں کے بخوابِ غفلت سوئے پڑے ہیں
وہ ایسا آیا کہ ساری دُنیا کو آ کے یکدم جگا دیا ہے!

دِلوں کے اندھے بتوں کے بندے سمجھ کے کورے عمل کے گندے
جو بھٹکے پھرتے تھے دربدر پر خُدا سے اُن کو مِلا دیا ہے

عرب میں لبریز کاوشوں کا جو ایک پیمانہ چل رہا تھا
مئے عداوت چھوڑا کے سب کو شرابِ اُلفت پلا دیا ہے

تمام راہیں بناوٹی جو جُدا جُدا تھیں مٹا کے سب کو
خدا کے مِلنے کا ایک ہی گر خدا کی وحدت بتا دیا ہے

نہ چھوڑی حاجت کوئی بھی باقی کسی نبیؑ کی نہ اُن کے دیں کی
بغیر اپنے تمام نبیوں کو آ کے اُسنے سُلا دیا ہے

تمام مذہب تمام مِلت تمام ادیانِ سابقہ کو
چھوڑا کے دینِ محمدی نے ہر اک کا دفتر اُٹھا دیا ہے

کتابِ موسیٰؑ کتابِ عیسیٰؑ کتابِ داؤدؑ سب صحیفے
کرا کے متروک سب کو اُس نے بس ایک قرآں پڑھا دیا ہے

کمال یہ ہے کہ ایک اُمیؐ لقب نے بیکس یتیم ہو کر
تمام عالم میں اپنا سِکہ جما دیا ہے چلا دیا ہے

نہ چھوڑ سکتے تھے جو بتوں کو نہ ترک کرتے تھے تبکدوں کو

اُٹھا کے سر اُن کا بھی بتوں سے خدا کے آگے جھکا دیا ہے

بڑے بڑے جو رشی بتوں کے گھر و مندر میں سنکھیں بجا رہے تھے

ہٹا کے ناقوس اُن کے مُنہ سے مؤذّن اپنا بنا دیا ہے

مجوس جنکو بغیر آتشکدوں کے کوئی نہ تھا ٹھکانا

مصاحب اپنا بنا کے انکو سب آتشوں سے بچا دیا ہے

نہ چھوڑا کوئی امیر باقی نہ چھوڑا کوئی فقیر باقی

پیام اپنے خدا کا سب کو سُنا دیا پہنچا دیا ہے

جو ہولِ محشر عذاب، دوزخ تمام واعظ سُنا رہے ہیں

شفیعِ اُمت کی پیروی نے وہ سارا کھٹکا مٹا دیا ہے

بجا ہے اس پہ ناز ہمکو تمام قوموں کو جب خدا نے

حبیب اپنا بلا کے ہمکو ہمارا رتبہ بڑھا دیا ہے

---

مرے قبلہ نبیؐ خیر الوریٰ ہیں

مرے کعبہ وہ محبوب خدا ہیں

اُنہیں کے در کا میں بھی اِک گدا ہوں

میرے مولیٰ محمد مجتبیٰ ہیں



# ایضاً

محمدؐ وادیٔ ظلمت میں بنکر آفتاب آیا — شب تاریک کفرستان میں احمدؐ ماہتاب آیا

زمانہ ہو چکا تھا برطرف راہِ ہدایت سے — خدا کا برگزیدہ ہادیٔ راہِ صواب آیا

پُرانا ہو گیا تھا نخلِ ایماں باغِ دُنیا میں — بڑھاپا دیکھنے کے بعد پھر دورِ شباب آیا

کوئی مدہوشِ غفلت تھا کوئی سرشارِ نخوت تھا — لگا ہر اک سنبھلنے جب نبیؐ صاحب کتاب آیا

مدینہ اور مکہ بستیاں تھیں بُت پرستوں کی — مقدس ہو گئیں جب المبیں وہ عالیجناب آیا

وہ آیا دُور کرنے رنج و زحمت اہلِ دُنیا کی — خدا سے رحمۃ للعٰلمین جسکا خطاب آیا

بد سے بدتر گنہ گو بھی لگی اُمید بخشش کی

شفاعت کیلئے جب شافع یوم الحساب آیا

شفیع المذنبیں جب آپ ہیں روزِ قیامت کے — تو ہیں سر پر مرے بھی بوجھ عصیاں کی علامت کے

گنہگاران اُمت کی کرینگے جب شفاعت وہ — تو ہم بھی نام لیوا ہیں اُسی حضرتؐ سلامت کے

# اِلتجاء

منم کمینہ گناہگارم — رسُولِ اکرم رسُولِ اکرم

بغیر تو شافعے ندارم — رسُولِ اکرم رسُولِ اکرم

بہ آستانِ تو سر نہادم — مراں مرا بر درت فتادم

کہ خاکپائے تو خاکسارم — رسُولِ اکرم رسُولِ اکرم

تو ئی شفیع گناہگاراں | تو ئی وسیلہ سیاہ کاراں
منم بہ رحمت تو خواستگارم | رسولِ اکرم رسولِ اکرم
رؤف ہستی رحیم ہستی | کرم بفرما کریم ہستی!
کہ سخت محتاج و نابکارم | رسولِ اکرم رسولِ اکرم
پذیر پرعیب پرخطائم | کمال بدکار و ناسزائم
بہ بارگاہِ تو شرمسارم | رسولِ اکرم رسولِ اکرم
مرے ہاتھ میں دامن آپکا ہے | خدا نے ہاتھ میں یہ دیا ہے
نہ میں چھوڑوں نہ آپ اسکو چھڑائیں | فقط اتنا ہی میرا مدعا ہے

## ساقی نامہ

پلا ساقیا مجھکو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

کوئی حسرت دل نہ باقی رہے | نہ باقی ہوس جام و ساقی رہے
رہے تو وہی اک ملاقی رہے | کہ ہے جس کے دم سے مرے دم میں دم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

بغیر اس کے جتنی تمنائیں ہیں | وہ مٹ جائیں جو دائیں ہیں بائیں ہیں



نفس بوالہوس کی جو ارجائیں ہیں | وہ ہو جائیں سب کالعدم یک قلم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

نہ ہستی کی خواہش نہ ہستی رہے | نہ فکرِ بلندی و پستی رہے
فقط حق پرستی کی مستی رہے | کہ جس کی طلب میں ہوئی پشت خم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

یہی جستجو ہے یہی آرزو | کہ ہو جاؤں مخمور در ذکرِ ھُو
گذر جاؤں ہستی سے بہ خمارِ او | جو مٹ جائیں سب رنج و درد و الم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

نہ سکرات کا کچھ رہے دل میں ڈر | نہ کچھ جان کندن کا خوف و خطر
نہ حرکات سکنات کی کچھ خبر | نہ جنّت کی فرحت نہ دوزخ کا غم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

مکاں ہو مری روح کا لامکاں | کہ لاہوت کا مرتبہ ہو وہاں
رہوں محو بحرِ فنا جاوداں | نہیں گنج رحمت الٰہیہ سے کم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

یہ دُنیائے دُوں دار الآلام ہے | کسی کو نہ سُکھ ہے نہ آرام ہے
جسے کوچ ہر صبح ہے شام ہے | بڑا قافلہ ہے ندیم ندم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

جہاں میں ہزاروں سلاطیں ہوئے | سرافرازِ دولت اداکیں ہوئے
زبردست ہو ہو کے زیریں ہوئے | نہ کام آئے آخر وہ جاہ و حشم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

یہیں رہ گئے منصب تاج و تخت | سپہ رُعب افواج و اقبال و بخت
گیا ساتھ کچھ بھی نہ دُنیا کا رخت | چلے ہاتھ خالی بسوئے عدم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

رہے نام نیکی بدی کا یہاں | نہ فرعونِ ستم! عدلِ نوشیرواں
رہا اور کچھ بھی نہ باقی نشاں | نہ تختِ سلیماں نہ ہے جامِ جم

پلا ساقیا مجھکو جامِ کرم



کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

پڑا ہے یہ گنہگار و بدکار ہے: | خدایا ترا رحم درکار ہے
تری ذات ستّار و غفّار ہے | بنادے وسیلہ شفیع الامم

پلا ساقیا مجھ کو جامِ کرم
کہ جس سے چلے جائیں سب فکر و غم

نہ پایا چین عدم سے وجود میں آکر | نہ دیکھا کچھ بھی جہاں کا شہود میں آکر
قیام کرنا یہاں بھی نصیب میں نہ ہوا | نہ سر جھکایا رکوع و سجود میں آکر

## نگاہِ حسرت

آتی تھی کبھی بوئے وفا تیرے چمن سے | اک دور نیا چلتا تھا ہر گل کے دہن سے
دیتی تھی صبا آکے نئے جامِ تبسّم | پُرکیف و طرب لاکے خُمِ باغِ عدن سے
ہو جاتے تھے گل مست مئے جوشِ خودی میں | گلچیں کا نہ کچھ خوف نہ ڈر رنج و محن سے
شبنم کی گہرباری کا اک نور الگ تھا | سب ظلمتیں اُٹھ جاتی تھیں غنچوں کے دہن سے
طائر بھی ثناخوان و شجر شاغلِ تسبیح | ہر شاخ پہ اک وجد تھا بلبل کے سخن سے
ہر برگ پہ نورانگی اک چھائی ہوئی تھی | گل لالہ و گل نرگس و گل سرخ و سمن سے
کرتے تھے ملائک بھی طواف آکے گلوں کا | جنّت کو بھی اک ناز تھا اس حسنِ چمن سے
جب دیکھتے تھے انجمِ گردوں بھی نظارہ | چھپ جاتے تھے شرماتے ہوئے چرخِ کہن سے

عشاق کبھی آتے تھے پروانوں کی مانند
فارس سے یمن بصرہ و حبش چین و ختن سے

اے کاش کہ وہ دُور ہُوا دَور یکایک
جب قافلوں کا دَور تھا ہر ایک وطن سے

وہ رونقیں وہ چہچہے وہ ڈارِ عنادل
وابستہ تھی ہر چیز گلِ ناز کے مَن سے

پژمردہ ہیں مرجھائے ہوئے برگ و شگوفے
اب بوئے وفا آتی ہے اغیار کے بَن سے

ہے چشم بِرہ نرگسِ حیران و پریشاں
لالے کو سیاہ داغ ہے سینے کی جلن سے

کوکو کی جو فریاد ہے قمری کی زباں پر
کہتی ہے گیا لطفِ چمن زاغ و زغن سے

حسرت کی نگاہوں سے یہ رکھتا ہوں تمنّا
پہنچا دے مری آہ کوئی شاہِ زمن سے

اک بار تو پھر موج دکھا بادِ بہاری
ہوں بلبلیں قربان گلِ ناز کے تن سے

کچھ سوچ پذیر آج تو ہے کس سے مخاطب
باتیں ہیں تری آہ مگر گور و کفن سے

## دیارِ عرب

جہاں کا مطلعِ انوار ہے دیارِ عرب
ہمارا نور الابصار ہے دیارِ عرب

وہ ملک جسمیں خدا کا بھی گھر مقدّر تھا
ازل سے طالعِ بیدار ہے دیارِ عرب

وہ ملک جس پہ مَلک بھی صحیفہ خواں ہوئے
شہِ حجاز کا دربار ہے دیارِ عرب

وہ آفتابِ رسالت کا جلوہ گاہ بنا
کہ جسکی کرنوں کا بازار ہے دیارِ عرب

تمام ملک جو روئے زمیں پہ ہیں آباد
وہ سارے ملکوں کا سردار ہے دیارِ عرب



وہ جسکے خطّہ میں جلوہ فروز ہیں حرمین
جبھی تو قابلِ دیدار ہے دیارِ عرب

اسی سے رخصت پہلے ہوا بتوں کا راج
وہ پہلا مرکزِ ابرار ہے دیارِ عرب

اسی میں گونج اٹھا پہلے نعرۂ تکبیر
خدا کا پہلا پرستار ہے دیارِ عرب

اسی کے وسط سے نکلی اذان کی آواز
مؤذّنوں کا علمدار ہے دیارِ عرب

اسی سے چشمۂ اسلام پھوٹ کر نکلا
وہ حق کا منبعِ اظہار ہے دیارِ عرب

خدا کے بندوں میں جنّت بھی جب ہوا تقسیم
تو سب سے پہلے کا حقدار ہے دیارِ عرب

پیمبر آئے تو اسمیں رسول بھی اس میں
رہا ہے وحی کا اکثر نزول بھی اسمیں

وہ یاد آتا ہے عاجز کو جب دیارِ عرب
تو اختیار میں رہتی نہیں پکارِ عرب

طواف کرتا ہے آنکھوں کے آگے نظارہ
جو دیکھ آئی ہیں دربارِ نور بارِ عرب

وہ گھر خدا کا جو سارے جہاں میں ہے یکتا
کہ جس کے واسطے دنیا میں ہے وقارِ عرب

وہ برقعہ پوش ہمیشہ حجاب میں ہی رہے
کہ بے حجاب نہ ہو جائیں گلعذارِ عرب

نہ کوئی ثانی خدا کا نہ اسکے گھر کا کوئی
نہ اس کا جسکو بنایا ہے تاجدارِ عرب

وہ صبح گاہ اذانیں وہ دلکشیں آواز
وہ لہجے قرأت پر کیف پر خمارِ عرب

وہ صحن بیتِ خدا اور وسعتِ زیبا
وہ اردگرد کے کمرے ستون منارِ عرب

وہ حلقۂ حضوری جائے طواف قندیلیں
وہ چھت خانۂ کعبہ وہ پہرہ دارِ عرب

مقامِ ابراہیم اور وہ حجرِ اسماعیل
وہ حرمِ پاک کے کنکر حریر وارِ عرب

وہ غیر ذی زرع زمینِ حرم کی آبادی
وہ آبِ زمزم و سوغاتِ ہاضم دارِ عرب

وہ سر برہنہ صحرا وہ وادیٔ بطحا
وہ جبلِ نور جو اک طور ہے دیارِ عرب

وہ جبلِ نور کا منظر ابو قبیس کی سیر
صفا و مروہ کی وہ سعی وہ قرارِ عرب

وہ سیرگاہِ منیٰ اور اُسمیں اپنا نزول
رمی جمار کی رونق وہ دوستدارِ عرب

وہ یومِ عرفہ وہ عرفات و مسجدِ نمرہ
وہ جبلِ رحمت اور اسکے کاردارِ عرب

کبھی تو پھر بھی خدا وہ مقام دکھلائے
نہ جائے حرص یہ جبتک کہ جاں نکل جائے

مرے وجود میں اتنا ہے کیوں پیارِ عرب
وہاں ہے خوبوں کا سردار اک نگارِ عرب

اسکی خاکِ قدم سے عرب کو شان ملا!
اسی کا صدقہ ہے دنیا میں افتخارِ عرب

اسی کے نام کی برکت سے نامدار ہوا
اسی قیام پہ قائم ہے سب مدارِ عرب

اسی کی ذرہ نوازی سے سر اُٹھا چمکا
وگرنہ سر بگریباں تھا افتقارِ عرب

مدینہ ایک یہودوں کی چھوٹی بستی تھی
کہ جس کو یثرب کہتا تھا کل دیارِ عرب

حبیبِ پاک کی آمد سے وہ مدینہ ہوا
بڑھا یا جس نے جہانوں میں اقتدارِ عرب

کشاں کشاں ہے محبت اسکی عالم میں
اُسی ضیا کے ہیں پروانے خواستگارِ عرب

ہزار رنج و مصیبت اُٹھا کے جاتے ہیں
گلوں سے بڑھ کے سمجھتے ہیں خارزارِ عرب

نہ رہزنوں کا کوئی ڈر نہ جان کا خطرہ
دیوانہ وار چلے جاتے ہیں دیارِ عرب

کشش اسی کی کہیں ٹھہرنے نہیں دیتی
اگرچہ یاد ہیں وہ شوخ راہ مارِ عرب



مگر خیال ہمیشہ وہی ہے دامنگیر
کہ ہوتا پھر بھی کبھی فرشِ رہگذارِ عرب

وہ راہ یثرب اور اسکی جادہ پیمائی
وہ منزلوں پہ نزول اور راہ وارِ عرب

وہ قافلوں کا اُترنا وہ پھر سوار ہونا
وہ قہوے خانے سرِ راہ دوکاندارِ عرب

وہ سائلوں کی قطاریں وہ جمگھٹے اُنکے
وہ ذو وقار ہیں شاہوں سے خاکسارِ عرب

وہ گنجِ ریت کے ٹیلے وہ چمک ریگستان
وہ پاسبان سیاہ پوش کوہسارِ عرب

وہ سبز پوش کھجوریں بہشت کی حوریں
وہ زیورات کے خوشے خوشا ثمارِ عرب

وہ اعتدالِ موسم وہ باغِ نخلستاں
خزاں کے حملوں سے آزاد وہ بہارِ عرب

وہ دن کی تابشِ سورج وہ راتکی ٹھنڈک
پہاڑی جھونکے ہواؤں کے خوشگوارِ عرب

وہ میٹھی میٹھی زبانِ عرب کی گویائی
وہ شان و شوکت و عزت وہ انکسارِ عرب

وہ خوش لباس و لارا وہ مشلح اور عقال
وہ زیب و زینت و سامان و نکھارِ عرب

ہر اک طرح کی آرائشیں کشش اندوز
وہ عربی گھوڑے سواری کے وہ سوارِ عرب

وہ جمل اور وہ جمال وہ قطاروں کے رنگ
وہ تیز گام سفر کش عجب حمارِ عرب

وہ شغدفوں کی سواری وہ شبرلونکے مزے
وہ بدوؤں کا اُلجھنا جو تھے گنوارِ عرب

وہ گردِ راہ جو سرمے کا کام دیتی تھی
پڑے جب آنکھوں میں اُڑتی ہوئی غبارِ عرب

وہ نیم شب کی حُدی خوانی ساربانونکی
کہ جس سے اُونٹ بھی ہو جاتے مستوارِ عرب

وہ کتنی دور سے روضے کا رونما ہونا
فدا ہوں جسپہ دل و جاں سے جاں نثارِ عرب

کبھی وہ جلوہ دکھانا کبھی چھپا لینا
یہی ہے شیوہ حسن و جمال یارِ عرب

وہ سر بلند و سر افراز گنبدِ اخضر
وہ خواب گاہ دِل افروزِ شہسوارِ عرب

پہنچنا مر کے وہ محبُوب کے دوارے پر
وہ استراحت فرما ہوں شہریارِ عرب

نہ بول سکنا کہ ہو کچھ وہاں بلند آواز
خلافِ شرطِ ادب ہے بہ اعتبارِ عرب

وہ چُپکے چُپکے سے کر لینی آستان بوسی
وہ جبہ سائی جو سجدوں میں ہے شعارِ عرب

وہ اشکباری وہ وِیدوں کی آبریزی سے
دُہلے نہ جائیں گنہ تو ہے کیا پیارِ عرب

وہ حرم مسجدِ نبویؐ وہ منبر و محراب
وہ جالیِ روضہ کی وہ رَوضہ سنگارِ عرب

وہ پانچ باب وہ پانچوں منار سقف و ستون
وہ جھاڑ اور وہ فانُوس چمکدارِ عرب

وہ فرش اور وہ قالین چار دیواری
وہ سارا گلشن و گلزار گل نگارِ عرب

وہ قبلتین وہ مسجد قبا وہ گرد و نواح
وہ بیر خاتم وہ نہر آبشارِ عرب

تمام مسجدیں یثرب کی اور پاک مقام
بقیع اور جو اسمیں ہیں سب مزارِ عرب

وہ جبلِ اُحد وہ اُسکی ہر اک زیارتگاہ
مزارِ حمزہؓ و شہدائے کارزارِ عرب

گواہ ہونگے قیامت کو میری زاری کے
کہ یہ غریب بھی ادنٰے سا ہے شکارِ عرب

رجا ہے آپ بھی میرے لئے شہِ کونین
کرینگے چارۂ بخشش وہ چارہ کارِ عرب

زہے نصیب کہ فرمائیں وہ زراہِ کرم
بذیر کچھ بھی نہ کر غم کہ تیرے ساتھ ہیں ہم



# ٹوپی

ایک دِن عربی ٹوپی پہنے ہوئے کمترین جا رہا تھا کہ ایک ہیٹ پوش نے دیکھتے ہوئے مُسکرا کر کچھ تمسخر اُڑایا جسکو وہیں کھڑے کھڑے یہ جواب دیا گیا

پھبتی ہے مجھے عرب کے سُلطان کی ٹوپی
یا اور کسی شاہ مُسلمان کی ٹوپی!

داؤد کی ایوبؑ کی یعقوبؑ و یُوسف کی
دارا کی سکندر کی سُلیمان کی ٹوپی

بصرہ کی ہو بغداد کی یا مُلکِ یمن کی
اور شام کی یا مصر کی کنعان کی ٹوپی

رُومی ہو کہ ترکی ہو سمرقندی بُخاری
ایران کی یا مُلکِ خراسان کی ٹوپی

افغانی ہو ہمدانی ہو شیرازی و مُشقی
ہر اک سے حجازی ہی بڑے شان کی ٹوپی

پہنا ہے جسے سرورِ کونین نے سر پر
کیا اِس کے برابر ہے کسی خان کی ٹوپی

انگلینڈ کی اٹلی کی ہو یورپ کی کہ رُوسی
پولینڈ کی یا جرمن و جاپان کی ٹوپی

افریقہ کی امریکہ کی کلکتہ و زنگوں کی
لکھنئو کی ہو دِھلی کی کہ مُلتان کی ٹوپی

سب ہیچ ہیں اُس صاحبِ لولاک کے آگے
جسکو ہے ملی عرش کے ایوان کی ٹوپی

گِر جاتے ہیں سب تاجِ جہاں تاجوروں کے
جب دیکھتے ہیں اِس شہِ خوبان کی ٹوپی

قدسی بھی سر دُھنتے ہیں تسبیح سراہیں
کیا اعلٰی ہے اُس مظہرِ سُبحان کی ٹوپی

شاہانہ کلاہوں سے فقیرانہ ہے بہتر
مِل جائے اگر آپ کے آل کی ٹوپی

رکھا ہی جسے آپ کے خدام نے محبُوب
صدیقؓ و عمرؓ حیدرؓ و عثمانؓ کی ٹوپی

برتر ہے ہر اک مملکت و تاجوری سے
سلمانؓ و بلال اور وہ حسّان کی ٹوپی

کیا سمجھوں میں اس ٹوپی کو جو آگ کا گھر ہو — قلیان کی ٹوپی ہے کہ شیطان کی ٹوپی
سر ڈھانپنے کو بس ہے فقط سترِ الٰہی — ملجا ہے جو اللہ کے غفران کی ٹوپی

پرواہ نہیں زیبائشِ دُنیا کی پذیراب
جنت کے لئے کافی ہے ایمان کی ٹوپی

## مقامِ فنا

ہم نے ہر پہلو سے یہ باغِ جہاں کا دیکھا — اس کے ہر برگ پہ اک دورِ خزاں کا دیکھا
دیکھ کر بادِ صبا غنچوں کو یہ کہتی تھی — جاذبِ نورِ خدا قلبِ مسلماں کا دیکھا
ورنہ بے سود ہیں دُنیا کی اُمنگیں ساری — کرمِ شب تاب سا ضو گلبنِ خنداں کا دیکھا
چند روزہ جو کسی گل پہ بہار آتی ہے — ساتھ ہی دورہ مگر گردشِ دوراں کا دیکھا
کوئی بھی چیز فنا سے نہ مُبرا دیکھی — جسکو دیکھا وہی اک بلبلۂ طوفاں کا دیکھا
پردۂ کتم سے ہر اک جو عیاں ہو نکلا — سب پہ عنواں کسی لحظے کے مہماں کا دیکھا
عالمِ احباب بھی بازیچۂ اطفال ہے گویا — آج ہے آباد تو کل منظرِ ویراں کا دیکھا
کوئی صورت کہیں آرام کی آئی نہ نظر — ہر طرف شور بپا آہ و فغاں کا دیکھا
نقش بر آب ہے جو کچھ بھی ہے اس دُنیا میں — ایک ہی رنگ ہر شہر و بیاباں کا دیکھا
آ گئی لہر قضا جبکہ مٹانے کو تو پھر — جامِ جمشید نہ وہ تختِ سلیماں کا دیکھا
یوں تو ہر چیز پہ غلبہ ہے بنی آدم کا — وقتِ اجل پر نہ کچھ حضرتِ انساں کا دیکھا



دیکھتے دیکھتے لاکھوں ہی نہ خاک ہوئے — پھر نہ کچھ کھوج کسی پیر و جواں کا دیکھا

ہاں مگر نزدِ خدا ابدالآباد پذیر
قدر دیکھا تو فقط کاملِ ایماں کا دیکھا

نہ زندگی کی خوشی ہے نہ موت کا غم ہے — کہ دونوں چیزوں کی میعاد بس کوئی دم ہے
نہ یہ ہمیشہ رہیگی نہ وہ ہمیشہ رہے — فضول عارضی شادی فضول ماتم ہے

## فنا در فنا

سناؤں کیا صدائے دل — پکارے ہائے ہائے دل
رہے نہ ہمنوائے دل — جو اپنے دل نواز تھے
چلے گئے چلے گئے — مجاز ہی مجاز تھے
حقیقت آفریں نہ تھے — وہ نقش دلنشیں نہ تھے
مقیم جاگزیں نہ تھے — حبابِ جاں گداز تھے
چلے گئے چلے گئے — مجاز ہی مجاز تھے
جہاں بھی ایک کھیل ہے — فنا کی داغ بیل ہے
مصیبتوں کی جھیل ہے — یہ سانس برق انداز ہے
چلے گئے چلے گئے — مجاز ہی مجاز تھے
رہا نہ کوئی بادشاہ — نہ تاج و تخت و بخت و جاہ

نہ فوج لشکر و سپاہ
چلے گئے چلے گئے
نہ شاہی وہ عمارتیں
امیروں کی امارتیں
چلے گئے چلے گئے
جو سَر تھے کِبر بل گِرے
بہت اُچھل اُچھل گِرے
چلے گئے چلے گئے
جہاں تھے ہاتھی جھومتے
وہاں ہیں بوم گھومتے
چلے گئے چلے گئے
نہ شکلیں رُعب ناک ہیں
وہ آج مُشتِ خاک ہیں
چلے گئے چلے گئے
کہاں گئیں وہ ہستیاں
نہ وہ رہے نہ مستیاں
چلے گئے چلے گئے

جوان کے جنگ باز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
وزیروں کی وزارتیں!
غرور کے جو ساز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
لحد میں خان چپل گرے
نکمّے وہ اعزاز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
غلام قدم چومتے
جہاں پہ بجتے ساز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
نہ حیثیت ہی چالاک ہیں
کبھی جو سرفراز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
لبھا گئے وہ بستیاں
نہ ان کے جو انباز تھے
مجاز ہی مجاز تھے



ہزاروں مہ جبیں ہوئے
وہ ایسے گم کہیں ہوئے
چلے گئے چلے گئے
نہ شمع رُو گروہ رہے
نہ یہ رہے نہ وہ رہے
چلے گئے چلے گئے
نہ گُل نہ گلستاں رہے
نہ پنچھی نغمہ خواں رہے
چلے گئے چلے گئے
نہ محفلیں نہ مجلسیں
نہ اُلفتیں محبتیں
چلے گئے چلے گئے
ہزاروں ہُنر مند ہوئے
ہزاروں خود پسند ہوئے
چلے گئے چلے گئے
ہزاروں خوش قلم ہوئے
وہ سب ہی کالعدم ہوئے

حسین نازنیں ہوئے
نہ وہ نہ اُن کے ناز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
نہ اُن کے وہ شکوہ رہے
جو اُن کے دید باز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
نہ شور بُلبلاں رہے
جو لگتے خوش آواز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
نہ وہ پُرانی سنگتیں
نہ وہ جو اہل راز تھے!
مجاز ہی مجاز تھے
ہُنر میں سر بلند ہوئے
ہزاروں فتنہ باز تھے
مجاز ہی مجاز تھے
جو اِک سے اِک اتم ہوئے
زہے رقم طراز تھے

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

کما کما کے مر گئے
بنا بنا کے دھر گئے

کہاں گئے کدھر گئے
جو حرص میں مُمتاز تھے

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

وہ سارے مُنہ چھپا گئے
تہِ زمیں سما گئے

نشاں بھی مِٹ مِٹا گئے
نشیب با فراز تھے

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

نہ اُن کے مال و زر رہے
نہ گھر یہ اُن کے گھر رہے

نہ ان کے کرّ و فر رہے
نہ طرّے جو دراز تھے

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

نہ وہ گذشتہ دور ہیں
نہ باقی اگلے طور ہیں

وہ اور تھے یہ اور ہیں
یہ ناز وہ نیاز تھے

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

نہ اگلے سخن ور رہے
نہ مرد با اثر رہے

نہ ان کے بال و پر رہے
جو صاحبِ پرواز تھے :

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

نہ رُومی ہیں نہ جامی ہیں
نہ حافظ و نظامی ہیں



نہ سعدی جیسے نامی ہیں
جو مایۂ شیراز تھے

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

رہے نہ دلپذیر بھی
نہ اُن کے نکتہ گیر بھی

چلے گئے صغیرؔ[1] بھی
جو ہمرہِ حجاز تھے

چلے گئے چلے گئے
مجاز ہی مجاز تھے

سُورجِ زندگی است نزدِ غرُوب
دورِ شب عنقریب مے آید

کُلفتِ ہجر دُور خواہد بُود
قریبِ وصلِ حبیب مے آید

# چند روزہ دُنیا

دُنیا است چند روز دوامی مقام نیست
ایں ساحل است و ساحلِ جائے قیام نیست

چندیں ہزار آمد و چندیں ہزار رفت
کس را دریں دیارِ بقائے دوام نیست

بفریبِ زیب و زینتِ دنیائے دُوں مساز
ایں است دارِ فانیٔ و دار السلام نیست

سفرِ طویل ہست بہ پیشِ تو اے عزیز
از بہرِ زادِ راہِ تو ہیچ انتظام نیست

در دامِ حرص ہمچو مگس چوں فتادہ
انجام ایں ہوا و ہوس شادکام نیست

صد لعل بے بہا است بکیسہ وجود تو
او را مکن تباہ کہ مالِ حرام نیست

گر صد ہزار سال کسے عیش میکند
آخر فنا شود کہ بفوتش کلام نیست

در راہِ دیں بکوش کہ جنّت براہ اوست
تو غُلام او مباش کہ دینی غلام نیست

[1] حاجی خدا بخش صاحب صغیرؔ جنیوٹی بچپن سے دوست اور رفیقِ حج تھے۔ ۱۲ دلپذیر

آسائشِ دو روزہ و متاعِ فنا فخر  چیزے خرید کن کہ بدو احتشام نیست
اے خود پرست خدمتِ خلقِ خدا بگیر  فرضِ تو محض خشک صلوٰۃ و صیام نیست
صائم ہزار غیبت روزانہ میکند  چہ شود اگر نصیبش آب و طعام نیست

ایں سیر گاہِ خواب و خیال است دلپذیر
دُنیا سرائے ماندنِ ہر خاص و عام نیست

بچھایا جال ہی ایسا شریر دُنیا نے  کہ کر لیا ہر اک کو اسیر دُنیا نے
کوئی امیر و فقیر اس سے بے اثر نہ رہا  نہ چھوڑا کوئی صغیر و کبیر دُنیا نے

# کُوچ در کُوچ

یہاں سے کُوچ تو ہر صبح و شام ہوتا ہے  ہمارا دیکھئے کتنا قیام ہوتا ہے
نزُولِ منزلِ راہ ہے کوئی دَم کے لئے  نہ یہ مقام مقامِ دوام ہوتا ہے
نویدِ زندگی ماتم کا ایک قاصد ہے  دَمِ حیات اَجل کا پیام ہوتا ہے
یہ خوابِ غفلت اور رات منزلِ ہجراں  شبِ فراق تو سونا حرام ہوتا ہے
پہنچ گئے ہیں ٹھکانے یہ قافلے والے  تیرا تو رہ میں ہی قصّہ تمام ہوتا ہے
نہ تیرے دل میں محبّت نہ پاؤں محنت کش  تجھے یہ بیٹھنا کیسے بکام ہوتا ہے
نہیں یہ شیوۂ شیدائے منزلِ مقصود  محن کشیدہ ہی فائزِ مرام ہوتا ہے
نہ ہے نصیب نہ ہے انکی بخت بیداری  کہ جن سے آپ خدا ہمکلام ہوتا ہے



مِلا ہے انکو وہ جامِ کرم جہان نماء  کہ جنکا سائل جم کا بھی جام ہوتا ہے
خدا کے در کی غلامی میں بن گئے وہ شاہ  خدا کا مُلک بھی ان کا غلام ہوتا ہے
تجھے بھی اس نے بنایا تو تھا شرف کیلئے  مگر تو آپ ذلیلِ انام ہوتا ہے
پیاس جامِ بقا ہی تو کچھ تو کر کے دکھا  کئے بغیر نہ کوئی بھی کام ہوتا ہے
اگر ہی نام کی خواہش تو نیک کام سے ہو!  کہ پیچھے نیکی بدی کا ہی نام ہوتا ہے

پذیر یہ تو سراء ہے مُسافروں کیلئے
کِسی کا کوچ کِسی کا مقام ہوتا ہے

# بزمِ گُل

اے عندلیب گل کی خموشی پہ تُو نہ رو  وہ ہنستا ہے دیکھ تو اسکی بہار کو
حیراں ہے وہ تو آپ بھی اپنی بہار پر  جو آج آب و تاب ہے کل ہو کہ یا نہ ہو
خاموشی و تبسم دونوں کی ہے پکار  یہ تازگی یہ رونق کب تک ہے بلبلو
اس فکر میں ہی انکا ہوا سینہ چاک چاک  سینا بھی جنکا ہو نہ سکے اک نہیں دو
تازہ بہار اسکی ہے مہمان چند روز  پھر تیرا ہمنشیں کوئی اور ہو نہ ہو
ہے اِس کا بھی تبسم یہ کہہ رہا تجھے  کچھ روز کی بہار غنیمت ہے لوٹ لو
نغمہ سرائی تیری یہ اِک نوحہ خوانی ہے  اِسکی خموشی کہتی ہے خاموش ہو ہو
نادان اتنا شور تو کرتی ہے کس لئے  حسن و فا نہ دیکھو اسے اپنا دِل نہ دو

گلچیں کی دست و برد کا کھٹکا نہ ہو اگر
اس بزمِ گل کے پیچھے خزاں کا بھی دور ہے
ماتم سرا سا ہوگا یہ اُجڑا ہوا چمن

پھر جو بھی جی میں آئے بڑے شوق سے کرو
رونق نہ یہ رہیگی نہ یہ تازگی نہ شو
دیتے ہیں جو تسلیاں وہ ہیں دروغگو

دُنیا کی یہ بہار تو سب دیکھ لی پذیر
کچھ آخرت کے واسطے بھی ساتھ لیچلو

بُلبلِ رُوح کبھی عرش کے ایوان میں ہے
نغمۂ تفریح کبھی گاتی ہے آزادی سے

اور کبھی فرشِ زمیں خاکی کے بُستان میں ہے
اور کبھی نالہ کناں نفس کے زندان میں ہے

## ہر کمال کو زوال

سپہرِ دہر پہ تاباں جو مہ جبیں دیکھے
طلوع انکا بھی دیکھا عروج بھی دیکھا
نہ آئی کوئی خبر رفتگانِ عقبیٰ کی
ہر اک کمال کو آخر زوال میں دیکھا
نہ کوئی بالہ نشیں ہے نہ سرفراز کوئی
کوئی بھی گردشِ دوراں سے واگذار نہیں
رہے نہ ناز نہ انداز ناز والوں کے
کبھی تو تو بھی سنبھل جا تا اے دلِ نالاں

وہ غائب ہوتے بھی ہم نے تہِ زمیں دیکھے
مگر عروج کے ایّام خواب گیں دیکھے
وہ گم ہوئے کہیں ایسے کہ پھر نہیں دیکھے
جو بہترین کبھی تھے وہ کمترین دیکھے
زمیں پہ گرتے ستارے فلک نشیں دیکھے
کہیں کے شاہ بھٹکتے کہیں کہیں دیکھے
بخاکِ گور ہم آغوشِ نازنیں دیکھے
ترے خیال بھی ہیں کچھ عجب تریں دیکھے



پذیر جو کہ حقارت سے دیکھتے تھے تمہیں
وہ خود حقیر بھی ہوتے ہوئے یہیں دیکھے

غنودگی ہے قواؤں پہ آج چھائی ہوئی
نہیں یہ سانس مگر ایک کو س حلت ہے
اسیرِ جسم کہاں تک رہیگی رُوحِ حیات
نہ کام آئیگا کچھ بھی بوقتِ مرگ تجھے
خدا کرے کہ میسّر نجات ہو جائے
بغیر اُسکے کسی کی کوئی پناہ نہیں

لبوں پہ جان ہے جینے سے تنگ آئی ہوئی
پیامِ موت ہے خود زندگی ہی لائی ہوئی
یہ حرص جھوٹی ہے دل میں ترے سمائی ہوئی
شرابِ حرص ہے جسنے تجھے پلائی ہوئی
اسی کے فضل پہ اُمید ہے لگائی ہوئی
کمائی اپنی بھی ناقص ہے سب کمائی ہوئی

نہ کرنا حشر میں رُسوا پذیر کو یارب
کہ تیرے در پہ ہے گردن سدا جھکائی ہوئی

دردِ دل کِسکو کہوں کوئی بھی دلدار نہیں
کون سُنے کون کرے میری حمایت یارب

غم تو ہیں آہ کوئی مونس و غمخوار نہیں
تیرے سوا اور کوئی یار و مددگار نہیں

## فانی محبّت

اے کاش دِل کسی پہ کبھی مُبتلا نہ ہو
محبُوب ہو تو وہ ہو جو دائم جُدا نہ ہو
دار الفنا کی عیش پہ نازاں کوئی ہو خاک

گر ہو تو اُس پہ جسکو کبھی بھی فنا نہ ہو
کیا دِل لگانا اُس سے کہ جِس کو بقا نہ ہو
وہ زندگی ہی کیا ہے کہ جسمیں وفا نہ ہو

ہمدم بنایا جسکو وہ خود دم بخود ہوئے
یارب ترے بغیر کوئی آشنا نہ ہو

وہ دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے چھپ گئے
ایسا بھی گم کسی کا کوئی دلربا نہ ہو

دل سے قریب اور نظر سے بعید ہیں
اس قرب اور بعد میں کچھ ابتلا نہ ہو

آہیں نکل رہی ہیں جگر پھاڑ پھاڑ کر
وابستہ ہجر یار سے میری قضا نہ ہو

کس سے کروں شکایت دل اپنی یا الٰہ
یہ وہ مرض ہے جسکی کہیں بھی دوا نہ ہو

پوچھوں تو کس سے اور جو ڈھونڈوں تو کسطرف
اس بے نشاں کا کھوج عدم میں چھپا نہ ہو

راضی ہوں میں تو اسکی رضاؤں پہ دل پذیر
ناراض میرے حال پہ میرا خدا نہ ہو

مدت سے دلنشین ہے اک آرزوئے دل
کسکو سناؤں کون سنے ہاؤ ہوئے دل

دل کا جو رازدان ہے پرواہ نہیں اسے
اس کے بغیر کون سنے گفتگوئے دل

اپنی ہی بدنصیبی نصیبوں پہ چھا گئی
کردی خراب جس نے مری آبروئے دل

ساقی کا کیا قصور ہے اور جام کیا کرے
جب ہے مے مراد سے خالی سبوئے دل

سمجھا رہا ہوں دلکو کہ یہ چھوڑ دے خیال
لیکن نہیں بدلتی نصیحت سے خوئے دل

بے تابی دریدہ دروں جائے کسطرح
جب تک مٹے نہ دل سے مرے جستجوئے دل

کر کرکے ضبط آہوں کو ہے دم بخود پذیر
کسکو بتاؤں کوئی نہیں چارہ جوئے دل

خدا جانے دم مردن مرا بستر کہاں ہوگا
خیال دل کہاں ہوگا یہ خاکی تن کہاں ہوگا



مرے تجہیز اور تکفین کی تجویز کیا ہوگی
مری تربت کہاں ہوگی مرا مدفن کہاں ہوگا

نمائش گاہ محشر میں جہنم بھی ہے جنت بھی
خدا جانے وہاں جا کر مرا مسکن کہاں ہوگا

لئے پھرتی ہے وحشت سو بسو اور کو بکو مجھکو
خبر کیا اس دل بے امن کا مامن کہاں ہوگا

در بخشش سے عاصی جھولیاں بھر بھر کے لے آئینگے
میں کیا جاؤں مرا حسرت بھرا دامن کہاں ہوگا

نکو کاران امت جب چلیں گے باغ جنت کو
پھرونگا ڈھونڈتا میں بھی مرا گلشن کہاں ہوگا

سیہ بختی سیہ کاری رہی ساتھ ابتک نہیں چھوڑا
الٰہی یہ مرا طالع سیاہ روشن کہاں ہوگا

جدھر جاؤں ادھر سے ہی جواب تلخ ملتا ہے
مری اس بدنصیبی کا تباہ خرمن کہاں ہوگا

پذیر زار کو تکیہ شفیع المذنبیں کا ہے
وگرنہ پر گناہوں کا کوئی ضامن کہاں ہوگا

## قسمت کا رونا

مرا طالع ازل سے ہی ذلیل و خوار پھرتا ہے
مرا مقسوم مجھ سے برسر پیکار پھرتا ہے

ملا یہ زندگی کا جام بے آرام کرنے کو
میں ہوں بیزار اس سے مجھ سے وہ بیزار پھرتا ہے

نہ کچھ بھی کام آیا یہ مرا جینا مرا مرنا
وہ کیا زندہ جو اپنے آپ سے بیزار پھرتا ہے

خدارا التفات بھی اک نظر اپنے مریض پر
ترے کوچہ میں اک بیمار مجنوں وار پھرتا ہے

خدا جانے وہ کب آئیں مری بیمار پرسی کو
سر بالیں فرشتہ موت کا طیار پھرتا ہے

حسرت وصل جاتی ہے نہ مانگے موت آتی ہے
اسیر زندگی یہ طالب دیدار پھرتا ہے

زہے قسمت اگر تشریف لائیں وہ محبت سے
رہِ جاناں میں گشتہ پذیرِ زار پھرتا ہے

مرے دلنواز کو کیا بنی نہ سلام ہے نہ کلام ہے
نہ تو بھیجیں کوئی مراسلہ نہ کسی کے ہاتھ پیام ہے

میں بُلا بُلا کر تھک گیا ابھی اِن کے دل سے نہ شک گیا
نہ سُنیں نہ دیکھیں اس طرف نہ جوابِ خط ارقام ہے

ایسے ہوئے خاموش ہیں گویا کہ وہ مدہوش ہیں!
نہ وہ آج بادہ فروش ہیں نہ وہ بزم ساقی نہ جام ہے

کوئی پوچھ دے اُن سے مجھے رُوٹھے ہیں وہ کس بات سے
دیکھی ہے مجھ سے کیا خطا کہ کلام سے بھی سلام ہے

کبھی وہ بھی نیک ایام تھے جب ایک جائے قیام تھے
نہ وہ دن رہے نہ وہ میں رہا نہ وہ میری صبح نہ شام ہے

نہ وہ آسکیں نہ میں جاسکوں جو ملوں تو کس تدبیر سے
اِسی سوچ میں اِسی فکر میں ہر لحظہ بے آرام ہے

کوئی ہمنشیں ہمدم نہیں یہ الم بھی موت سے کم نہیں
اِسی زندگی کے لباس میں میرا نام ہی بدنام ہے

گئے چھوڑ محرم حال سب ہوئے چین خواب و خیال سب



کبھی صُبح ہے کبھی شام ہے بس یُونہی عمر تمام ہے

میرا ناک میں دم آگیا جینے سے دل اُکتا گیا
یہ زندگی زندان ہے حرص و ہوا کی دام ہے!

مولا تیرے دربار ہوں شرمندہ ہوں نادار ہوں
میرے پاس تو کچھ بھی نہیں نہ سجود ہے نہ قیام ہے

نہ وہ مُنہ ہے جس سے دُعا کروں نہ وہ لفظ ہیں جو ادا کروں
نہ ہی دل میں وہ ایمان ہے جسے چاہتا اسلام ہے

اب تُو ہی تو اک یار ہے رحمت تیری درکار ہے
ترے ہاتھ میں سب خیر ہے تیرے سپرد انجام ہے

تو رحیم ہے تو کریم ہے ترا فضل بہت عظیم ہے
یہ پذیر پُر تقصیر بھی آخر ترا ہی غلام ہے

افسوس آج کوئی مرا ہمنوا نہیں
ہمدرد و ہمنشیں کوئی آشنا نہیں

جتنے شریک غم تھے وہ سب دور ہو گئے
غمخوار و غمگسار کوئی غم ربا نہیں

آشفتگی سے ہو گئی وابستگی مجھے
یہ مرض لاعلاج ہے جس کی دوا نہیں

تنہائیوں کی حبس ہے اور دشت پُر بلا
مونس کوئی رفیق کوئی اقربا نہیں

شبنم کی آب و تاب نے دیوانہ کر دیا
اے کاش کیا خبر تھی کہ ہیں وفا نہیں

جالہ ہے عنکبوت کا دُنیا کی آب و تاب / خوش رنگ دیکھنے میں مگر دیرپا نہیں

ہر کس طرب نواز ہے عیش و طرب کے وقت / مشکل بنی کا کوئی بھی مشکل کشا نہیں

یا رب تیرا ہی تکیہ ہے عاجز پذیر کو
تیرے بغیر کوئی بھی حاجت روا نہیں

## زندگی

بج چکا جتنا کہ بجنا تھا ربابِ زندگی / اب تو بالکل خاتمے پر ہے کتابِ زندگی

کیف بدمستی نے ہمکو آہ ٹھنڈا کر دیا / رنگ لائیگی کسی دن یہ شرابِ زندگی

کچھ نظر آتا نہیں اس خانۂ ظلمات میں / لیگیا سب نور اپنا آفتابِ زندگی

کیا بتائیں گے وہاں جا کر خدا کے روبرو / حشر میں دینا پڑیگا جب حسابِ زندگی

طرفۃ العینی میں اگلا ہو گیا سب انکشاف / فتنۂ محشر نما تھا انقلابِ زندگی

کیا بھروسہ ان کا جو آتے گئے مٹتے گئے / زندگی کے سانس بھی ہیں اک حبابِ زندگی

لاکھ پھندوں سے کروڑوں احتیاطوں سے رکھو / ٹوٹ جائیگا کبھی آخر طنابِ زندگی

لذتیں فانی سراسر دشمنِ انجام ہیں / موت سی گوندھا ہوا ہے یہ کبابِ زندگی

رک گیا ہوں دیکھنے سی منزلِ مقصود کو / آگیا آنکھوں کے آگے اک حجابِ زندگی

زندگی بھی اپنے ہاتھوں ایک زندان ہو گئی / دشمنوں کو بھی نہ پیش آئے عذابِ زندگی

میں تو ہوں خاموش لیکن نفسِ دل بیتاب ہے / ڈھونڈتا پھرتا ہے اب بھی آب و تابِ زندگی



دورِ ماضی تو کسی صورت بھی پھر آتا نہیں / اور مستقبل سی بھی بس ہے جوابِ زندگی

یاد آتا ہے سماں گذرا ہوا ایسے پذیر
خواب تھی یا شعبدہ اک تھا شبابِ زندگی

## پُر حسرت زندگی

آئے تھے ہم اس جہاں میں دکھ اٹھانے کیلئے / آہ کیوں پیدا ہوئے تکلیف پانے کیلئے

انقلابِ زندگی نے آ کے رسوا کر دیا / ہم غریبوں کو جہنم میں پھنسانے کیلئے

چین سے سوئے پڑے تھے عالمِ ارواح میں / آگئی بدقسمتی ناحق جگانے کیلئے

کیا خبر تھی ہمنوائے غم ہے خوشیوں کی بہار / غم کدہ میں آئے غم کے گیت گانے کیلئے

بھیجنے والے نے بھیجا تھا یہاں جس کام کو / وہ نہ کچھ بھی کر سکے اسکو دکھانے کیلئے

کیا کہیں گے جا کے ہم اسکی جنابِ پاک میں / آگئے جب لینے والے لیکے جانے کیلئے

ہو ہوا میں عمر اپنی وقفِ غفلت ہو گئی / کیا علاج اب ہو سکے حسرت مٹانے کیلئے

رفتہ رفتہ ہو گئی آخر بہارِ زندگی / بلبلِ باغِ سخن ہے چہچہانے کیلئے

دیکھکر اجڑا چمن یہ پیچھے رہ جائینگے / خاک پھر ہوگا کوئی رونے رلانے کیلئے

ہو گیا ملکِ عدم وہ ہو گیا خواب و خیال / مٹ گئے نام و نشاں بھی یاد لانے کیلئے

ہیں مبارک لے گئے جو زادِ راہ اپنا پذیر
کیا بنایا تو نے آگے کام آنے کیلئے

تمناؤں میں دنیا کی حیاتی گذری جاتی ہے ۔ بھلا یہ حرص فانی کسکو آگے کام آتی ہے

نہ سمجھی آجتک کچھ بھی غرض اس زندگانی کی ۔ یہ وہ ہے زندگی جو خاک کو سونا بناتی ہے

مگر افسوس ہم نے کیمیا کو خاک کر ڈالا ۔ نہ سوچا اسکی بتقدیری نتائج کیا دکھاتی ہے

طویل امید پر کرتے رہے وہ اپنی تدبیریں ۔ کہ جنکو دیکھکر تقدیر سر پر مسکراتی ہے

نہ بر آئی وہ امیدیں دل ان سے ہوا فارغ ۔ عجب بدقسمتی ہے جو ابھی بیٹھی ستاتی ہے

مقدر میں مکدر ہو گیا نجم سعادت بھی ۔ سیہ بختی یہ دیکھیں اور کیا کیا رنگ لاتی ہے

کہاں وہ حرص جسکو دامن آغوش میں پالا ۔ وہی اب نیش زن ہو کر جگر کا خون کھاتی ہے

رہیگی تا ابد دلمیں یہ حسرت اپنی غفلت کی ۔ کہ جسکا نام لینے سے زباں بھی بلبلاتی ہے

جو کام زندگی کے تھے انہیں کو حرز جاں سمجھا ۔ نہ سمجھا ان سے ہر ساعت عمر کی گھٹتی جاتی ہے

الٰہی تیری رحمت پر ہے امید بذیرائی
وگرنہ بدتریں کی کیا حیاتی کیا مماتی ہے

ہوا کبھی نہ پشیماں گناہ کر کر کے ۔ اور اپنے عمل کا نامہ سیاہ کر کر کے

رہی نہ تاب و تواں جب گناہ کرنے کی ۔ تو خاک توبہ ہے سب کچھ تباہ کر کر کے

## طمانیت

ہوائے نفس سے جب تک مرا پیار رہا ۔ کسی جہاں میں نہ عزت نہ کچھ وقار رہا

نہ چین پایا نہ آرام اسکی پوجا میں ۔ نہ دلمیں صبر نہ تن میں مرے قرار رہا



نہ کام آئے وہ کچھ بھی کسی مصیبت میں ۔ کہ جن کے شوق و محبت میں جاں نثار رہا!

یہ دہوکا باز زہر ہے! اسکے لالچ میں ۔ ندامت اور ملامت کا ہی شکار رہا

نہ دیکھی فرحت و راحت نہ فکر دور ہوئی ۔ بلاؤ رنج و مصیبت میں سوگوار رہا

جو یار غار مصاحب تھے ہو گئے اغیار ۔ نہ کوئی یار نہ مونس نہ غمگسار رہا

بتوں کے عشق میں دیکھی ہزار رسوائی ۔ خدا کے عشق میں ہر طرح باوقار رہا

طمانیت نہیں حاصل بغیر ذکر خدا ۔ کہ جس سے ہر دل محزون برقرار رہا

اسی پہ عزت و عظمت تمام ہی موقوف ۔ جو بھول بیٹھا ہے اسکو بہت خوار رہا

نہ دیکھے باغ ظواہر کی تازگی کو کوئی ۔ کبھی ہمیشہ نہ یہ موسم بہار رہا

یہ خوبصورت دنیا ہے سانپ کی مانند ۔ کہ زہر مار کے اندر ہے جوش مار رہا!

ہزار پیار کرو اس سے یہ کرے نہ وفا ۔ رہا سلامت جو اس سے برکنار رہا

پذیر اس کا نشہ ہے تفکرات کا گھر
وہ مستوار ہے جو اس سے ہوشیار رہا

میرے خفتہ بخت اب تو بیدار ہو جا ۔ ذرہ کھول آنکھیں خبردار ہو جا

بہت دن گئے غفلتوں سستیوں میں ۔ خدا کیلئے اب تو ہشیار ہو جا

نہ رکھ مجھ سے بیگانگی کا تعلق ۔ میرا خویش ہو جا مرا یار ہو جا

نہیں پوچھتا مجھکو کوئی جہاں میں ۔ تو ہی اب تو میرا خریدار ہو جا

تہی دست ہوں اے مری کم نصیبی ۔ ملے کیا تجھے مجھ سے بیزار ہو جا

خلیلِ خدا کا میں ہوں ابنِ ملت / اگرچہ ہے تو نار! گلزار ہو جا
تبدل تغیر ہے سارا زمانہ / بدل تو بھی اور میرا دلدار ہو جا
خدا جانے اب تو کوئی دم ہے باقی / مرے خاتمے کا علمدار ہو جا
دکھا دے گھڑی آخری تو خوشی کی / دلِ غمزدہ کا تو غمخوار ہو جا
فرشتہ اجل کا کہے مجھ کو آکر / لگا دے چھلانگ ایک اور پار ہو جا

پذیر آبرو کی اگر آرزو ہے
تو مولا کے در پہ نگوسار ہو جا

بنا لیا دلِ عارض کو قبلہ گاہ اپنا / اسی میں کر دیا نامہ عمل سیاہ اپنا
کسی کو اپنے قصوروں پہ کیوں کروں بدنام / نہیں یہ اور کسی کا! ہے سب گناہ اپنا

## حضرتِ انسان

کچھ ہے بھی خبر کیوں تجھے انسان بنایا / خالق نے ہر اک خلق کا سلطان بنایا
مسجودِ ملائک بھی کیا تجھ کو خدا نے / اکڑا جو ترے سامنے شیطان بنایا
ہے اسکی غرض یہ کہ کرے اسکی غلامی / جسنے تجھے اکرام سے ذی شان بنایا
فرمانِ الٰہی پہ ترے چلنے کی خاطر / ہر اک کو ترا تابع فرمان بنایا
جو کریگا وہ پالیگا یہ گنبد کی صدا ہے / کیا صاف ترے عدل کا میزان بنایا
ہے فرض ترا اپنے قواؤں کی حفاظت / اللہ نے تجھے حسن کا نگہبان بنایا



جو کچھ بھی ملا اپنے عمل سے ہی ملیگا! / خود تو نے ہی آپ اپنا یہ میزان بنایا
جنت بھی عمل تیرا ہی دوزخ بھی تیرا فعل / آئینہ ترا حشر کا میدان بنایا
رکھدیگا ترے سامنے لاکر کے وہ سب کچھ / جو کچھ بھی سفرِ اخیر کا سامان بنایا
کچھ سوچ تو دل اپنے میں اے نام کے مسلم / کیا نفس کو بھی تو نے مسلمان بنایا

صد شکر کہ اللہ نے پذیر اپنے کو اپنا
اور اپنے محمد کا ثنا خوان بنایا

خدا بخشید رخصت زندگانی / مکن ضائع پئے دنیائے فانی
پذیر ایں صرف دولت آنچناں کن / کہ یابی زو متاعِ جاودانی

## صراطِ مستقیم

راہِ خدا پہ چلنا آسان ہی تو یہ ہے / بچنے کا مشکلوں سے سامان ہی تو یہ ہے
تحمید کبریا کی صلوٰت مصطفےٰ کی / جنت کی بلبلوں کا بستان ہی تو یہ ہے
ہر قول و فعل میں ہو طلب رضائے مولا / اسلام ہی تو یہ ہے ایمان ہی تو یہ ہے
جس نے خدا کو چھوڑا بدیوں سے منہ نہ موڑا / فرعون ہی تو یہ ہے ہامان ہی تو یہ ہے
اپنے خدا کو جس نے واحد خدا نہ سمجھا / دنیا میں سب سے بڑھکر نادان ہی تو یہ ہے
نعمت خدا کی کھانا غیروں سے دل لگانا / منعم کو بھول جانا کفران ہے تو یہ ہے
اپنی خودی میں آکر کرتا ہے جو تکبر / ابلیس ہے تو یہ ہے شیطان ہی تو یہ ہے

تکذیب صادقوں کی کرتا ہی جو مکذّب
شکر خدا نہ کرنا ناشکریوں میں مرنا
اس زندگی کا مقصد دنیا میں کھو چکے ہیں

سارے جہاں سے برتر انسان ہے تو یہ ہے
اللہ سے نہ ڈرنا نیران ہے تو یہ ہے
افسوس ہے تو یہ ہے ارمان ہے تو یہ ہے

فضل خدا کی مرہم چاہے پذیر عاصی
عصیان کی مرض کا درمان ہے تو یہ ہے

ہزار پند و نصیحت ہزار وعظ و بیاں
بہ یک مشاہدۂ موت آشنا باشد

ہزار عبرت آمیز انقلاب زماں
چو بانگ نوحہ برآید کہ ہائے مرد فلاں

# قحط الرجال و تنگی زمانہ حال سنہ ۱۹۴۳ء

آجکل دنیا میں کوئی بے ضرر ملتا نہیں
آج بیچاروں کو کوئی چارہ گر ملتا نہیں
تنگیوں تاریکیوں کا وہ زمانہ آگیا
اک طرف ہے قحط سالی اک طرف قحط الرجال
اسقدر ہر چیز کی تنگی جہاں میں ہو گئی
مارے مارے پھر رہے ہیں در بدر ادھر ادھر
شاہوکاروں کے گھر میں قید ہر اک چیز ہے
بوریوں کی بوریاں ہیں کھانڈ اپنوں کے لئے

پرخطر عالم ہے کوئی بے خطر ملتا نہیں
غمزدوں کا غمربا کوئی بشر ملتا نہیں
کچھ بھی جسکی بد ہوا سی بے اثر ملتا نہیں
بے نواؤں کو کسی جانب گذر ملتا نہیں
دام بھی ہوں ہاتھ میں سودا اگر ملتا نہیں
کچھ ادھر ملتا نہیں اور کچھ ادھر ملتا نہیں
داب کر بیٹھے ہیں جو لعل و گہر ملتا نہیں
عاجزوں کو قند بھی اک پاؤ بھر ملتا نہیں



خشک روٹی مل سکے تو آج وہ بھی عید ہے
بڑھ گئے ہیں خرچ و اخراجات نے بشمار
اغنیا اہل تجارت لاکھ پتی بن گئے
رات کا آٹا میسر آئے تو دن کا نہیں
کچھ ٹھکانا تھا کسی کا گر نہ ہوتا کنٹرول
جنگ کے طوفان ہیں بیماریوں کے زور ہیں
جس طرف دیکھو کوئی قلت نہیں اجناس کی
یہ خدا کی طرف سے ناراضگی کے ہیں نشان
وہی چالیں بدتریں ہیں وہی بغیر مانیاں
جھوٹ دھوکہ بازیاں ہیں ظلم ہیں اندھیر ہیں
خود پسندی خود پرستی گھر دلوں میں کر گئی
صورتیں تو ہیں بشر کی سیرتیں نایاب ہیں
چھوڑ کر اللہ کو دنیا کے پیچھے لگ گئے
پڑ گئی ہے رات غفلت میں خلائق سو گئی
کون سمجھائے انہیں سنتے نہیں بانگ درا
وقت یہ رو کر خدا کے در پہ گر جانیکا تھا
سر بکف ہیں ملٹری میں جو ملازم ہو گئے

صاف پانی ہی غنیمت دودھ گر ملتا نہیں
جسکے اندازوں کا کوئی پیر و سر ملتا نہیں
اور غربا کا کوئی حالت نگر ملتا نہیں
ماسوا فاقوں کے کچھ بھی ان کے گھر ملتا نہیں
باوجود اس کے بھی کوئی مستقر ملتا نہیں
بے طمع کوئی طبیب و ڈاکٹر ملتا نہیں
پھر غضب ہے کچھ بھی سستے نرخ پر ملتا نہیں
اس ہلاکت میں بھی کوئی چشم تر ملتا نہیں
کچھ خدا کا ڈر کسی میں خاص کر ملتا نہیں
صاحب انصاف کوئی دادگر ملتا نہیں
خیر خواہ غیر کوئی خود نگر ملتا نہیں
نیک صورت ہیں مگر نیکو سیر ملتا نہیں
لوگ اندھے ہو گئے نور نظر ملتا نہیں
چھپ گیا مہر عمل ضوء قمر ملتا نہیں
حضرت اقبال شاعر نامور ملتا نہیں
کاش! یہ نسخہ بدوں درد جگر ملتا نہیں
جنکو دم آرام کا شام و سحر ملتا نہیں

آفریں صد آفریں اس طبقۂ جاں باز کو | انکی ہمت کا کوئی بھی نامور ملتا نہیں
ہوگئے آزاد وہ ہر ایک پچھلی فکر سے | ماسوا تکلیف کے اچھا ثمر ملتا نہیں
اپنے مالک کیلئے جو کر گئے جانیں نثار | ان کے رتبوں سے کوئی رتبہ دگر ملتا نہیں

ان جوانوں کی صفت سونے سے لکھنی چاہیئے
پر نذیرِ بے نوا کو آبِ زر ملتا نہیں

## چرخِ گردوں سے دو باتیں!

گردوں سے یہ ہر وقت مرا جھگڑا رہا ہے | کیوں اتنا خفا ہو کے مرے پیچھے پڑا ہے
کچھ تیرا بگاڑا ہے ذرہ یہ تو بتا دے | جس سے یہ خطا کار سزاوار سزا ہے
تو چرخِ کہن اور کہ میں پیرِ کہن ہوں | اس بات کا بھی پاس تجھے بھول گیا ہے
ہوں میں تو ضعیف آگے ہی افسوس کہ تُمنے | کیا خُلِقَ الاِنسانُ ضَعِیفا نہ سُنا ہے
کمزور ضعیفوں سے اُلجھنا نہیں اچھا | کیا تجھکو کوئی اور جفاکش نہ ملا ہے
سُن لیگا خدا میری بھی فریاد کسی دن | پھر تو نہ ترا دور نہ یہ جور و جفا ہے
اُڑ جائیگا تو اور تری فوجِ کواکب | جسپر ہے تجھے ناز کہ تو نور بھرا ہے
گر میں ہوں سیہ بخت تو ہے تو بھی سیہ پوش | گر مجھکو فنا ہے تو تجھے بھی نہ بقا ہے
جو تیرا ہے خالق وُہی میرا بھی ہے خالق | جو تیرا خدا ہے وُہی میرا بھی خُدا ہے
بیشک ہے تجھے فخر بلندی کا و لیکن | کیا خبر بلندی کو جو پستی میں مزا ہے



کر دیتا ہے پستوں کو سرافراز وہ قادر | اور نیچے گرا دیتا ہے سرکش جو ہُوا ہے
ٹل جا مجھے دُکھ دینے سے اے چرخ خبردار | میں بندہ ہوں اسکا جو شہِ ارض و سما ہے
یارب تُو نذیر اپنے کو ہر شر سے بچالے | دن رات ترے آگے مری یہ ہی دعا ہے

سر پر جو چرخِ گردوں چکر لگا رہا ہے
کسکی تلاش میں ہے کیا اس نے گم کیا ہے

## بڑھاپا

افسوس کہ وہ عُمر کی سُلطانی نہ رہی | وہ دن نہ رہے شوکتِ شاہانی نہ رہی
سب ہو گئی تبدیل بہار آہ خزاں سے | وہ نکہت وہ رونقِ بستانی نہ رہی
وہ رُت نہ رہی اور نہ پھولوں کا تبسم | گریانی ہی گریانی ہے خندانی نہ رہی
وہ بُلبلوں کے جھگھٹے وہ نغمہ سرائی | وہ دلکش آواز خوش الحانی نہ رہی
وہ جوش و خروش اور وہ جذبات طبیعت | وہ ناز و طرب طبع وہ مستانی نہ رہی
وہ طاقت وہ ہمت وہ قوت وہ زور | وہ ہیبت وہ حشمتِ انسانی نہ رہی
وہ قامت وہ صورت وہ شکل و شباہت | وہ سمع وہ ابصار وہ نگرانی نہ رہی
وہ عقل نہ وہ ہوش نہ وہ فہم نہ ادراک | وہ حافظہ وہ اگلی زباندانی نہ رہی
نسیان ہی نسیان ہے بس اور نہیں کچھ | اپنی بھی کتھا یاد زبانی نہ رہی
وہ آمد و اندازِ سخن اور نزاکت | آمادگی اور طبع کی جولانی نہ رہی

وہ دل کے خیالات فیوضاتِ دماغی
یہ کچھ بھی نہ تھا جب کہ رہا کچھ بھی نہ اپنا
مجموعہ خرافات تھا جو کچھ بھی کہا تھا
وہ محفل و مجلس وہ دورِ محبت
سب چھوڑ گئے یار چمن دیکھ اُجڑتا
دن نکلا تو پروانے جو تھے کر گئے پرواز
موجود جو ہر وقت تھے مفقود ہوئے سب
سب دوست و دشمن کا ایسا دیکھا زمانہ
آنا بھی جواں بازی کا اور جانا بھی دیکھا
رہ جاتے ہیں شہ زور بھی کمزوروں کے آگے
گو کفر بھی کمزور ہی اسلام کے آگے
بیماری ہی ہو جاتا ہے حل سارا معمہ
یہ رنگ ہی اُلٹا تھا جو آیا نہ سمجھ میں
تھا وقت جو کرنیکا غفلت میں گذارا
آئے تھے یہاں رہنے کو دو روز کیخاطر
سرمایۂ عمر تلف ہوا کچھ نہ خریدا
اک فضلِ خدا پر ہے پذیرا تو توقع

وہ شستگی اور تیزیٔ قلم رانی نہ رہی
وہ تازگی وہ راحتِ رُوحانی نہ رہی
آج اُسکی تو شعر اسی قدر دانی نہ رہی
وہ ہمدموں کی وسعتِ دامانی نہ رہی
ہے بزمِ سخن ختم غزلخوانی نہ رہی
بالوں کی وہ جب شمع شبستانی نہ رہی
یا سود کسی کی بھی نگہبانی نہ رہی
کچھ حاجتِ دو بادہ نظر ثانی نہ رہی
وہ شباب کی اُٹھتی ہوئی طغیانی نہ رہی
جب آیا بڑھاپا تو جوانی نہ رہی
جب کفر قبولا تو مسلمانی نہ رہی
جب آ گئی تو صحتِ جسمانی نہ رہی
جب سمجھا تو کچھ کرنیکی آسانی نہ رہی
اب شام ہوئی دن کی فراوانی نہ رہی
مہمان تھے وہ مہلتِ مہمانی نہ رہی
اور اب تو کسی چیز کی ارزانی نہ رہی
بن اس کے کوئی ڈھارس بیگانی نہ رہی



قدم قدم پہ جو لغزش ہے ناتوانی کی — ہر ایک لہر ہے گذری ہوئی جوانی کی
کوئی قوٰے بھی سلامت بحالِ خود نہ رہا — کہ طولِ عمری نے آخر یہ مہربانی کی

## یادِ بزمِ شباب

اس بزم میں کوئی بھی مرا ہمزباں نہیں — ہمعصر ہم مذاق کوئی مہرباں نہیں
ہمعصر ہمنشین جو ہمساز تھے کبھی — ان کا تو دیکھنے کو بھی نام و نشاں نہیں
رخصت ہوئے وہ ایسے کہ کافور ہو گئے — کس کو سناؤں دل کی کہ وہ دلستاں نہیں
ہمراز دلنواز وہ پرواز کر گئے — ہمدم نہیں کوئی بھی کوئی ہمعناں نہیں
ٹھیروں تو کس مقام پہ بیٹھوں تو کس جگہ — جس آشیاں کا طیر ہوں وہ آشیاں نہیں
جس باغ کا ہوں بلبل وہ اور تھا کوئی — اب وہ گلوں کی محفل وہ گلستاں نہیں
حیراں ہوں بھید دیکھ کے صحراؤں کی اجاڑ — وہ قافلہ وہ سنگت وہ کارواں نہیں
بچھڑا ہوا ہوں ڈار سے اک کونج کیطرح — بے خانماں ہوں کوئی میرا خانماں نہیں
لائے کو ایک داغ ہے سینے میں قدرتاً — میرے جگر کے داغ تو قابلِ بیاں نہیں
ہو جائے الف لیلہ تو آخر کبھی تمام — میرے غموں کی ختم کبھی داستاں نہیں
گم کردہ شعور ہوں مارا دکھوں کا ہوں — زیرک نہیں عقیل نہیں نکتہ داں نہیں
کچھ شعر و شاعری کا نہیں رہ گیا شعور — شعرا کا خاکِ پا ہوں مگر شعر خواں نہیں
کہتا ہوں اُلٹے سیدھے نیا راستہ سخن — معذور ہوں کہ عاجز اہلِ زباں نہیں

آیا ہوا عرب سے مرا خاندان ہے
جدّی وطن عرب کا ہے ہندوستاں نہیں

وہ جسکی چشم پوشی پہ عاجز کو ناز تھا
افسوس آج وہ بھی کوئی قدرداں نہیں

دم دے کے دم نثارِ رسیلِ عدم ہوئے
ہیں دم بخود ہوئے ہم میں دم جاں میں جاں نہیں

ہو جائیگا وجود بھی نابود ایک دن
رہنے کا یہ مقام یہاں جاوداں نہیں!

لیکن مروں تو گر کے اسی آستان پر
جس کے بغیر اور کوئی آستاں نہیں

دن رات کوچ کوچ کی آواز ہے پذیر
مامون اس سے کوئی بھی پیر و جواں نہیں

## آرزوئے شباب
## اور اسکی غرض

دل چاہتا ہے ایک دفعہ پھر جواں بنوں
غازی بنوں دلیر بنوں پہلواں بنوں

جھک جھک کے ہو رہا ہوں دوتا قوس کی طرح
اے کاش پھر خدنگ بنوں یا سناں بنوں

لڑ کر خدا کی راہ میں ہو جاؤں جاں نثار!
ملت کے سرفروشوں میں تازہ نشاں بنوں

مرجاؤں مر کے زندگی پاؤں نہ پھر مروں
دربارِ احمدی کا وہیں خاکداں بنوں

گر ہوں نصیب نیک تو یثرب میں پہنچکر
محبوبِ کبریا کا سگِ آستاں بنوں

اُس آستانِ پاک کی بس خاک کی طفیل
سلماںؓ بنوں بلالؓ عزیزِ جہاں بنوں

ہو کر سوار جائینگے جنت میں جب حسین
میں آپکا رکاب بنوں پاپیاداں بنوں



شہدائے احد و بدر شہیدانِ کربلا
جائیں جدھر کو میں بھی اُدھر پس رواں بنوں

ملجائے ایک جھونپڑہ فردوس میں پذیر
اپنے رسولِ پاک کا پھر مدح خواں بنوں

شباب رفتہ بہ پیرے کہن نمے آید
کلام گفتہ بسوئے دہن نمے آید

نہ تیر واپس گردد چو از کماں برخواست
گلِ شکستہ بہ شاخِ چمن نمے آید

## مرورِ زمانہ

مرے دل کے چاک جنہوں نے کرنے تھے رفو وہ کہاں گئے
پھروں ڈھونڈتا انہیں سُو بسُو اور کو بہ کو وہ کہاں گئے

دلکش جو صوتِ حجاز تھی وہ اذان کی آواز بھی
پڑھنی ابھی تو نماز تھی کر کے وضو وہ کہاں گئے

ایسے کہیں گم ہو گئے جیسے لحد میں سو گئے
یا ویلتا سنتے نہیں مری ہاؤ ہو وہ کہاں گئے

گذرا زمانہ عیش کا چارہ نہیں اب طیش کا
دیتے تھے جو کہ تسلیاں مرے ماہ رو وہ کہاں گئے

ہوا خارِ غم کا گلستاں بکل ہے روحِ باغباں
رہی دل کی دل میں ہی نہاں مری آرزو وہ کہاں گئے

گلِ خشک حالِ زبان سے کہتا ہے آہ و فغان سے
نکلا میں جب بُستاں سے مِرے رنگ و بُو وہ کہاں گئے

وہ بھونر بلبل قمریاں مجھ پر جو عاشق تھیں وہاں
رہتی تھی جنکو ہر زماں مِری جستجو وہ کہاں گئے

مِری آب و تاب شباب کی اِک خواب مثلِ حباب تھی
جنمیں خودی کی شراب تھی جام و سبو وہ کہاں گئے

میری چمک دمک بہار وہ مِری تازگی گلزار وہ
میری سربلندی وقار وہ میری آبرو وہ کہاں گئے

میری ہر ادائے نازنیں میری بزم و صحبتِ عنبریں
میرے ہمجلیس و ہمنشیں مِرے ہمگلو وہ کہاں گئے

آئی رُت پذیرِ زوال کی رہی حد نہ رنج و ملال کی
سُنتے جو میرے حال کی یہ گفتگو وہ کہاں گئے

## بیقراری

شبِ ہجر موت سے کم نہیں اِک عشق کے بیمار کو
نہ وصال آبحیات سے کچھ کم ہے عاشقِ زار کو

دُنیا میں نارِ فراق سے جل کر جو اخگر ہو چکے



اِن کے جلانے سے ہاتھ کیا آئیگا دوزخ و نار کو

وصلِ حبیب نہ ہو جہاں راحت نصیب نہ ہو جہاں
تو کرینگے کیا جاکر وہاں جنت کے باغ و بہار کو

محفل ہو عشرت آفریں صہبائے جامِ عنبریں
کچھ بھی پسند آتا نہیں اِک طالبِ دیدار کو

جبتک نہ دِلمیں قرار ہو سامانِ عیش ہزار ہو
چبھتا ہے جیسے خار ہو دِل دیدۂ خوں بار کو

ہر ایک نعمت ہو اگر رحمت رفیق نہ ہو مگر
بیکار ہے سب مال و زر بیمار کو لاچار کو

روشن شب و یجور ہے جس میں خدا کا حضور ہے
دِن سے بھی وہ پُر نور ہو شب خیز شب بیدار کو

دُنیا کی عزت آبرو مثلِ حباب ہے ہُو بہُو
لیکن خدا کے رُوبرو عزت ہے نیکوکار کو

پرسش نہ شوکت و شان کی اس دنیوی سامان کی
وہاں قدر ہے ایمان کی اللہ کی سرکار کو

پوچھینگے یہ نہ تو کون ہے موسٰے ہے یا فرعون ہے
پہنچینگے خود اپنے عمل ہر نیک کو بدکار کو

ہے سوال پاک جناب میں رکھنا مجھے نہ حساب میں
مرے پاس تو کچھ بھی نہیں جو دکھاؤں روزِ شمار کو
پُتلہ ہوں تقصیرات کا طالب ہوں مُفت نجات کا
تکیہ ہے تیری ذات کا بدکار بدکردار کو
یہ نذیر پُر تقصیر ہے حرص و ہوا میں اسیر ہے
تو نصیب ہے تو نصیب ہے دے نصر اس نادار کو

زندگی مستعار ہے اپنی
چند روزہ بہار ہے اپنی
زیست السنا کی ہے مثلِ حُباب
عمر ناپائیدار ہے اپنی

## بے اعتنائی و بے مہری مہر وئیاں

جہاں میں دُو رنگ پھر رہا ہیں بھی حسینوں میں
خدا جانے محبت کیوں نہیں ان مہ جبینوں میں
ستم کی تیغ ہاتھوں میں لئے ہر وقت پھرتے ہیں
جو ہیں لہرا رہی مظلوم شیدائیوں کے سینوں میں
محبت جو کرے اُن سے اسی سے ہی عداوت ہے
غضب السیا نہ دیکھا آسمانوں میں زمینوں میں
خدا کیواسطے کہدو انہیں او قافلے والو
مہذب صُورتیں لیکر نہ داخل ہوں کمینوں میں
نہ ماریں اپنے دِلدادوں کو وہ ترچھی نگاہوں سے
جفا اندوز شیوہ ناز ہے یہ نازنینوں میں
وفاداروں فدائیوں سے جفا کاری نہیں جائز
کہو کیوں رحم کا مادہ نہیں ان خشمگینوں میں
اگر اکبار اُلفت سے بلالیں اپنے قدموں میں
تو آجائے کمی کیا ان حسینوں کے خزینوں میں



شمع کا قرب بھی جانسوز ہے دُوری بھی مُشکل ہے
کہاں جائیں یہ پروانے مقید ہیں خزینوں میں
بلائے عشق بھی عشاق پر اک ستم قاتل ہے
لئے پھرتے ہیں زہری سانپ اپنی آستینوں میں
یہ وہ منزل ہے جسمیں سب گدا و شاہ یکساں ہیں
نہیں تفریق کوئی بکتر مینوں بہتر مینوں میں
شرابِ شوق میں جو کچھ سُرور و لُطف ہوتا ہے
نہیں وہ بادہ گلگوں میں زریں آبگینوں میں
بقا کیواسطے اک چاہیئے بُنیاد تقوے کی
کہاں آرام اِن فانی مکانوں میں مکینوں میں
اگر حُجاج مُحرِم سال میں اکبار ہوتے ہیں
تو ہے عشاق کا احرام ہر بارہ مہینوں میں
نہ چھوڑینگے کبھی ہم مذہبِ عشاق کا دامن
مریں وہ ڈوب کر مرتے ہیں جو اپنے سفینوں میں

نذیر اس عشق میں جو جو حقیقی لذتیں دیکھیں
کہاں خلوت نشینوں میں کہاں گوشہ گزینوں میں

## شرابِ شوق

اگر خیال ہوئی کر وفا کیا نہ کیا
تو پھر شرابِ محبت پیا پیا نہ پیا
سُرور وہ ہے جو آکر نہ جائے محشر تک
وگرنہ ہاتھ میں ساغر لیا لیا نہ لیا
ہمیشہ یار ہم آغوش ہو تو ہو یارب
بغیر صحبتِ جاناں جیا جیا نہ جیا
کسی کو اپنا بنانا ہے خود فنا ہو کر
نہیں تو دل کو یہ لالچ دیا دیا نہ دیا

طبیبِ دل کے دکھانیکو اپنے زخم نذیر
جگر دریدہ ہے اچھا سیا سیا نہ سیا

# استقامت

باغ سے بلبل نہ نکلے آشیانہ چھوڑ کر
کس طرف جائے گلوں کا آستانہ چھوڑ کر

جل کے مرجانا گوارا ہے دلِ پروانہ کو
جا نہیں سکتا شمع کا دوستانہ چھوڑ کر

جان تک جو یار کے قدموں میں دیتا نہیں
کیوں نہ مجرم ہو ادائے عاشقانہ چھوڑ کر

گوہرِ مقصود جانبازی سے ملجائے اگر
پھر صدف کو کیا کریں دُرِّ یگانہ چھوڑ کر

دین پر دنیا مقدم ہو نہیں سکتی کبھی
سخت ناداں ہے جو بھاگا یہ خزانہ چھوڑ کر

پوچھتا کوئی نہیں اس بلبلِ مہجور سے
کیوں پشیماں ہے قفس میں آب و دانہ چھوڑ کر

کوچۂ جاناں میں مدفن ہو تو پھر کیا چاہیئے
دوڑ کر جائیں گے جنت کا فسانہ چھوڑ کر

زندگی دارین کی ہے موت اسکی راہ میں
کیوں نہ پھر حاصل کریں عذر و بہانہ چھوڑ کر

ہے نگاہِ یار بھی اک در اصل تیرِ قضا
چوک جو سکتا نہیں اپنا نشانہ چھوڑ کر

کیا نظر آیا ہے چشمِ گردشِ ایام کو
آ پڑی سر پر مرے سارا زمانہ چھوڑ کر

بن سکا ہمدم نہ ہمدم بھی پذیرِ زار کا
دلِ بھٹکتا ہی رہا اپنا ٹھکانہ چھوڑ کر

# مہجوری

جب سے دلآرام مرے چھوڑ مجھے دور ہوئے
دل کے آرام بھی سب ساتھ ہی مفرور ہوئے

عیش و عشرت کے جو ایام تھے کافور ہوئے
خواب کی طرح شبِ ہجر میں مستور ہوئے



آہ! کبھی ہوتے تھے دیوانوں کے ہم زیبِ سنگار
اب تو دیوانوں کے ہی نام سے مشہور ہوئے

کون پوچھے کہ تجھے کیا ہے جنوں کس کا ہے
پوچھنے والے جو تھے پھرتے ہیں مغرور ہوئے

کس سے کہوں ہائے دلآزار فسانہ اپنا
جگر کے داغ اسی ضبط میں ناسور ہوئے

کیا کبھی ہوگی کوئی بچھڑوں کے ملنے کی سبیل
سالہا سال سے جو پھرتے ہیں مہجور ہوئے

تیرے مقسوم بھی کچھ ایسے تھے گم گشت پذیر
روزِ اوّل سے جو مہجوری میں منظور ہوئے

گلوں کے تختے جو گلشنوں میں بہار اپنی دکھا رہے ہیں
کسی کو حسرت سے اپنے گل کی وہ یاد گویا دلا رہے ہیں!

نصیب مجھکو نہ اسکی بو ہے نہ میری اس گل کو جستجو ہے
وہ ایسا اپنے وطن سے نکلا کہ پھر نہ آیا بلا رہے ہیں!

میں اسکی فرقت میں جاں بلب ہوں وہ میری حالت سے بےخبر ہے
خدا ہی جانے قصور کیا ہے کہ ہم یہ صدمے اٹھا رہے ہیں

نسیمِ سحری اگر کسی دن ہمارے گل پر ہو گذر تیرا!
تو کہنا اس سے کہ تیری بلبل کے دم لبوں پر ہی آ رہے ہیں

نہ تجھکو مل بیٹھنا گوارا نہ مجھکو تیرے سوا سہارا
اسی تفاوت سے دیدہ مہجور غم کے آنسو بہا رہے ہیں!

کبھی تو آؤ کہ اپنی آنکھوں سے ہم بھی دیکھیں بہار اپنی

کہ نخلِ امید کو یہ بادِ خزاں کے جھونکے جلا رہے ہیں!
پذیرا اپنے نیاز مندوں کو اب تو شرفِ قدوم بخشو
کہ فرش آنکھوں کا تیری خاطر بصد تمنا بچھا رہے ہیں!

## قطرۂ عرفان

جہاں کی آباد بستیوں کو بغور کر کے عبور دیکھا
نہ مہ جبینوں میں رحم دیکھا نہ عاشقوں میں غرور دیکھا
وہ اپنے حسن و ادا پہ نازاں یہ اپنی قسمت کو رو رہے ہیں
نہ انمیں لطف و کرم کا مادہ نہ انمیں صبر و صبور دیکھا
وہ کیوں ہیں بیزار میرے دم سے میں کیوں ہوں اُن سے شکستہ خاطر
نہ اپنی غلطی انہوں نے دیکھی نہ میں نے اپنا قصور دیکھا
شراب عرفان کی حقیقت نہ پوچھ کچھ او مجاز والے
کہیں بھی ایسا نہ لطف دیکھا جو اس نشے میں سرور دیکھا
لقاءِ حق بھی نصیب پر ہے ہر اک کو حاصل نہیں یہ نعمت
وہ اور ہی تھا کہ طور سینا پہ جس نے اللہ کا نور دیکھا
تمام عالم کی روشنی میں جو ذرہ ذرہ چمک رہا ہے
اوسکی قدرت اسی کا جلوہ اسی کا سب میں ظہور دیکھا



ہے اپنی اپنی غرض کا بندہ امیر ہو یا فقیر بھی ہو
غرض سے خالی نہ کوئی ناداں نہ کوئی اہلِ شعور دیکھا
نہ کوئی مشکلکشا کسی کا نہ کوئی حاجت روا کسی کا
ہر ایک مشکل کو دور دیکھا تو اک خدا کے حضور دیکھا
پذیرا اپنے خدا کو ہم نے تمام دنیا کے عاجزوں پہ
رحیم دیکھا کریم دیکھا غفور دیکھا شکور دیکھا
تاثیر نہ دیکھی کچھ اپنی تقریروں میں تحریروں میں
جز حسرت کچھ نہ ہوا حاصل ان لاحاصل تدبیروں میں
کردی سب عمر تباہ اپنی تزویروں کی زنجیروں میں
آخر کو ملا مقسوم وہی جو مقدر تھا تقدیروں میں

## جامِ حسرت

ہجر میں دم لبوں پہ آپہنچے
اب تک دلربا نہ آپہنچے
داغِ حسرت یہ لے چلیں گے ساتھ
مرتے دم بھی نہ آشنا پہنچے
کوئی پہنچا نہ الوداع کرنے
یار پہنچے نہ آشنا پہنچے
بعد مرنے کے قبر پر آکر
کوئی پہنچیں اگر تو کیا پہنچے
ہے پہنچنا تو وقت پر پہنچیں
قبل اس کے کہ جب قضا پہنچے

اب تو شاید کوئی ہے دم باقی — پہنچے ہمدم نہ غم ربا پہنچے!

قدسیوں میں بھی شور ہے برپا — میرے نالے فلک پہ جا پہنچے

میرے آنسو بصورتِ اشعار — سو بسو پہنچے جا بجا پہنچے

مشکلوں میں کوئی بھی یار نہیں — جب مصیبت کسی پہ آ پہنچے

بیکسوں عاجزوں کی نصرت کو — جب بھی پہنچے تو اِک خدا پہنچے

یاالٰہی نکل کے روحِ نذیرؔ
پہنچے جنت میں جوں ہوا پہنچے

فتادم در بلائے عشق خود بر خود جفا کردم — ندیدم انتہائے او چو قصدِ ابتدا کردم

نہ ماند آرام روح و لذتِ ایں زیستن در دل — بقائے خویش را در راہِ وے ہوئے او فنا کردم

لبا گفتند یاراں در قفائے او مرو ہرگز — نہ بینیدیش او صعوبت او مگر من ناروا کردم

بہائے خویش کمتر از پرِ پروانہ دانستم — کہ او بر شمع سوزد من بہ ہجراں جاں فدا کردم

چہ گویم با تو در ایں منزلِ مشکل چہ میگذرد — جفائے بر جفا دیدم وفائے بر وفا کردم

ز خود کامی مرا غیظ و غضب بر کس نمے آید — ہر آنکو داد دشنامے منم او را دعا کردم

نیاید ہیچ در دستم نہ تابِ گشتہ ام از وے — نہ کم از کم پشیمانم کہ ایں کارے چرا کردم

نذیرؔ ازیں غلط کاریئے خود دیگر چہ میگویم
خطا کردم خطا کردم خطا کردم خطا کردم



# ملاقات حسرت آیات

آئے تھے دوستوں کی ملاقات کیلئے — یا غمزدہ دلوں کی فتوحات کے لئے

سمجھے تھے ہم کہ دور کی مہجوریوں کے بعد — آئے ہیں اب تلافیٔ مافات کے لئے

کاٹی شبِ فراق تھی امیدِ وصل پر — نکلی صبح بھی پردہ میں آفات کے لئے

پھر رات آنیوالی تھی انجامِ صبح پر — گویا وہ پیش خیمہ تھی ظلمات کے لئے

کیا جانیے وصلِ یار بھی اِک پردہ پوش ہے — آئے تھے تازہ کرنے کو حسرات کے لئے

جتنا رہے وہ اپنی ہی مرضی سے خود رہے — ٹھیرے ہمارے پاس نہ اک رات کے لئے

کہتا رہا میں آج یہیں ٹھیر جائیے — فرمایا دلِ اداس ہے گجرات کے لئے

رہنا ہمارے پاس گوارا نہ کر سکے — حاضر تھی جان نثار تو خدمات کے لئے

سب کو وہ آج جامِ مرادات دیگئے — ہم دیکھتے ہی رہ گئے حاجات کے لئے

نکلے ہمارے گھر سے وہ ایسے شوق سے — حجاج جیسے نکلے ہیں عرفات کے لئے

جاتے ہوئے وہ دیگئے فرقت سے سوزِ دل — لائے ہی تھے دینے کو سوغات کے لئے

آرام جو ہمارے تھے وہ ساتھ لیگئے — چھوڑا ہمیں حصولِ مہمات کے لئے

تنہا تھے ہم تو پہلے بھی تنہا ہی رہ گئے — اِک جھونپڑی ہی سننے کو جذبات کے لئے

دیکھا نہ حالِ زار نذیرؔ فقیر کا
بولے نہ جب بلایا کسی بات کیلئے

زمانہ انس و محبت پیار کا نہ رہا | کسی کو خیال کسی جاں نثار کا نہ رہا
دلوں کے غنچوں کو باد صبا نہ کھول سکی | کہ باغ دہر میں موسم بہار کا نہ رہا

## دردنامۂ منظور

جو کہ چند روز اس کے ہاں رہ کر عاجز کے واپس چلے آنیکے بعد اس نے ایک خط میں لکھا۔

آپ کے دم سے ہماری جھونپڑی آباد تھی | غم غلط سالگتے تھے اور محزوں طبیعت شاد تھی
آپکی موجودگی بھی برکتیں ہی برکتیں | ہر گھڑی حاصل دعاؤں سے ہمیں امداد تھی
عہد ماضی پھر رہا تھا میری آنکھوں میں تمام | اپنا بچپن یاد تھا اپنی جوانی یاد تھی
یاد تھا بھیرہ سے اپنا وقت رخصت یاد تھا | میرے موجودہ زمانے کی وہی بنیاد تھی
ہے تصور میں ابھی تک رات کا مل بیٹھنا! | اور حکایات کہن اس پر عجب ایزاد تھی!
بعد مدت کے کہیں حاصل ہوا تھا وصل یار | میری روح فکر مند ہر فکر سے آزاد تھی
کیا خبر تھی پھر وہی تاریک ہیں لیل و نہار | خواب کی مانند ساری وصل کی میعاد تھی
لے گئے سب آپ میری جھونپڑی کی رونقیں | کر گئے برباد پہلے جسطرح برباد تھی

وقت رخصت بند تھی منظور گو اپنی زباں
آنکھ لیکن کہہ رہی تھی دل کی جو فریاد تھی





## ایک پڑوسی ڈاکٹر و حکیم صاحب کی خدمتمیں التماس

یہ مانا ہم نے کہ آپ حاذق حکیم بھی ہیں ادیب بھی ہیں
مگر بتائیں کہ بے نواؤں کے ہمنوا و حبیب بھی ہیں
کبھی تو ہم بھی جناب والا کے ظل قرب جوار میں تھے
جو سمجھیں اب بھی تو آپ سے ہم بعید بھی ہیں قریب بھی ہیں
پڑا ہوں بیمار مدتوں کا علاج کر کر کے تھک گیا ہوں
کبھی نہ پوچھا نہ پوچھ بھیجا عجیب شاہی طبیب بھی ہیں
غریب لوگوں کے پوچھنے میں وہ اپنی گر کسر شان سمجھیں
تو میں بتاؤں کہ ہمیں حاصل رضائیں مولا مجیب بھی ہیں
نہ ایک جیسی ہے ساری دنیا نہ ایک جیسے ہیں بخت سب کے
ادیم چرخ کہن کے نیچے امیر بھی ہیں غریب بھی ہیں!
پذیر کچھ بھی گلہ کسی پر نہیں ہے اس اپنی بے کسی کا
ہیں میرے جیسے ہزار جو خوش نصیب بھی بدنصیب بھی ہیں

## مذمت سوال

دم سوال جو سائل کا حال ہوتا ہے | وہ کیا بتاؤں کہ کس کی مثال ہوتا ہے

خدا دکھائے نہ یہ وقت غیر کو بھی کبھی!
سوال کرنا خجالت کمال ہوتا ہے

ہے اس گدائی سے بہتر زمیں میں گڑ جانا
یہ ایسا باعث ذلت سوال ہوتا ہے

مگر بغیر ضرورت سوال ہے مذموم
بوقت خاص ضرورت حلال ہوتا ہے

بشر کے آگے بشر کو ذلیل ہونیکا
بغرض خاص ہی آخر خیال ہوتا ہے

نہیں درست کسی کو بھی حال دل کہنا
کہ اسمیں شکوۂ اللہ والجلال ہوتا ہے

ہے مال مال خدا اور غنی ہیں اسکے وکیل
فقیر لوگ خدا کا عیال ہوتا ہے!

خدا کی راہ میں کرتے ہیں خرچ اہل کرم
مگر بخیل کا ضائع ہی مال ہوتا ہے

نہ خرچ کرتا ہے للہ نہ آپ کھاتا ہے
یہ مال اسکے لئے اک وبال ہوتا ہے

کرے سوال بھلا کون ایسے ممسک سے
کہ جس سے اگلا بھی سب کچھ زوال ہوتا ہے

نذیر جس کے نصیبوں میں صبر ہے اُن کو
سوال کرنا نہائت محال ہوتا ہے

# ایک عزیز کی ملاقات و تعزیت

میاں گل محمد خلف میاں خدا بخش صاحب کلیار مرحوم رئیس کوٹ گل پوسٹ فروکہ ضلع سرگودھا

ملا ہے گل محمد تو مجھے جو شادماں ہو کر
خدا بخشے گا تجھ کو اجر اس کا قدرداں ہو کر

کہاں ہستی مری شکریہ اس کا میں بجا لاؤں
کہاں طاقت کہ ہو ایثار جاں گوہر فشاں ہو کر

زباں قاصر ہے کہنے سے قلم قاصر ہے لکھنے سے
طبیعت غمزدہ ہو گئی ہے ناتواں ہو کر



نہیں الفاظ ایسے جو کہ ہوں شایان شاں اس کے
تکلم سے حیا آتی ہے نا اہل زباں ہو کر

دعائیں ہی دعائیں ہیں غریبوں بے نواؤں کی
نکلتی ہیں جو دل سے نیم شب نالہ کناں ہو کر

پھلو پھولو جہاں میں شجر طوبیٰ کی طرح ہر دم
نظر آئے گل و گلزار گل کا گلستاں ہو کر

محمد شیر کا اور گل محمد کا خدا حافظ
ہمیشہ فی امان اللہ رہو عالی مکاں ہو کر

نکو مجلس نکو صحبت نکو الفت نکو ہمدم
رہو دنیا میں ہر پہلو سے مقبول جہاں ہو کر

نہ ہو خدشہ کبھی کچھ بھی کسی رنج و مصیبت کا
رہو محفوظ ہر رنج و بلا سے شادماں ہو کر

سکندر جاہ عمر خضر دولت سلیمانی
رہے خادم بلند اقبال زیب آستاں ہو کر

تمنا ہے کہ برخوردار ہوں سے دین و دنیا میں
رہو تم کامبخش و کامیاب و کامراں ہو کر

کبھی بھی گردش ایام کی ظلمت نہ ہو حائل
رہے طالع منور ماہتاب آسماں ہو کر

نسیم جانفزا گل پر بہار نور ہے لاتی
نہ آئے صرصر غم گلشن گل پر خزاں ہو کر

نوائے شیر سے مرعوب ہو ہر حاسد و دشمن
چھڑو یہ دو رہا گئیں ہمگین و نیم جاں ہو کر

الٰہی یہ دعائیں سب مری مقبول ہو جائیں
فلک بوسی کریں تیری برنگ کہکشاں ہو کر

مٹا دے داغ فرقت رفتگاں کا ان کے سینوں سے
کہ لالے کی طرح بیٹھا ہے گل آزردہ جاں ہو کر

مصیبت پر مصیبت آ گئی یہ ناگہاں ایسی
کہ لوٹا جس نے سارے قافلے کو ہمعناں ہو کر

غنیم موت نے چھوڑا نہ کوئی صلح و زاہد
نہ بخشا کچھ توقف آگیا جب حکمراں ہو کر

نہ اللہ یار کو وقفہ ملا کچھ بھی سنبھلنے کا
پڑی آواز رحلت جب درائے کارواں ہو کر

کریں کس کس کا ماتم اور کس کس پر یہ گریانی
ہزاروں چل بسے دنیا سے بے نام و نشاں ہو کر

بھلا اُس والدہ کی زندگی کیا موت سے کم ہے
بہار چند روزہ اسکی جلدی ہو گئی پوری
دعائے مغفرت رہ ہے اسکے غم میں اور کیا کہیئے
تموج بحرِ غم میں ڈوبتی اس ناؤ کو یارب
بچانے غم سے مہجوروں کو تو اپنے سہارے سے
ہر اک منزل میں اللہ یار ۔ اللہ یار کا ہو جا

کہ جس کا پسر بچیا فوت ہو جاوے جواں ہو کر
وہ آیا تھا جہاں میں دو گھڑی کا میہماں ہو کر
ہو اللہ یار سب کے واسطے بخشش کناں ہو کر
تو ہی اپنے کرم سے پار کر دے نگہباں ہو کر
عطا کر صبر کی توفیق سب کو مہرباں ہو کر
ترا ابرِ کرم آجائے اس پر سایہ باں ہو کر

نذیرِ غمزدہ بھی ساتھ ہو اس کے بہشتوں میں
پھرے رو تا نہ اس کے ہجر میں ہی نوحہ خواں ہو کر

## اِحرام کی چادّر گم ہو گئی

گل محمد مذکور

رخصت ہوا جو آپ سے میں سوموار کو
چھوٹا سا ایک حادثہ رستے میں بن گیا
گو کچھ نہیں وہ حادثہ تیری نگاہ میں
کرتا ہوں عرض آپ کی خدمت میں لکھ کر
چادّر تھی ایک خاکی سی جو اس غلام پر
رکھی ہوئی تھی میں نے وہ تکفین کیلئے
پچیس ۲۵ سال رکھا تھا اُس کو سنبھال کر

کہتا ہوا اسلام و دعا گلِ نگار کو ! ..
جس سے نیاز مند کا دل غم سے چھن گیا
لُوٹا گیا فقیر تو بے رخت راہ میں
سچ سچ کہونگا لینا ہے کیا جھوٹ بول کر
اِحرام جس سے باندھا تھا حج کے مقام پہ
مرنیکے بعد اوڑھونگا تدفین کیلئے
اِک روز اوڑھلی تھی وہ آخر نکال کر



اوڑھے ہوئے ہی آپکے دربار میں گیا
واپس ہوا تو راہ میں تقدیر آ ملی
اب تیرے بدلے اس کو کوئی اور اوڑھیگا
پہنچا جو سلانوالی سٹیشن پہ آن کر
لینے کو ٹکٹ آگے بڑھا میں بھی گھسٹ کر
کاندھے پہ اپنے میں نے تھی چادّر دھری ہوئی
کرتا پھرا تلاش صغیر و کبیر میں
افسوس وہ تو مجھکو بہت ہی عزیز تھی
ویسے تو مل سکینگی ہزاروں ہی چادریں
جسمیں دعائیں کی تھیں خدا کے حضور میں

پژمردہ اک عزیز کے گلزار میں گیا
کہنے لگی یہ چادّری تیری نہیں رہی
لیکن وہ تیرے سامنے کس طور اوڑھیگا
دیکھا ہجومِ خلق سے مملو ہے ٹکٹ گھر
لیکن وہ گھسڑ نا امر اتفاق آہ پُر خطر
ٹکٹوں کی بھیڑ بھاڑ میں کندھے سے گر گئی
لیکن پتہ نہ لگ سکا جمّ غفیر میں
چادّر تھی یا کہ حج کی عجب ایک چیز تھی
لیکن کہاں نصیب وہ احرام پھر ہمیں
عرفات میں بھی کعبہ میں اور جبلِ طور میں

یارب کبھی تو پھر بھی وہی دن نصیب ہو
بیت الحرام ہو اور نذیرِ غریب ہو

اس درد دل کا جوش جو آیا ظہور میں
صد شکر پاک ذات کہ سن لی خدا نے آہ

بیتاب ہو کے پہنچا خدا کے حضور میں
پھر لیگیا دوبارہ خدا جبلِ نور میں

## ایک زاہد سے مکالمہ

کہتا ہے مجھکو زاہد تیرا چلن ہے اور

ظاہر نمود اور ہے باطن لگن ہے اور

کہتا ہی جو زباں سے کرتا نہیں وہ آپ
لوگوں کو ہی نصیحت اپنا چلن ہی اور

کیوں قول اور فعل ترا متفق نہیں
افعال تیرے اور ہیں قولِ دہن ہی اور

کچھ شعر و شاعری بھی ہی بے ربط سی تری
مفہومِ شعر اور ہے طرزِ سخن ہے اور

احوال میں بھی تجھ پہ ہیں نیک ظن بہت
تھوڑے ہیں لوگ جنکا ترے حق میں ظن ہی اور

آتی نہیں سمجھ کہ تو ہے کس قماش کا
ساحر ہے یا کہ پاس ترے کوئی فن ہی اور

سنیئے جناب زاہد میرا بھی کچھ جواب
بیشک ہیں آپ زاہد لیکن چلن ہے اور

زیبا نہیں ہیں آپ کو یہ عیب چنیاں
ہے زہد و ورع اور سخن نشین ہے اور

خلوت کی اور طعن کی ہی کیا مناسبت
کنجِ ریاضت اور ہے یہ انجمن ہے اور

گر صوفیوں کا بھیس بنایا تو کیا ہوا
تقویٰ کا جامہ اور ہے یہ پیرہن ہی اور

رکھنا معاف گرچہ گنہگار ہوں میں سخت
لیکن ردائے فضلِ خدا ذو المنن ہی اور

جو کچھ کہا ہے آپ نے سب کچھ ہی وہ بجا
اس سے بھی بڑھ کے میری تو حالت کٹھن ہی اور

جیسا ہوں اپنے آپ کو میں جانتا ہوں خوب
پر آپ کے جگر میں بھی کوئی جلن ہے اور

ہے شکر پاک ذات کہ جس نے زمشتِ خاک
پتلہ بنا کے مجھ کو لگا دی لگن ہے اور

تو ڈھونڈتا ہی آبِ بقا چاہِ خشک سے
زمزم کا چاہ اور ہے چاہِ ذقن ہے اور

میری نظر بھی دور ہے حدِ نگاہ سے
بستا تو ہوں زمیں پہ اصلی وطن ہی اور

اس آب و تاب دم پہ نہ اترائیے جناب
شبنم کے موتی اور ہیں دُرِّ عدن ہے اور

بلبل سیاہ نہ دیکھ تو آواز اسکی دیکھ
تیری نظر ہے خار پہ بوٹے چمن ہی اور



کیا فکر ہے پذیرِ سیہ کار کی تجھے
بخشانیوالا عیبوں کا شاہِ زمن ہی اور

گر پیشوائے قوم ہے زاہد تو کیا ہوا
تسبیح کا امام نہیں ہے شمار میں!

# مرقعِ نصیحت

اللہ کی توحید سے انکار نہ کرنا
اور شرک سے ایمان کو بیکار نہ کرنا

کوئی بھی نہیں اس کا شریک اور نہ ہمسر
ساتھ اُس کے شریک اور کو زنہار نہ کرنا

وہ ایک ہی معبود ہی اور ایک ہی مسجود
کوئی اور عبادت کا سزاوار نہ کرنا

دے سکتا ہی سب حاجتیں وہ ایک ہی سبکی
جز اُس کے کسی اور کو مختار نہ کرنا

سچ بات کو سچ ماننا حق کو نہ جھٹلانا
سچ بولنا جھوٹوں سے کبھی پیار نہ کرنا

احکامِ الٰہی میں کبھی سستی نہ ہونا
اور اُس کی مناہی کی کوئی کار نہ کرنا

جائز ہو کوئی چیز تو لے لینی خوشی سے
ناجائز عادات میں اصرار نہ کرنا

وعدہ میں وفا کر کے اُسے پورا نبھانا
گر پورا نہیں کرنا تو اقرار نہ کرنا

دشمن سے کبھی نیکی کی اُمید نہ رکھنا
یاروں کو کبھی اپنے سے بیزار نہ کرنا

تنگی میں نہ بے صبری کی عادت ہو کبھی بھی
ناشکری کشائش میں کسی بار نہ کرنا

نادار فقیروں سے الجھنا نہ غضب سے
طاقت کا کبھی شیخی سے ہنکار نہ کرنا

غنیاؤں کی صحبت کا بہت شوق نہ رکھنا
غرباؤں کی مجلس سے کبھی عار نہ کرنا

خودبینی سے ہو عار تکبر سے ہو نفرت / ظالم کو خوشامد سے نمسکار نہ کرنا
نعمت میں کبھی شکرِ خدا بھول نہ جانا / آرام میں خوف اس کے سے ادبار نہ کرنا
محتاج کوئی اپنے سے کمتر نہ سمجھنا / معذور غریبوں کو شرمسار نہ کرنا
سائل کو کبھی جھڑک کے خالی نہ ہٹانا / طاقت نہیں دینے کی تو تکرار نہ کرنا
بیمار کو جا پوچھنا ہمدردی دکھانا / دشمن کی خوشی مرنکی اویار نہ کرنا
ہے خدمتِ مخلوق بزرگی کا ذریعہ / سرداری کا کچھ فخر او سردار نہ کرنا
نفس اپنے کی خواہشات کا محکوم نہ ہونا / اور اسکو کبھی اپنے پہ اسوار نہ کرنا!
بہتر ہے قناعت متوسط ہو گذارہ / اسراف سے آپ اپنے کو نادار نہ کرنا
آجائے اگر طیش تو غصہ کو دبانا / جوشوں میں کوئی بات دلآزار نہ کرنا
اپنوں سے کوئی بات ضروری نہ چھپانا / غیروں پہ کسی راز کا اظہار نہ کرنا
کرنی ہو کوئی بات تو وہ سوچ کے کرنی / بن سوچے کبھی کوئی بھی گفتار نہ کرنا
بیہودہ ہر اک بات سے ہر لغو سے بچنا / بے فائدہ بکواس خبردار نہ کرنا
کھیلوں میں تماشوں میں تباہ عمر نہ کرنی / اور قرض کے سرمایہ سے بیوپار نہ کرنا
غیبت سے کسی فرد کے دل کو نہ دکھانا / اور حسد سے نفس اپنا گنہگار نہ کرنا
ہو بغض تو للہ محبت بھی ہو للہ / نفسانی کوئی دشمنی اور پیار نہ کرنا
بس یہی نصیحت ہے کہ ہر نیکی کو لینا / بدیوں میں وجود اپنا گرفتار نہ کرنا
ہو جائے پذیر آپ بھی ان باتوں کا عامل / مولا! اسے محشر میں کہیں خوار نہ کرنا



دنیا میں ایسا ہو کے رہو جیسے خاک ہو / جو بھی لتاڑے تجھکو نہ تو غضبناک ہو
اس صبر کا نتیجہ یہ آخر ملے تجھے / تو تو رہے سلامت اور وہ ہلاک ہو

# ایک شرفنامہ

منجانب نادیدہ دوست مہربان مکرم مولینا محمد اکرم صاحب علوی سہام ساکن رولیہ ڈاک خانہ سیو ضلع گجرات پنجاب جو اپنی حسن ظنی پر سعدیٔ زماں فردوسیٔ دوراں وغیرہ کے خطابات سے یاد فرما کر عاجز کو شرمندہ کرتے ۱۲

اگر سعدی و فردوسی نمانده / بحمد اللہ اکنوں دلپذیر است
جوابِ شاں اگر کم داشت عالم / فحمداً آں جناب بےنظیر است
دلِ عالم ز فقداں بود پارہ / ہزاراں شکر ایں شکر بہ شیر است
سفائی اکرما یا بے زبانی! / ز تو نادانی و او خود شہیر است
چہ حاجت مدح ماہِ چاردہ را / چو مہرِ آسماں آفاق گیر است
دلم از ضعف پیری خیابش / ملول است و حزیں اندوہ گیر است

خدایا تا جہاں باقی است ماناد
زاکرم ایں دعا با صد نفیر است

## جواب نامہ

نہ سعدی ہوں نہ فردوسی نہ حسانِ زماں ہوں میں
نہ قابل ان خطابوں کے ضعیفِ ناتواں ہوں میں

پراگندہ خیالاتِ کہن کا اِک مُرقّع ہُوں ...!

پُرانا ایک ناکارہ وریدہ داستاں ہُوں میں

نہ علم الادب سے واقف نہ ہے ذوقِ سخن مجھکو

نہ عربی فارسی کی بندشوں کا رازداں ہُوں میں

نہ انشاء آشنا ہُوں میں نہ طرزِ نَو سے محرم ہُوں

نہ اُردوئے مُعلّٰی کا کوئی اہلِ زباں ہُوں میں

مِرا مولد مِرا مسکن تو ہے پنجاب کا خطّہ

مگر پنجاب کا بھی انوری لُطفی کہاں ہُوں میں

مجھے اِک خوشہ چیں پہلوں کا یا زُلّہ رُبا کہیئے

یکے پس خوردہ خواران کا گدائے آستاں ہُوں میں

گلُوں کے فیضِ خُوشبو سے اثر کچھ شاخ کو پہنچا

بغیر اس کے وہی اِک خشک خارِ گُلستاں ہُوں میں

نسیمِ صُبح کا جھونکا کبھی آیا تو کھِل اُٹھا

وگرنہ ایک غنچے کی طرح بستہ دہاں ہُوں میں

سخن آرائیاں یہ آپ کو دائم مبارک ہوں

مجھے بھی اپنی نافہمی کہ جس کا پاسباں ہُوں میں

پذیرہ نارسا معذُور ہے اُردو نویسی میں!



مگر ادنےٰ سا پنجابی زباں کا پہلواں ہُوں میں

## آپ کے ایک اور خط کا مختصر جواب

نامہ اکرم رسید و رحمتِ ارحم رسید
ساغرِ پُر آتشنہ را بہتر ز جامِ جم رسید

شُکرِ حق کز رحمتش در گورِ تنہائی و یاس
چُوں دمِ عیسےٰ ضعیفے مُردہ را ہمدم رسید

مرحبا گُفتہ نہادم بر سرِ چشمانِ خود
زانکہ من مجرُوح را ایک مژدۂ مرہم رسید

بر توکل کردہ بُودم التجا پیشِ شُما
شکرِ للہ وقتِ حاجت داروئے در دم رسید

با دلِ فرحان و شاداں ایں پذیرِ بے نوا
بس جزاک اللہ بگوید آنچہ من جستم رسید

## ایضاً بخدمت ممدوح الصّدر

### بر ترسیل چند کُتب مطلُوبہ آں مکرّم

ابتدا میکنم بہ بسم اللہ
بعد ازاں لا الٰہ اِلّا اللہ

ہست ایں رُقعہ جانبِ اکرم
رَبَّنا اغفِرلَہ وَلِی وَارحَم

بعد تحفہ سلام ہم دعوات
پیشِ نظر است عذرِ تقصیرات

من کہ ہستم دریں زماں معذور
شرحِ آں جُملہ مے کُنم مسطُور

ضُعفِ پیری مرا ز سر بگذشت
شُد قدِ چوں کماں ز پیری گشت

دائما در رکوع میمانم  گرچه از سجده مثل شیطانم
دیگرے ہست سخت ضعف بصر  از جوانی نہ ماندہم نظر
چند امراض نیز لاحق حال  گشته کردند عقل و ہوش زوال
اندریں حال آمده مکتوب  از جناب شما لبا مرغوب
در طلب کتب سوئے بنده خسیس  نیک آوان عصر روز خمیس
در شب جمعه کرده شد تعمیل  لیک کارے نیامده تعجیل
پارسل بست و کرد خط مرقوم  اندکے نثر و اندکے منظوم
صبح رفتم به ڈاکخانه عجیل  مردماں گفت ہست دو تعطیل
روز دوشنبه رفته بودم باز  پارسل وزن کرد یک در باز
گشت زائد ز وزن چار آثار  گفت بابو مزید شد بسیار
پوسٹ آفس نے سند اے مرد  ریلوے پارسل ببائد کرد
واپسیں آمدم بدرد و کمال  لاجرم ریلوے شده ارسال
بلٹی اش درہمیں لفافه رواں  کرد وی پی ز بہر قیمت آں
خرچ وی پی و ریلوے محصول  خود ادا کرد ایں ظلوم و جہول
صرف باقی است شانزده اوراق  قیمت کتب ایں ہمه بیباق
پنج کتب اند در جناب ارسال  حسب ارشاد آں مبارک فال
ہست یک جامع اللطیف لطیف  در فضائل حریم مکه شریف



دوم مختار در صحاح لغات  سوم قانونچه یکے سوغات
یک مدارج نبی شه کونین  خامه ہست مجمع البحرین
ہر چه بیشی کمی بود ز خطاء  کرده باید معاف راه خدا
ایں بواعث شدند دیر و درنگ  آنچه مذکور کرده شد فرہنگ
نامه ختم ایں بنام خدا  چشم پوشی به سہو من فرمائے

ہست عاجز پذیر پر تقصیر
اکرما عذر از کرم بپذیر

کسی میں کوئی ہنر ہے کسی میں کوئی ہنر
کسی ہنر میں بھی میرا بلند نام نہیں
ہے اپنی ہیچمدانی کا اعتراف مجھے
نیازمند ہمه دان الوالکلام نہیں

# ریزۂ حصّہ

اس میں سب وہی نظمیں درج ہیں۔ جو اپنے مکرم مہربان جناب میجر صاحب ملک خان محمد خاں صاحب المتخلص بہ سائل مدظلہ کی خدمت میں وقتاً فوقتاً گذارش کی گئیں،

## دُعا

جبتک فلک پہ دورہ شمس و قمر رہے
آباد ملک خان محمد کا گھر رہے

نورِ نظر محمد بشیر اور ربّ نواز
رب کی نوازشوں سے ہر اک بہرور رہے

پھولیں پھلیں جہاں میں نہ دیکھیں کوئی زوال
ہر رنج سے بہارِ چمن بے خزاں رہے

دُنیا و دین دونوں میں بالانشین ہوں
ہر گام ارتفاع پہ شام و سحر رہے

اللہ کی حفاظت و نصرت رفیق ہو
سر پر ہمیشہ سایۂ خیر البشر رہے

نخلِ مراد اپنے مقاصد میں ہر طرح
سرسبز و کامیاب ہے پُرثمر رہے

روشن رہے یہ محفل نورِ چراغ سے
یہ لعلِ شب چراغ سدا جلوہ گر رہے

مقبول ہوں تمام دُعائیں پذیر کی
نکلے جو بات دل سے وہ کیوں بے اثر رہے



# ضیاءِ چراغ

آپ کے والد ماجد قبلہ جناب ملک محمد چراغ خان صاحب رسالدار مرحوم کی یاد

روشن ہے اب بھی دیدۂ دل داغ داغ کا
پروانہ تھا کبھی جو ضیائے چراغ کا

ہو جائے باغ باغ ہرا سینہ داغ داغ
آ جائے ایک جھونکا جو اس گُل دماغ کا

ہو جائے اس کے نقشِ قدم پر میں جان نثار
ملجائے گر سراغ کہیں بے سراغ کا

آبِ حیات پینے میں وہ لطف ہے کہاں
اُلفت میں جو مزہ ہے اجل کے ایاغ کا

کس سے سُنیں پذیر کی وہ داستانِ غم
بادِ صبا بھی وقت نہ پایا فراغ کا

## ہدیۂ تبریک

پنشنری کے بعد بعہدہ میجری حضرت سائل صاحب کے فائز ہونے پر

مُبارک ہو مُبارک پنشنری تمکو مُبارک ہو
مُبارک ہو مُبارک میجری تمکو مُبارک ہو

بڑھو بڑھتے ہی جاؤ تم پھلو پھولو زمانہ میں
ہر اک دُنیا و دیں کی برتری تمکو مُبارک ہو

پذیرِ ناتواں کی سب دُعاؤں کا نتیجہ ہے
ملک صاحب مبارک بندہ پروری تمکو مُبارک ہو

کچھ تو اصغر ہی رہے اور کوئی اکبر ہو گئے
کوئی نیچے گر گئے اور کوئی برتر ہو گئے

پنشنر کو پھر بلانے میں یہی اک راز تھا
منصب کپتان سے میجر مقرر ہو گئے

اس خوشی میں ہدیۂ تبریک ہے نذر پذیر
ہو مبارک انکو جو عہدہ میں میجر ہو گئے

ترقی پر ترقی دمبدم ہر آن ہو تیری
ملک بھی رشک کھائیں دیکھ کر وہ شان ہو تیری
مبارکبادیوں کی جھولیاں تجھ پر نچھاور ہوں
خدا کے فضل سے یہ میجری تابان ہو تیری
بڑھائے اور بھی اس سے خدا صاحب مراتب میں
اسی کے راہ میں ہر اک گھڑی قربان ہو تیری
نسیم روح پرور جانفزا مژدے رہے لاتی
بہار جاوداں دارین میں دربان ہو تیری
رہے محفوظ تو ہر رنج سے حفظ الٰہی میں
ہمیشہ رحمت رحمان سایہ بان ہو تیری
محمد شیر کو بھی رب نوازے دین و دنیا میں
تیری اولاد کی خوش قسمتی ہمشان ہو تیری
مری جانب سے انکو بھی مبارک باد کہہ دینا
عمل قرآن ہو تیرا مدد رحمان ہو تیری

چراغ حسن تو بر دیگراں انوار مے بارد
پذیرِ خستہ پر بھی شمع نور افشان ہو تیری

## ایک غلطی کا اعتراف

میجری آئی تو کپتانی گئی
چاندکی سورج سے سلطانی گئی
کیا خبر تھی شیر نادان کو
اب ہوا یہ علم نادانی گئی
محض بیخبری میں یوں لکھتا رہا
اپنی جو غلطی تھی وہ مانی گئی
آپ سے یہ فائدہ پہنچا مجھے
ہو گئی اصلاح غلط خوانی گئی



آپ کا ممنون ہوں مشکور ہوں
نور آیا رات ظلمانی گئی

من بہ این سہو خویش معترفم
آنچہ گفتم ہمہ غلط گفتم
حق بجانب شما و قول شما است
عفو خواہم کہ من خطا کردم

## تہنیت

۴۲ ۶ ۱۹

بہ تقریب ولادت باسعادت (عزیزم محمد خالد خاں طال حیوتہٗ) پسر اوّل انسپکٹر ملک محمد شیر خان صاحب خلف الرشید جناب میجر رضا صاحب سائل ممدوح سلمہم ربہم

چہ خوش مبارک آں جدّ امجد و والد
کہ شد بقسمت ایشاں محمد و خالد

مرحبا صد مرحبا ایں نونہال
آکرد بخشید فضل ایزد متعال
تحفۂ نو سال ہجری عیسوی
چوں ہلال عید آمد در رجال
بست و سہ ذوالحج در دوشنبہ روز
شد تولد خالد فرخندہ خال
وقت نوری صبحگاہے از رخش
شد منور خانہ حسن و جمال
چوں محمد خالد او را نام داد
جد امجد خاں محمد خوشخصال
با محمد شیر والہ نام او
ضم بکن سالش بود جشن واد وال
نام والد و ولد سال ولادتش
بادل والد در آمد در خیال

بخشش حق آمده شیریں ثمر — از عناياتِ خدائے ذوالجلال

در تلفظ سنِ ہجری آمده — یک ہزار و سه صد و ہم شصت سال

یازده تاریخ ماہِ جنوری — نه و ده صد سال ہم چہل و دو سال

ایں۔ محمد خالدِ روحِ حیات — بادیارب صاحبِ جاه و جلال

باطفیلِ محمد ش محفوظ دار — خالداً ابداً ز ہر رنج و ملال

درکنارِ جده و ہم والدین — مے شود مسرور با اہل و عیال

صد صلوٰة و صد سلام از دلپذیر

بر رسولِ پاک ہم اصحاب و آل

## مختصر اور جامع تاریخ

صبح دوشنبه بست و سه ذوالحج — شد درخشاں جمالِ خالد خاں

یازده جنوری مسیحی سال — ہست خوش بخت بادلِ شاداں

ماه پوه بست و ہفت و موسمِ سرد — سمت. ایں خالدِ چراغِ زماں

## رمزیہ

کیا خوب محمد خالد خاں تاریخی نام بتایا ہے
جب حرف اکارے چھوڑ دیئے تو سال تولد آیا ہے
اب گن لو باقی حرفوں کے اعداد حروفِ ابجد سے
سب ہیں تیره سو ساٹھ نذیر بھیروی نے بتلایا ہے



## ہجری و عیسوی سنه ایک ہی مصرعه میں

۱۳۶۰ — ۱۹۴۲

جنم محمد خالد دا سنه کہن حسابی پکے — ناں دے عدداں نال ملا دیو تن واہے تن یکے

اسے سارے مصرع وچوں کہے نذیر نمانا — دونویں سنه برآمد ہوون گن لئے جو گن سکے

## رباعیات

مبارک روز تھا جبدن محمد شیر خان آیا — محمد خالد اب ہو کر چراغِ خانداں آیا

چراغِ خانداں ہوگا یہی سالِ تولد ہے — نذیرِ مدح خواں کے واسطے گوہر فشاں آیا

سمیِ حضرتِ خالد تولد شد بحمد اللہ — نکوگر دو به برکت نامِ اصحابِ رسول اللہ

چه گوئم با تو قدر و منزلت از حشمتِ خالد — نبی فرمود خالد ہست سیف من سیوف اللہ

شیرِ یزداں علی است اسد اللہ — تیغِ حق خالد است سیف اللہ

شیر را تیغ چوں بدست آید — میزند گردنِ عدو اللہ

## سجعہ

از ضیائے چراغ شد روشن — خانه آباد خاں محمد خاں

رب نوازید زو محمد شیر — خالد از شیر شد چراغِ زماں

## ایضاً

از خان چراغ شدہ روشن ایں خانۂ خان محمد خان
وز خان محمد شیر شدہ وز شیر محمد خالد خان

### محمد خالد سے پہلے کا سجع

سائل! بیا ثنا کن بر لطف بے نیازے
کہ زمشتِ خاک سازد سردار و سر فرازے
چہ عنایت است بروے کہ بخانہ اش منور
زچراغ خان محمد شیر است و رب نوازے

## اظہار مسرت بنام محمد خالد طول عمرہ

مجھے اس نام کی اتنی خوشی ہے — کہ لوحِ دل خوشی سے بھر گئی ہے
نہیں کچھ اور اب اسمیں سمائی — یہی دن رات دھن ہی کھلبلی ہے
قلم بھی شوق سے نغمہ سرا ہے — زبان اسکی اگرچہ پھٹ گئی ہے
عطارد دیکھ کر ہے محوِ حیرت — برقص و وجد زہرہ مشتری ہے
مبارکباد ہے بامِ فلک سے — لگادی موسلی دھار اک جھڑی ہے
ترنم میں ملائک کی زباں پر — فسبحان الذی وبحمدہٖ ہے
غرض ہر نجم میں تابان و شادان — انہیں بھی جشن خالد کی خوشی ہے



رہے یہ نام اور اس نام والا
جہاں تک بزمِ دنیا بس رہی ہے

## نذرِ خالد

ہفت چیز است تحفۂ درویش — ہر یک از دیگر است بیش ز بیش
نقشۂ روضۂ رسول اللہ — پیش کردہ شود ز خیر اندیش
شمع مومی و سرمہ و تسبیح — آبِ زمزم شفاءِ ہر دلِ ریش
ہم قروشین از پئے خالد — نذر کردم بقدرِ ہمت خویش
ہست تعویذ یک برائے عزیز
از دعا گوئے خاکپائے قریش

## مبارک باد

بہ آغاز سالِ جدید ۱۹۴۲ء

ہو گیا آغاز سالِ جدید کا — ہو مبارک آپ کو یہ سالِ نو
نو بہ نو اور دم بدم تازہ رہے — آپ کا ہر سال با اجلالِ نو
ہو ترقی پر ترقی دن بدن — سالِ نو اجلالِ نو اقبالِ نو
عزت و برکت ہو جان و مال میں — طاقت و توفیق نیک اعمالِ نو

گلشن ہستی میں آب و رنگ و بو — نو بہار تازہ حسن و جمال نو
دائما خوشحال با اہل و عیال — ہوں چمن میں نہال فرخ فال نو
نو پسند ہے آج یہ دور جدید — مال نو ترکیب استعمال نو!
ہر طرح کے جتنے بھی سامان ہیں — آہ ہوئے ظاہر وہ باالکمال نو
عالم تہذیب قطع و وضع سب — بال فیشن دار خط و خال نو
خوب رویان جہاں کچھ اور ہیں — ہے مگر کچھ اور جعلی چال نو
مجلسیں آداب طور گفتگو — ہیں مقال اقوال قیل و قال نو
اسلحہ نو ہیں مرکب بھی نئے — ہے طریق حرب جنگ و جدال نو
معترض نو سائل و مسئول نو — ہو رہے پیدا دلو میں خیال نو

نذر کرتا ہے نذیر اشعار نو
طرز نو مضمون نو احوال نو

نئی بہار ہے گلشن میں گلستاں بھی نئے — نئے خیال زمانہ کے ہیں زماں بھی نئے
نئے علوم نئی روشنی نئی تحقیق — نئی زمین بنادینگے آسماں بھی نئے

ؔ یہ مصرعہ دعائیہ تائید غیبی نے شاعر کے منہ سے ایسا نکلوا دیا جو کہ فوراً تیر بہدف کی طرح منزل مقصود پر پہنچگیا اور اسکے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے عزیز محمد خالد خاں طال حیوتہٗ کو بھیجکر اسکی مقبولیت کا ثبوت دیدیا۔ طرفہ یہ کہ اس مصرعہ کے عدد بھی ۱۳۶۱ھ ہیں اور عزیز کے تولد کے بھی ۱۳۶۱ھ۔ فالحمدللہ علےٰ ذٰلک ۔۱۲



# مبارکباد معہ تاریخ تولد

۱۳۶۲

(عزیز محمد طارق طال اللہ بقاءہٗ) پسر دیگر ملک محمد شیر خان و نبیرہ حضرت سائل صاحب سلمہم ربہم

نور العین چراغ محمد نور منور نور فشاں — باد مبارکباد تو در ہر لحظہ روز و شباں
مژدۂ نیک مبارکبادی بطرب آمد رقص کناں — خیر مبارک خیر مبارک کردم ہر دم ورد زباں
داد خدا فرزند دگر بہ محمد شیر عزیز از جاں — نام نہادم محمد طارق جد بش خان محمد خاں
روز مبارک پاس مبارک ماہ مبارک مہ رمضاں — وقت مبارک صبح مبارک نجم سعادت گشت عیاں
عمر مبارک بخت مبارک جاہ و جلالش عالیشاں — خادم دین متین محمد باد سعید و حید زماں

سال مبارک ہجری عیسوی کرد نذیر فقیر بیاں
بعد تولد او ۔ وہ شیریں ۔ شہد محمد طارق خاں

۱۳۶۲ ۱۹۴۳

## ایضاً

نونہال باغ احمد شاہ کونین آمدہ — از برائے والدینش نور عینین آمدہ
پسر ثانی شد عطا طارق محمد شیر را — جفت شد خالد کہ او را ثانی اثنین آمدہ
مرحبا صد مرحبا گوئیم بہ ہر اندام او — صد مبارک امتی پاک جد حسنین آمدہ
گرچہ دور افتادہ ام از قرب او ظاہر ولے — نزد این مسکین ہمچون قاب قوسین آمدہ
ہدیۂ تبریک این است از نذیر بے نوا — گر قبول افتد زہے اعزاز دارین آمدہ

# سجہ نو

چراغ خان محمد کے ضو سے ہے بارق
نوازدے اپنی نوازش سے رب نواز کو بھی

ضیا محمد شیر اور خالد و طارق
خدا کرے کہ جہاں میں رہیں سدا شارق

# مبارک باد سال نو

۱۹۴۳ء مطابق ۱۳۶۲ھ ہجری و ۱۳۲۲ھ ہش

مبارکبادئے نوسال تا صد سال مے باشد
ترا فضل خدا ہر سال شامل حال مے باشد

مرحبا مرحبائے سال جدید
چھیڑدے اے قلم نئے نغمے
عیسوی سال اور ہجری بھی
سات دن کا ہے فرق دونوں میں
شمسی ہجری بھی عیسوی کیساتھ
جنوری سے ہوا نوری ہر ماہ
ہو محرم ہمارا محرم حال
ماہ صلح است اولیں شمسی
خیر و برکات کا ہو مستقبل

ہو مبارک لقائے سال جدید
ہو گیا ابتدائے سال جدید
رل کے آئے ہیں دونوں سال جدید
مشترک ہے بنائے سال جدید
ہو گیا ہمنوائے سال جدید
ماہ وشس ہو ضیائے سال جدید
داغ دل کے ہٹائے سال جدید
صلح سب میں کرائے سال جدید
برکتیں ہم پہ لائے سال جدید



جگمگاتے رہیں دلوں کے چراغ
آپ کو اور ہم غریبوں کو
دور ہو قحط آئے ارزانی
خستہ حالت غریب لوگوں کو
جنگ کی وجہ سے جو ہیں بے تاب
شہ ہمارے کو فتح کا جھنڈا
جو ہیں بیمار ہر طرح اُن کو
بے ہدایت جو ہیں خدا اُن کا
نیک لوگوں کو نیک عملوں کا
میرے جیسے گناہ گاروں کو
سالہا سال کر دیئے برباد

ظلمتیں سب ہٹائے سال جدید
سب کو خوشیاں دکھائے سال جدید
ہر بلا سے بچائے سال جدید
از سر نو بسائے سال جدید
رنگ اُن کو لگائے سال جدید
سر پہ لہرانے آئے سال جدید
بخشے صحت شفائے سال جدید
باہدایت بنائے سال جدید
نیک بدلہ دلائے سال جدید
ہر گناہ سے بچائے سال جدید
دیکھئے کیسے جائے سال جدید

اب تو سائل پہ بین عاجز کے
بخت خفتہ جگائے سال جدید

# ایک اور سال نو

۱۹۴۴ء مطابق ۱۳۶۳ھ ہجری

ہو گیا سنہ آج چوتالیس اور اُنیس سو
ہو گیا ہمدوش سال عیسوی ہجری کیساتھ

ہر طرح سے ہو مبارک آپ کو یہ سال نو
متبع ہے عیسوی ہجری ہے اس کا پیشرو

کر رہے ہیں یہ اشارہ دونوں اپنے قرب میں / اے فتادہ دور از راہِ خدا نزدیک شو
در ہوائے نفس ایں لعلِ نفس ضائع مکن / از برائے قربِ حق ہر ہر نفس باید گرو
صد مبارک صد مبارک ہے دعائے دلپذیر / گرچہ قیمت ایں دعائے او نباشد نیم جو

ضیاءِ نورِ چراغِ تو دائما بادا
ہمیشہ خوانِ سخائے تو پُرضیا بادا

آپ کے فرزند ارجمند پسرِ اکبر ملک محمد شیر خاں کے عہدۂ انسپکٹر پولیس فائز ہونے پر!

## دُعائے مُبارکباد

ترا ساقیا دور چلتا رہے / چراغِ شبِ وصل جلتا رہے
بجوشش فیوضاتِ بحرِ کرم / کناروں سے بھر بھر اچھلتا رہے
ترے باغِ بنیاد کا ہر شجر / سدا پھولتا اور پھلتا رہے
تری رفعت وبخت واقبال کو / عدو دیکھ کر ہاتھ ملتا رہے
نہ دیکھے کبھی کامیابی کا مُنہ / فقط موم کی طرح گلتا رہے
تری آرزوؤں تمناؤں کا / خوشی میں زمانہ بدلتا رہے

پذیرِ دُعاگو کی خوش قسمتی کو
نیا روز موقع نکلتا رہے



## ایک عاجزہ کی طرف سے دُعا

اِک حاجن عاجزہ کہتی ہے تم شاد رہو آباد رہو
ہر رنج و بلاؤ مصیبت سے آزاد بہ آل اولاد رہو!
اے مردِ خدا مسکیں پرور رہو زندہ جہاں میں تا محشر
ہر لحظہ خدا کے فضلوں سے سرشار رہو دل شاد رہو
ہو بہت بلند اقبال ترا بابرکت ہو وہ مال تیرا
جس مال سے حاجتمندوں کی للہ کرتے امداد رہو
رہیں رنگ ترے دیوانوں میں بستانوں محل مکانوں میں
جانباز اپنے پروانوں میں مسرور چراغ آباد رہو
شکریہ ترے احسانوں کا نہیں ہو سکتا پُن دانوں کا
پھل دیگا رب جہانوں کا اس مالک کے حماد رہو
رہے محو پذیرہ دعاؤں میں اللہ کی حمد ثناؤں میں
تم یادِ خدا میں محو رہو ہر وقت اسے بھی یاد رہو

## خیر مقدم رمضان شریف

مرحبا اھلاً وسھلاً ماہِ رمضاں آمدہ / موجبِ برکات بہر روزہ داراں آمدہ

شهرُ رمضانَ الّذی قالَ الالٰہ العالمین

فیہِ اٰیٰتُ الالٰہ وبیّنٰتٌ من الھُدےٰ

ہست روز افروز ایں ماہِ منوّر صائمین

امر فرمائد خدا من شَھِدَ منکُم فلیَصُم

از طلوعِ صبحِ صادق تا بہنگامِ غروب

فدیہ بر ناطاقت ونومید ہم پیرِ کہن

عزّت واکرامِ رمضاں کردہ بائدے اخی

توچہ دانی روزہ رمضان چندیں نعمت است

شافعٌ لِلصّائمین صیامُھُم قالَ الرّسول

یفتحُ اللہ تبارکَ فیہِ ابوابُ السّماء

فرحۃٌ لِلصّائمین صیامُھا وقیامُھا

حبّذا ورودِ ھُدًی لِلنّاس قرآں آمدہ

از برائے ہر بشر ہر قوم فرقاں آمدہ

قائمین لیل را شمعِ شبستاں آمدہ

بر مریض و بر مسافر مہلتِ آں آمدہ

فرض روزہ داشتن بر ہر مسلماں آمدہ

نان دو وقتہ بیک مسکین فرماں آمدہ

بعد مدت بر درت ایں ماہ مہماں آمدہ

از برائے مومناں یک جزو ایماں آمدہ

ہم شفیع قرآں پئے قرآن خواناں آمدہ

تُغلقُ ابوابُ الجحیم چہ فضل و احساں آمدہ

ریحُ فمِ الصّائمِ اطیب مشک افشاں آمدہ

شکرِ للہ ملتوی شد خور و نوشِ دلپذیر

از پئے درماندگاں دارو و درماں آمدہ

اے خان محمد خوان کرم ہر وقت ترا ایزاد رہے

ہر نعمت دولت برکت سے آباد چراغ آباد رہے

(مبارک ماہ رمضاں ہو مبارک)

ماہ رمضاں بتو مبارک باد ❦ باصیام وقیام وزادِ معاد



شہر این شہر برکت و خیر است

جمع کن خیر وقت تو خیر است

چند ایام این غنیمت دان

شکوہ غیر کس نمے زیبد

صد صلوٰۃ و سلام صد بہ پذیر

عام خوانِ کرم خدا بکشاد

تا شوی فائز از حصولِ مراد

عجّلوا میکند جرس فریاد

کردہ بائد بنفس خویش جہاد

بر رسولِ کریم و آل امجاد

# تحفہ رمضان شریف

آمدہ منجانب سائل صاحب

تحفۂ رمضان آمد بر عدد ایامِ او

از دل و جانم برآید صد دعا و صد سلام

پس جزاہ اللہ ربی احسن الاحسن جزاء

رحم سازد بر فقیراں رحم یابد از خدا

ہر کہ کوشاں است در ایمان من اسلام من

فضل حق شامل بوئے و با ابا اجداد او

ہدیہ دعوات لفرستند پذیر بینوا

خوب میگذرند با آرام جملہ صیامِ او

از برائے آنکہ بفرستاد ایں انعامِ او

دائما باد اسلامت نام با کرامِ او

گفتہ شد مَن رَحِم رُحِم در کلام پیامِ او

زادہ اللہ دین و ایمان و اسلامِ او

آل او اولاد او ہر خویش و یار غلامِ او

اے خدا در دین و دنیا نیک کن انجامِ او

کرتا ہوں نذر خدمت موتی پرو کے میں

آئیں پسند آپ کو یا ناپسند ہوں

# تحفۂ درویش

خدا کرے کہ فراغت ہو اک نظر کیلئے
رہیں نہ شرف ملاحظہ سے داد خواہ محروم

چند کتب است تحفۂ رمضاں — نذر بجناب خاں محمد خاں
سیم و زر تحفۂ اغنیا باشد — سخن شیریں است تحفۂ درویشاں
لسٹ آں کتب میکنم مرقوم — تاکہ تعداد مے شود آساں
ہست مجموعۂ خطب یک از من — دوم احوال آخر است کلاں
سوم پنجسورہ ہست باغ بہشت — نیز دعوات ادعیۂ قرآں
نام پنجم حقیقت الاسلام — شرح و تفصیل جملہ پنج ارکان
ہست مجموعۂ وظائف یک — از رسول کریم فخر زماں!
نیز گلدستہ معجزات رسول — ناصح المسلمین وعظ و بیاں
یک کتاب محمدی گلزار — در سوانح رسول پاک عیاں
دہم گلزار چار یار کبار — ہست در وے سوانح الیشاں
نیز گلزار حضرت موسیٰ — جملہ حالاتش اندریں برخواں
سورت والضحیٰ بہ پنجابی — نام اکرام سرور دو جہاں
ہست دو حصۂ زینت الاسلام — خوان لیغا است یک مزید براں



نام حق ہم بدائع منظوم — شرح ہر دو است در پنجاب زماں
ہست گلزار یک مدینۂ پاک — نیز گلزار مکہ ہست رواں
غزلیات خلاصۂ حافظ — کردہ شد انتخاب از دیواں
نظم رقعات نیز مکتوبات — چہل احادیث ہمچو باغستاں
نیست موجود یوسفی گلزار — ورنہ ارسال کردہ باشد آں
نعت سہ حصہ ہست یک معراج — مدح جیلانی پیر غوث زماں
ہمچنیں چار پنج نسخہ خورد — سی و سہ ہست جملہ خورد و کلاں
صد مبارک اگر قبول افتد — از پذیرے فقیر پیش کناں

جواب لکھنے کو بھی یاد خاکسار رہے
کہ انتظار میں عاجز نہ بقرار رہے

# ہلال عید

گذشت ماہ صیام و خدا فراغت داد — ہلال عید نصیب شما مبارک باد
بدیر گرچہ بعید است زاں جناب بعید — خدا کند کہ فراموش ایں عبید مباد

ع (مبارک باد عید الفطر فی مابین وسکریہ)

مبارک باد عید الفطر مارا — کہ در وے یاد کردی ایں گدارا
بخیر و عافیت دائم سلامت — خدا در دو جہاں دارد شمارا

ہزاراں شکر بالحمد للہ ۔۔۔ شدہ رمضاں میسر خاکپارا
مکمل ماہ بصیام و قیامش ۔۔۔ خدا توفیق داد ایں بینوارا
ہمہ ایں ثمرۂ سعی جناب است ۔۔۔ کہ نصرت کردہ مارا خدارا
مبارک صد مبارک بالوگوئم ۔۔۔ خدا برکت دہد اہلِ سخارا
جزاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا ۔۔۔ مضاعف مینویسد ایں عطارا
بدولت دین و دنیا سرفرازی ۔۔۔ تراہم جملہ خویش و اقربارا

خدا حافظ بہ ہر جائے کہ باشی
عفو باید پذیرِ پُر خطارا

## عید مبارک ۱۳۶۲ھ

ماہ رمضان بخیر و فضل گذشت ۔۔۔ عید رمضاں ہتو مبارک باد
بیکراں اجراز صیام و قیام ۔۔۔ ہمچو باراں ہتو مبارک باد
فہم قرآں تلاوتِ قرآں ۔۔۔ ختمِ قرآں ہتو مبارک باد
بر مساکیں صدقہ و خیرات ۔۔۔ از دل و جاں ہتو مبارک باد
از خدائے کریم ہر لحظہ ۔۔۔ فضل و احساں ہتو مبارک باد
مال و اولاد صحت و برکت ۔۔۔ بخت خنداں ہتو مبارک باد
خبر خیریت چراغ آباد ۔۔۔ نور افشاں ہتو مبارک باد



ہر مرادے کہ از خدا خواہی ۔۔۔ سہل و آساں ہتو مبارک باد
ہمنشینی بدوستاں امروز ۔۔۔ بزم یاراں ہتو مبارک باد
کلبۂ حزن سیرگاہِ من است ۔۔۔ سیر گلستاں ہتو مبارک باد

از برائے نیاز مند پذیر
دست و داماں ہتو مبارک باد

عرض کرتا ہے پذیرِ بینوا ۔۔۔ محترم شیبہ مبارک عید ہو
عید بھی کہتی ہے اپنے قلب سے ۔۔۔ محسنی حضرت مبارک عید ہو

(۱۳ھ ۶۲ — ۱۹ ۴۴)

## تخیل

اس نظم کے ہر شعر کا ایک ایک پہلا حرف جمع کرنے سے دو نام مرتب ہوجاتے ہیں ایک آپ کا نام نامی خان محمد اور دوسرا آپ کے والد ماجد کا اسم شریف محمد چراغ خان غفر اللہ تعالیٰ

خیال آں ماہرو در دلِ بیتاب چوں آید ۔۔۔ بکاء و آہ و واویلا ز دردِ دل بروں آید
الم نشرح پئے تسکینِ دل تعویذ بر خوانم ۔۔۔ الم ترکیف از بہر عدوئے بد شگوں آید
نوید وصل جاناں را بہ عید الفطر نفروشم ۔۔۔ کہ ہست ایں بیبروئی از فرحت دروں آید
محبت ماسوی اللہ را خدا برباد گرداند ۔۔۔ نہ از فے لذتِ بیروں نہ ذوقِ اندروں آید
حلاوت ایں حیاتی تلخوش معلوم میگردد ۔۔۔ نظر ایں کارخانہ او چو سقفِ بے ستوں آید
مراد دل نہ برآید بغیر از منزلِ فانی ۔۔۔ بجز جام فنا فی اللہ دلا نرا کے سکوں آید

دمے در صحبت جاناں نشستن با دل فارغ ۔ بہ از آں دولت شاہی کہ در دنیائے دوں آید

چہ روشن آفتاب و ماہتاب و انجم گردوں ۔ بہ ہر چیزے کہ مے بینم نظر دلبر ہموں آید

رسیدم در فراق او بہ ایں نوبت کہ چوں نالم ۔ بجائے آب دیدہ اشک من آلودہ خوں آید

الا اے محرمان منزل جاناں چہ درمانم ۔ چناں وقتے بمن آید کہ در جوش جنوں آید

غلام آں شہنشاہم کہ ملک دو جہاں دارد ۔ مثال پاک ذاتش ہم مثال و بے چگوں آید

خمیدہ بر درش دائم سر تسلیم کل عالم ۔ چوں آں کلکے کہ بر دہانہ کاغذ سرنگوں آید

اسیر دام الفت از کمند غیر آزاد است ۔ اگرچہ حال بیحالش نظر ظاہر زبوں آید

نہ رنج و زحمت و درد و الم زنہار کم گردد
بہ ہر لحظہ از ایشاں ہر چہ مے آید فزوں آید

## عید الاضحیٰ

(آمد آمد ہے عید الاضحیٰ کی)

عید اضحیٰ قریب مے آید ۔ قرب یوم النجیب مے آید

صد ہزاراں شوند سر قرباں ۔ زانکہ روزے عجیب مے آید

از صداہائے نعرۂ تکبیر ۔ روز کسر صلیب مے آید

باغ عالم شود گل و گلزار ۔ رونق عندلیب مے آید

شادماں اندریں بہارستاں ۔ ہر امیر و غریب مے آید



ہر کسے خوش لباس مے پوشد ۔ از زن و مرد طیب مے آید

دوستاں را پئے مبارکباد ۔ عید کارڈ و کتیب مے آید

از دل غمزدہ مثال امروز ۔ بہر درماں طبیب مے آید

دور افتادہ پیر کنعاں را ۔ بوئے وصل حبیب مے آید

راحت و رنج از برائے پذیر
ہر چہ باشد نصیب مے آید

## عید مبارک

کشادہ خوان محمد ہے کل جہاں کیلئے ۔ ہر ایک قوم ہر اک ملک ہر زماں کیلئے

پذیر نعمت و ارین خنچہ ہے یہ نصیب ۔ انہیں یہ عید مبارک ہے جاوداں کیلئے

عید اضحیٰ بہ تو مبارک باد ۔ روز حسنیٰ بہ تو مبارک باد

ہست ایں روز جامع الحسنات ۔ زہد و تقویٰ بہ تو مبارک باد

ہر چہ خواہی تو میکنی قرباں ۔ ایں ضحایا بہ تو مبارک باد

حج کعبہ شود نصیب شما ۔ سیر بطحا بہ تو مبارک باد

ہست بر اختتام سال رواں ۔ سال اخریٰ بہ تو مبارک باد

با ہمہ اقربائے اہل و عیال ۔ دین و دنیا بہ تو مبارک باد

| | |
|---|---|
| عزت وجاہ خالد اً ابداً | قربِ اعلیٰ بہ تو مبارک باد |
| دائماً ہست ایں دعائے نذیر | فضلِ مولا بہ تو مبارک باد |

عید ہوتی ہے تندرستوں کی
ہم مریضوں کا عید سے کیا کام

| | |
|---|---|
| آج خوشیاں ہیں عید خواہوں کو | کرتے پھرتے ہیں خوش نگاہوں کو |
| خوش لباس اور خوش خوراکیں ہیں | بچھڑے ملتے ہیں دید خواہوں کو |
| نیم بسمل ہیں ایک فرقہ میں | ضبط کر کر کے اپنی آہوں کو |
| آج ڈھونڈینگے لوگ قربِ خدا | ذبح کر کر کے بے گناہوں کو |
| سال بھر مسجدیں رہیں ویراں | رنگ ہے آج عید گاہوں کو |
| ایک وہ ہیں جو کلمہ خواں ہو کر | سجدے کرتے ہیں خانقاہوں کو |
| اہلِ توحید محض اللہ سے | چاہتے ہیں بلند جاہوں کو |
| ہے غریبوں کی عید کا اک دن | روز عیدیں ہیں بادشاہوں کو |
| عید کا دن انہیں مبارک ہو | جو نہ چھوڑیں خدا کی راہوں کو |
| کون بخشے الٰہی تیرے بغیر | مجھ سے بدکار روسیاہوں کو |

عید کردے نذیر کی یارب
تیرا تکیہ ہے بے پناہوں کو



# ایک اور عید نامہ

| | |
|---|---|
| ہمیشہ آتے رہیں گے جہاں میں عید کے دن | خدا نصیب کرے مجھکو تیری دید کے دن |
| ہوں بیقرار جو سیماب تیری فرقت میں | یہ دن ہیں عید کے میرے لئے وعید کے دن |
| خدا کرے کہ وہ دن بھی مجھے ہو جلد نصیب | کہ تیری بزم میں مل بیٹھوں میں بھی عید کے دن |
| مجھے توقع ہی میرے خدا کو قدرت ہے | اگر بدل دے خوشی سے غم شدید کے دن |
| ہیں آج لوگوں کے دلمیں تو عید کی خوشیاں | مجھے ہیں عید سے بڑھکر ترے نوید کے دن |
| منا لو آپ تو عید اور میں تو ہوں بے چین | کہ عنقریب ہیں ابن علی شہید کے دن |
| الٰہی عید بنا دے کبھی تو عبد کی بھی | گذر نہ جائیں غموں میں ترے عبید کے دن |
| ہے عبد و عید میں بس ایک نقطے کا فرق | رضا کے نقطہ سے بھر دے مری امید کے دن |
| بڑھا دے عبد کا نقطہ کہ عید ہو جائے | سعید کر دے سعادت سے اس لعبید کے دن |

نگاہ عفو ہو یارب نذیر عاصی پر
کہیں ذلیل نہ ہوتا پھرے وعید کے دن

# بچوں کی عیدی

بطور نذر

| | |
|---|---|
| خالد کی بھی عیدی ہے طارق کی بھی عیدی | اور ساتھ ہی ارسال ہے اک ربع مجیدی |

سوغات ہی یہ ان کیلئے ملکِ عرب کی ۔۔۔ مقسوم میں ان کے ہی گئی تھی یہ خریدی

دسیے کا بھی اِک ڈبہ ہے ارسال بخدمت ۔۔۔ محفوظ ہے جس ڈبہ میں یہ سکۂ حمیدی

ہے آپ کا احسان کہ جب پہنچے یہ جاکر ۔۔۔ لکھ دینگے اگر ایک کرم نامۂ سیدی

بس اس کے سوا اور نہیں کوئی بھی حاجت ۔۔۔ اک چاہیئے اللہ کی تائید وحیدی

ہو روزِ قیامت بھی مِرے ساتھ وہ شامِل ۔۔۔ جائیگی جہاں پیش نہ کچھ شیخ فریدی

بولیں گے پیمبر بھی وہاں نفسی و نفسی ۔۔۔ کیا چیز وہاں اور کوئی پیری مریدی

کردی ہے تباہ عمر خرافات میں اپنی ۔۔۔ سب گال دی پڑھ پڑھ کے نفیسی و سدیدی

اک حبِ الحسنین کی ہے صِرف محبّت ۔۔۔ اور اس سے ہے نفرت کہ جو ہے قوم زیدی

مِل جائے نذیر آپ کا گر غسلِ شفاعت

کر دیگا گناہوں کی وہ سب دُور پلیدی

## عیدِ گذشتہ مُبارک

عیدِ اُضحیٰ بخیر و فضل گذشت ۔۔۔ ہر کسے یافت از مسرّت طشت

من نشستم بہ ہجرِ تو حیراں ۔۔۔ مثل گم کردہ راہ اور دشت

صد ضحایا اگرچہ گشت ذبیح ۔۔۔ نفس امّارہ وائے ذبح نگشت

گر بہ صحرا شود وصالِ حبیب

دشت باشد مثالِ جنّتِ ہشت



## آئی تھی عید جو گذر بھی گئی (عہ)

یارب یہ عید آئی تھی کِس کام کیلئے ۔۔۔ کیا صرف ذبح کرنیکو انعام کے لئے

ہوتا ہے اسمیں اور بھی پنہاں کچھ نکتہ ۔۔۔ یا ہے نمازِ عید ہی اسلام کے لئے

قربانیوں کا خون گرانے میں ہے یہ راز ۔۔۔ سب کچھ خدا کو سونپ دو انجام کے لئے

ہو جاؤ اسکی راہ میں قربان ہمہ تن ۔۔۔ اگلے جہاں کی عزت و اکرام کے لئے

دولت میں ایک حصۂ مساکین کا بھی ہے ۔۔۔ یا سب کی سب ہے اپنے ہی آرام کے لئے

آرام اِس جہاں کا تو بس چند روز ہے ۔۔۔ آرام وہ ہے جو کہ ہو مادام کے لئے

یہ دِن تو جس طرح بھی گذارے گذر گئے ۔۔۔ ضوءِ چراغ چاہیئے کچھ شام کے لئے

کیا پوچھتے ہیں آپ مِرے غم کی داستاں ۔۔۔ چھوڑا نہیں دکھوں نے کسی کام کے لئے

تحسین و آفرین سے جاتے نہیں یہ دکھ ۔۔۔ کچھ مانگتا ہے پیٹ بھی اطعام کے لئے

چشمِ حریص کم نہیں دوزخ کے پیٹ سے ۔۔۔ ھَلْ مِنْ مَزِیْد شور ہے اس دام کے لئے

ساقی نے اپنی بزم کو مخمور کر دیا ۔۔۔ ہم دیکھتے ہی رہ گئے اِک جام کے لئے

بیوقت گر ملا تو ملا کس شمار میں ۔۔۔ کافی تھی فاقہ مستی بھی سرسام کے لئے

رِندوں کو کہدو جائیں کہ یہ عید خشک ہے ۔۔۔ کیوں بیٹھے دیکھتے ہیں وہ انعام کے لئے

لاکھوں اسیرِ دام ہیں پیر مغاں کے آج ۔۔۔ فرصت کہاں ہے آپ کو بیدام کے لئے

کر دو یہ اطلاع نذیر فقیر کو ۔۔۔ غربا کی عید ہوتی ہے بس نام کے لئے

مردماں میکنند عید امروز
من نشستم بحسرتِ دل سوز

نے وضو و نہ غسل و نفل نماز
نام من وائے مسلم است ہنوز

## مکرّر

آئی تھی عید لقر جو آکر چلی گئی
اک روز کی بہار دکھا کر چلی گئی

عیش و طرب کی بزم میں برسات کی طرح
رخسار گلرخوں کے دھلا کر چلی گئی

پُر کیف اک گونہ نسیم سحر تھی وہ
بستہ دلوں کے غنچے کھلا کر چلی گئی

اک لحظہ کر کے مسلم آبادیوں کو شاد
اپنی خوشی کا جشن منا کر چلی گئی

وحشی بھی جس کے آنے پہ قربان ہو گئے
تکبیر گردنوں پہ پڑھا کر چلی گئی

اک دوسرے کو عید مبارک کے نامہ جات
خوش رنگ خوش بیان لکھا کر چلی گئی

میں دیکھتا ہی رہ گیا آفاقی ڈاک کو
حتیّٰ کہ اپنا چہرہ چھپا کر چلی گئی

خوش آمدید کہنا بھی ہمکو نہ مل سکا
اک خواب سی جھلک تھی دکھا کر چلی گئی

مدّت کے بعد آئی تھی اک روز کیلئے
امّید سال بھر کی مٹا کر چلی گئی

پھر زندگی میں دیکھئے آئیگی یا نہیں
حسرت کا جام مجھکو پلا کر چلی گئی

آنا نہ آنا اُس کا برابر رہا بیدؔنر
آئی تو اُلٹا روگ لگا کر چلی گئی

ہوتی ہے عید لوگوں کی ہر سال سن کے بعد
ہوگی ہماری عید تو گور و کفن کے بعد



کیا پوچھتے ہو کونسا انعام چاہئیے
میرے لئے تو وصل کا اک جام چاہئیے

سب کچھ اسی کے ساتھ ہے وابستہ جزو کل
غیروں سے کاٹ دینا مرا نام چاہئیے

کر لیجے درج اپنے غلاموں میں میرا نام
کیا اس سے بڑھ کے اور دلآرام چاہئیے

حور و قصور و جنت ہیں اسکے آگے ہیچ
مسلم کو صرف کاملِ اسلام چاہئیے

مر مٹ چکا ہوں ہجر کی کھا کھا کے ٹھوکریں
کچھ اب تو بعد مُردن آرام چاہئیے

اک پھونک سے ہی عمر کی نقدی تو اڑ گئی
گنجِ کرم سے دولت مادام چاہئیے

ہیں خاص خاص مرتبے خاصوں کے واسطے
عاموں کو لطف اور کرم عام چاہئیے

دُنیا کی اُلجھنوں میں رہا اب تک بیدؔنر
دم واپسیں تو نیک سر انجام چاہئیے

## شکریۂ عطیّہ

### بعد عید

ہزار شکر خداوند قادر و قیّوم
کہ مے رساند ہر خاص و عام را مقسوم

اگر کمینہ گنہگار ور نکو باشد
ز لطف خویش کسے را نمے کند محروم

رسید عید عطیّہ جناب عاجز را
جزاء خیر بہ وہ چند حق کند مرقوم

معاف کردہ شود جلد باز را تعجیل
کہ ہست عجلت و النساں لازم و ملزوم

ہمیشہ بحر سخائے تو موجزن بادا
ہمیشہ روشن خانہ چراغ خاں مرحوم

به زیرِ ظلِّ الٰہی تو خوش باشی — بجملہ خویش و اقارب ز ہر بلا معصوم
ہمیشہ کوکبِ اقبال تو درخشاں باد — ترقیات بدنیا و دیں ہم معلوم

دولت ۱۲

پذیرند چہ سازد بغیر دعا و ثنا
ہمیں است تحفۂ خادم بدرگہِ مخدوم

## ع (آپ کا عید نامہ آپہنچا)

سوزِ دل جب فلک پہ جا پہنچا — آپ کا عید نامہ آپہنچا
بوسہ دیکر لگایا آنکھوں پر — جب وہ مکتوب جانفزا پہنچا
بھر گیا جامِ دل مسرّت سے — پاس میں گنجِ بے بہا پہنچا
جان جانیکی انتظار میں تھی — وقت پر نسخۂ دوا پہنچا
مرحبا مرحبا جزاک اللہ — مُردہ کو ساغرِ شفا پہنچا
ہوگئی عید یومِ عید کے بعد — جب کرمنامہ عید کا پہنچا
ہے یہاں انتظامِ ڈاک خراب — جب سے آکر ملیریا پہنچا
وقت پر خط کئی نہیں ملتے — جیسے یہ آج آپ کا پہنچا
خیر جو کچھ ہوا وہ ہو گذرا — جو مقدّر میں تھا وہ آپہنچا
یومِ تشریق تو نہ جانے دے — کیا ہوا صبح یا مسا پہنچا
بارش اس ملک بھی رہی دو روز — فصل کو فضل از خدا پہنچا



قحط سالی بھی دور ہو یا رب! — نرخ اشیا بہ انتہا پہنچا
کردیا تنگ اسکی خشکی نے — عید کو بھی اثر برا پہنچا
جو بھی آتا ہے غرق ہے سب کچھ — گرچہ صدہا لکھو کھا پہنچا

نالۂ اشک ریزِ کلک بہ پذیر
سو بسو اور جا بجا پہنچا

خدا جانے کہاں تک یہ وبائے قحط سالی ہے — اور اسپر اور بھی کیا کیا مصیبت آنے والی ہے
کہاں جائیں کدھر بھاگیں خدا کا غضب نازل ہے — الٰہی رحم کر تو ہی ترا دربارِ عالی ہے

## قحط سالی سنہ ۱۹۴۲-۴۳ء

موت سے پہلے ہی ہم پر اک قیامت آگئی — قحط سالی میں تہی دستوں کی جان گھبرا گئی
ہولِ محشر کی طرح دل پر تزلزل آگیا — دیدۂ حیراں کے آگے ایک ظلمت چھا گئی
نرخ گندم پی رہا ہے خوں ہمارا دمبدم — لوگ تو کھاتے ہیں گندم ہمکو گندم کھا گئی
ڈھونڈتے پھرتے گرانی ہیں ابھی گندم فروش — رات دن یہی تڑپ انکے دلوں پر چھا گئی
ہیں اسی ہی جستجو میں صاحبِ انبار بھی — ہم غریبوں کو خریداری لحد دکھلا گئی

یا الٰہی کون ہے تیرے سوا نادار کا
کر نگاہِ لطف یہ کیسی مصیبت آگئی

چڑھا طوفان ہر جانب سے عالم میں بلاؤں کا — سہارا ہے کسیکو اپنے جعلی ناخداؤں کا

کسی کو ساز و سامان مال و دولت کا سہارا ہے
الٰہی تو ہی حافظ ہے غریبوں بے نواؤں کا

# ہڑتال وغیرہ ۱۹۴۲ء

بازاروں میں ہڑتال ہے دکانوں میں ہڑتال
ہے بہت بُری خوردنی سامانوں کی ہڑتال
ڈر ہے اسی شورشِ بدتر کے اثر سے
ہو جائے کسی روز نہ انسانوں کی ہڑتال

رعایا کیوں نہ ہو بے چین و بیدل
کہ آئے دن نکلتے ہیں نئے بل

لگے ہیں آج تالے منڈیوں میں
دکانوں پر ہوئی ہڑتال حائل

کدھر جائیں زمینداروں کی جنسیں
کہ لالہ جی لئے بیٹھے ہیں سہل

نہیں وہ آج لیتے ایک دانہ
اگر لیں گے تو ہوکر سخت کاہل

بنے تھے جو کہ شاہوکار ہم سے!
وہ ہوتے ہی نہیں اسطرف مائل

جو کرتے تھے ہماری منتیں کل
وہی ہیں آج بالکل ہم سے غافل

جو ملتے تھے کبھی خود موم ہوکر
وہی اب ہوگئے پتھر کی اک سل

مہاجن بن کے بیٹھے ہیں مزے سے
جو ڈ بہلے پیچھے پھرتے تھے عائل

بھلا آرام سے وہ کیوں نہ بیٹھیں
کہ دولت ہو گئی ان گنت حاصل

ہمارا خون چوسا خوب لوٹا
اسی سے ہوگئے عہدوں کے قابل



ابھی تک آئی قرضہ خواہیوں کے
ہماری گردنوں میں ہیں سلاسل

ہے اپنی غلطیوں کا یہ نتیجہ
رہے بیکاریوں کے آپ حامل

نہ اپنے ہاتھ میں رکھی تجارت
نہ ہی اپنا بنایا کوئی عامل

سمجھ کر خیر خواہ بیگانگاں کو
ہوئے ہم آپ ہی خود اپنے قاتل

نہ دنیا کو سنبھالا اور نہ دیں کو
رہے کورے کے کورے بے مشاغل

زمیں کے فخر پر عاجز زمیندار
رہا لالہ پرستی میں ہی شاغل

اسی میں ہوگیا عاجز وہ برباد
پھر کے اب کاٹتا اپنے اناجل

ادھر اجناس کو کوئی نہ پوچھے
ادھر سرکار کا دینا ہے حاصل

مصیبت پر مصیبت آرہی ہے
کہیں آندھی کہیں پر ہیں زلازل

کہیں جنگوں کی آتش شعلہ زن ہے
کہیں پر ہیں بلائیں اور نازل

خدا جانے کہ کیا ہے ہونے والا
مگر غفلت میں ہیں نادان و جاہل

گئے آرام کے دن اب تو جاگیں
یہ کیسے سخت ہیں ایام حائل

خدا کے پیش جھک جائیں ہمہ تن
کہ بھیجے اپنی رحمت کے وہ بادل

وہی اسوقت ہے نصرت دہندہ
وہی آساں کرے ہر ایک مشکل

ہٹا دے وہ غضب اپنا جہاں سے
اسی کے ہیں سبھی محتاج و سائل

اسی کا ہو کرم دونوں جہاں میں
اسی کا فضل ہو ہر حال شامل

بغیر اس کے کسی کا کیا سہارا
نہیں تنہا کوئی مشکل ہیں حائل

نداؤں پہ ندائیں ہوا دھر سے — فعجل ثم عجل ثم عجل
ولیکن یہ جواب آوے اُدھر سے — فامهل ثم امهل ثم امهل

پذیر بے نوا ہے مشکلوں میں
فسهل رب سهل رب سهل

طولانیے عریضہ سے بیزار دل نہ ہو — میرا سیاہ نامہ وہاں مضمحل نہ ہو
پھر اسطرح کی ہوگی نہ یاوہ گوئی کبھی — تا آپ کے سکون میں جاکر مخل نہ ہو

## خموشئ دلنواز

وہ چپ ہیں جنکی خاموشی مجھے دلگیر رکھتی ہے — یہ خاموشی بھی اِک جادو بھری تاثیر رکھتی ہے
صبا جاکر انہیں کہدے کہ لکھیں عافیت اپنی — کہ تحریر ان کی بھی تقریر کی تصویر رکھتی ہے

چہ حکمت است الہی کہ بادہ در جوش است — ہزار حیلہ بساقی کنیم و خاموش است
نہ میکشان قدیماں دہد نہ ہیچ جواب — چناں سکوت گرفتہ کہ مست و مدہوش است
نہ حسب حال نویسد نہ میکند آگاہ — چہ عیب دید کہ از بندگان روپوش است
منم بجرعۂ وصل آں نگار عطشانم — زہے نصیب کسے کو بدو ہم آغوش است
بغیر صحبت جاناں عمر چساں گذرد — دلم بولولۂ ایں ہمیشہ بخروش است
اصمتم و ابکم قاصد خموش بفرستد — نہ لب کشاد و نہ شنواد چو پنبہ در گوش است



ہمیں و طیرۂ زریں یکے پیام خوش است — کہ کمترین بیاد است و نے فراموش است
غنیمت است بریں نہج او چہ میگذرم — ازیں جہاں کہ گلیم سوار بر دوش است
پذیر جملہ جہاں است زندہ بر امید — چہ پاکدامن صوفی چہ رندمے نوش است

## ہر چند در خطوط قلم را شگافتم
## از جانب جناب جوابے نیافتم

کرم نامہ مبارک آپکا جبتک نہیں آتا — دل بیچین کو آرام بھی تب تک نہیں آتا
دعاؤ نمیں رہوں دن رات شاغل خیر ہو یارب — بہت دن ہو گئے مکتوب کیوں ابتک نہیں آتا
مشرف آپ کے میرے لئے جام مسرت ہیں — وگرنہ ساغر فرحت مرے لب تک نہیں آتا
صبح سے دیکھنے لگتی ہیں آنکھیں منتظر اپنی — قرار ان بیقراروں کو لب شب تک نہیں آتا
پذیر پر ملالت خبر خیریت کا طالب ہے — سکون قلب اب بھی دیکھئے کب تک نہیں آتا

بلاؤ رنج و زحمت آفتیں ہجراں میں لاحق ہیں
خدا جانے کہاں آرام وہ میرے لواحق ہیں

دردا کہ مرا دست شبابے نہ دہد — پیری بہ سفر رفتن تابے نہ دہد
جز خبر دلارام دل آرام نہ گیرد — گر نامہ نویسیم جوابے نہ دہد
کرد است فراموش چناں ماہ مکرم — خود ہیچ خبر فیض مآبے نہ دہد
ناقابل عفو است گناہے کہ زمن دید — صد توبہ کند ہیچ ثوابے نہ دہد

مطرب به مزامیر مزن تنگ و مضراب
بے عیش و طرب ذوق ربابے نه دهد

اے پیرِ مغاں چه کنم ایں بادهٔ گلگوں
بے یار خمارے هیچ شرابے نه دهد

بے خوابی و بے لطفی بدو دوش سوارا ست
گر خواب کنم لطف مرا خوابے نه دهد

من تشنه لبم طاقتِ گفتار نه دارم
آں چشمهٔ عجب است که آبے نه دهد

اے کلکِ پذیرا انچه غرلو است خبردار
خاموش که آں یار عتابے نه دهد

## وجهِ خموشی کی لاعلمی

آه! یه دامِ محبت بھی بلا تھا مجھے معلوم نه تھا
بلکه اک تیرِ قضا تھا مجھے معلوم نه تھا

جسکو لگتا ہے اُسے ساتھ ہی لے جاتا ہے
قاصدِ ملکِ فنا تھا مجھے معلوم نه تھا

کر لیا آپ نے منظور مرے نالوں کو
یه بھی اک فضلِ خدا تھا مجھے معلوم نه تھا

کچھ دنوں آپ کے مکتوب جو محجوب رہے
یه توقف تو بجا تھا مجھے معلوم نه تھا

تیئس تاریخ کو اک کارڈ ارسال کیا
اُس طرف حال مگر کیا تھا مجھے معلوم نه تھا

آگیا ایک دو منٹ کے بعد آپ کا خط
جو که اک دردنما تھا مجھے معلوم نه تھا

میں نے سمجھا که فرح بخش ہے ملفوف مگر
نغمهٔ ہوش رُبا تھا مجھے معلوم نه تھا

پڑھ کے دیکھا تو ہوا بہت تردد لکو
درد انگیز لکھا تھا مجھے معلوم نه تھا

غم نه غمگین کے غم اور بڑھانے آیا
یا که وه دل کی دوا تھا مجھے معلوم نه تھا



هو یه ہر قسم کی تکلیف نصیبِ اعداء
وقت یه وقتِ دعا تھا مجھے معلوم نه تھا

کچل دو پاؤں سے مل مل کے ملیریا کو
آبلا پھر جو گیا تھا مجھے معلوم نه تھا

هو گیا اسکی خبر پڑھنے سے میں بھی بندوق
خط یه دکھوں سے بھرا تھا مجھے معلوم نه تھا

پڑ کے اس دامِ محبت میں نکلنا کیسا
یه تو عنقا و ہما تھا مجھے معلوم نه تھا

دل کا سودا ہے کسی اور یه شکوه کیوں ہو
اپنے ہی آپ کو سودا تھا مجھے معلوم نه تھا

بعد مرنے کے بھی کہتا ہی رہیگا یه پذیرا
میں ہی پُر عیب و خطا تھا مجھے معلوم نه تھا

## ملیریا و مزاج پرسی

الٰهی دشمنت بیمار بادا
ترا صحت همیشه یار بادا

چناں شگفاں شود باغِ وجودت
که از هر برگِ او گلزار بادا

ملیریئے کا جو موذی بخار ہوتا ہے
سمجھتے تھے که گردوں پر سوار ہوتا ہے

نه یه خبر تھی که ایسا ہے بے ادب کمبخت
سواروں پر بھی سوار ایک بار ہوتا ہے

یه چھیڑتا ہے سواروں کو اسکی خیر نہیں
شفا کی گولی کا دیکھو شکار ہوتا ہے

مزے سے بیٹھیں گے اس کے مقابلے والے
یه خود ہی گھر گھر جا کر خوار ہوتا ہے

دوا ہے اس کی وہی جو که کمترین کی ہے
اُسی سے کھا کے ہزیمت فرار ہوتا ہے

کوئی برابر صدقات کے علاج نہیں
ہر اک بلاؤں میں صدقه بکار ہوتا ہے

ہر ایک سال میں ہوتا ہے عید اک دن
ملیریئے کا بھی موسم بہار ہوتا ہے

مگر بہار کے پیچھے خزاں بھی لازم ہے
قریب دامن گل بھی تو خار ہوتا ہے

نہ نورِ صبح ہمیشہ رہے نہ ظلمتِ شام
جہاں میں دورۂ لیل و نہار ہوتا ہے

یہی ہے حالت انساں کے انقلاب کی بھی
کبھی قرار کبھی بیقرار ہوتا ہے

ہزار شکر کہ اب آپ رو بصحت ہیں
خدا کا فضل سخیوں کا یار ہوتا ہے

چراغ زندگی روشن سلامتی سے رہے
مجھے نہ جبتک روز شمار ہوتا ہے

دعائے صحت کرتا ہے دلپذیر فقیر
یہ تیر وہ ہے جو پتھر سے پار ہوتا ہے

ہمیشہ شامل حالِ تو عافیت بادا
شفا و صحت ہر لحظہ خادمت بادا

مجھے بھی گرچہ کئی دن بہت بخار رہا
مگر جناب کی صحت کا خواستگار رہا

ادھر تو اپنی علالت کی بیقراری تھی
ادھر خموشی حضرت سے بیقرار رہا

ادھر سے ڈاک کے آنیکی انتظار رہی
ادھر بخار کا ڈاکو جو تھا سوار رہا

نہ آئے ڈاک نہ جائے بخار کا ڈاکو
اسی بلا میں گرفتار جاں نثار رہا

جو خبر گیر تھے عاجز کے ہو رہے خاموش
نہیں وہ سنتے کہ کس کو کوئی پکار رہا

پڑا ہوں گوشۂ تنہائی میں تن تنہا
نہ یار کوئی نہ مونس نہ غمگسار رہا

نہ دیکھے کوئی بھی حالت یہ کس مپرسی کی
کہ جسمیں کوئی نفس بھی نہ خوشگوار رہا

گذر رہے ہیں عمر خوار دم حیاتی کے
نہ کچھ یقین ہے جن پر نہ اعتبار رہا

پذیر لاکھ برس وہ سلامتی سے رہیں
ہمیشہ جن کے کرم کا میں زیر بار رہا



زمانہ آگیا جب وارد دنیا سے غیابت کا
تو کچھ چارہ نہیں چلنا طبیبوں کی طبابت کا

نہ کام آئیگا کچھ اس وقت رحلت سے بچانیکو
نہ ہوگا پاس علم و عقل و دولت کا نجابت کا

خدا کی راہ میں ہو جان بازی تو شہادت ہے
ذریعہ ہے یہی اس تک رسائی کا اصابت کا

الٰہی جب تلک یہ زندگی کے سانس ہیں میرے
رہے جاری ہمارا سلسلہ خط و کتابت کا

غذائے روح ہیں میرے لئے انکے کرم نامے
ملیں اک دوا ہے یہ مرے دل کی صلابت کا

مجھے اک اشتہا رہتی ہے اسکے جلد آنیکی
نہ ہو سکتا ہے کچھ اس وقت اندازہ رقابت کا

درخشاں ہے وہاں اک کوکب بخت سلیمانی
ہے استدعا یہاں مور سلیماں کی نیابت کا

بھلا اک کرمک شب تاب کو سورج سے کیا نسبت
یہ اک کمزور وہ شاہ زور ہے صاحب مہابت کا

مگر امید ہے اللہ کی ذرہ نوازی پر
اسی کو شرم ہے ہم بینواؤں کی اجابت کا

تعجب کیا اگر وہ بخشدے شرف پذیرائی
ہمیں دل چاہیئے انکی طرف سچی انابت کا

پذیر ناتواں کا کون ہے حامی سوا اسکے
نہ ملجائے اخوت ہے نہ ماوا ہے قرابت کا

ہر دم مری دعا ہے یہ پروردگار سے
فارغ نہ ہو کبھی بھی یہ دل انتظار سے

## بیرنگ خط کا بیرنگ جواب

ایک پیسہ کی کمی کا خمیازہ دس پیسے

حمد خدائے پاک کہ جز وے الٰہ نیست
مارا بغیر بارگہش سجدہ گاہ نیست

بعد از سلام سنت یک عرض میکنم
بامید آنکہ در عفوت اشتباہ نیست

برہر عریضہ گرچہ جوابے نہ لازم است
امّا بہ ہر سوال جوابش گناہ نیست

از یک صواب بدلہ بدہ چند میرسد
پاداش یک گناہ بدہ چند آہ نیست

بیشک قصور کردہ شد از من بیک فلوس
تاوان دہ فلوس بر ان خواہمخواہ نیست

باشد کہ این زیادت سہواً شد از شما
یا از کسے غلام کہ آگاہ راہ نیست

آن ظرفیہ بخدمت ارسال میکنم
خود شاہد است حاجت دیگر گواہ نیست

تفسیر این معمہ از انکس نہان مباد
کو را کہ جز پناہ تو جائے پناہ نیست

گرچہ خلاف ادب سوال است این نذیر
اما چہ میکنم کہ مرا انتباہ نیست

## کفایت شعاری

دنیا میں گرچہ لاکھ امیر و فقیر ہو گا
مجھ سا کوئی فقیر نہ تجھ سا امیر ہو گا

ہوتے رہیں گے تیرے دعاگو تو اور بھی
لیکن شریک بزم نہ یہ دلپذیر ہو گا

---

بچت منظور ہو گر کار ڈونکی بھی امیروں کو
تو پھر کیسے ہو محبوب نادار وں فقیروں کو

ضرور آرام ہی اسمیں قلم کو اور کاتب کو
ولیکن ناشکیبائی رہیگی مستجیروں کو

یہی اک سلسلہ تھا دردمندونکی تسلی کا
اگر یہ رہ گیا تو کون پوچھیگا حقیروں کو



جو ہیں آزاد ان کو تو نہیں پرواہ کسی کی بھی
مگر ہے چھوٹنا مشکل محبت کے اسیروں کو

یہی خط و کتابت اک ذریعہ ہے محبت کا
اسی سے چین آتا ہے صغیروں کو کبیروں کو

اسی سے دور افتادوں کی خبریں لوگ پاتے ہیں
تسلّی بخش قاصد ہے یہ مہجوروں حسیروں کو

نذیر اک وہ سکر میں ہوں جو پھوٹک ڈالنے والے
خدا اپنے کرم سے دور رکھے ان شریروں کو

خدا کرے کہ سخن گو کوئی فقیر نہ ہو
جو ہو تو شعر و سخن اسکا دلپذیر نہ ہو

## فوائد و مواقع کفایت شعاری

کفایت شعاری ہر اک کام میں
جو کرتے ہیں رہتے ہیں آرام میں

کفایت قناعت ان ایام میں
ضروری ہے ہر خاص میں عام میں

خصوصاً کتابوں کے ارقام میں
کہ کاغذ بھی بکڑ اگیا لام میں

خدا جانے کیوں آگیا دام میں
ہوا قید کس جرم و الزام میں

ہوا ضبط بیچارہ حکام میں
قدر دس گنا بڑھ گئی دام میں

ابھی اسکی تیزی ہے ہر گام میں
بڑھا جائے ہر صبح ہر شام میں

نہ بکتا ملے اور نہ الخام میں
نہ آواز آتی ہے نیلام میں

یہاں جسکی قلت ہے اقوام میں
ملیگا کہاں روم میں شام میں

چلو اسکو کم برتو ہر کام میں
کہ ہے منع اسراف اسلام میں

کفائیت شعاری کریں نیک خو
کہ قرآن کہتا ہے لَا تُسْرِفُوا

مگر خرچ جو کچھ ہو در راہِ او
نہیں اُس میں اسراف مقدار ہو

اُسی کا ہے سب مال و جان آبرو
وہی پھر بھی دیدیگا لَا تَقْنَطُوا

جہاں ہے اجازت کُلُوا وَاشْرَبُوا
وہیں ساتھ آتا ہے لَا تُسْرِفُوا

جہاں خرچ لِلّٰہ کا ہے امر ہو
وہاں صرف ہے اَنْفِقُوا اَنْفِقُوا

مگر اک جگہ ہے اِذَا اَنْفَقُوا
تو لَمْ یُسْرِفُوا وَلَمْ یَقْتُرُوا

نکوئی کی جتنی بھی ہو جستجو!
تو رما دیا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ

گلوں میں ہو جتنا بہت رنگ و بو
دلآویز ہوتے ہیں ہر چار سو

پذیر گنہگار ہے یا وہ گو
کہ لایعنی ہے اسکی سب گفتگو

مگر آپ ہیں ہر طرح خندہ رو
معافی کی رکھتا ہے یہ آرزو

کفائیت مجھے کام آتی نہیں
کہ کارڈ میں نظمیں سماتی نہیں

اگر ہو طوالت سے بیزار دل
تو کارڈ میں کرتا رہوں منتقل

وگر نظم ناموں سے ہیں تھک گئے
تو فرمایئے ترک کردوں اِسے

مجھے مختصر لکھنا آتا نہیں
جنوں بھی تو لکھنے کا جاتا نہیں

---



# تکلیف مُعاف

دیکھا تھا ایک شعلہ جو موسیٰ نے طور کا
دراصل ایک جلوہ تھا اللہ کے نور کا

ہوتا ہے ایک رازِ نہاں بات بات میں
خالی نہیں یہ سلسلہ سارے ظہور کا

ہیں آپ تو مجسمِ زیرکی بفضلِ حق
عاجز تو ایک پُتلہ ہے فسق و فجور کا:

تکلیف بار بار جو دیتا ہوں آپ کو
اسمیں بھی ایک راز ہی میرے قصور کا

کرتے رہیں معاف اگر آپ بار بار
ہر بار ایک نیک عمل ہے حضور کا

دہ چند جس کا اجر ملیگا جناب کو
اس سے بھی بڑھ کے وعدہ ہے مولا غفور کا

منظور ہے تو لیجئے ورگذر کیجئے
لکھنا گراں نہ سمجھئے اس پرفتور کا

ہے اب تو اختتام کا بھی روز عنقریب
آیا کھڑا ہے پیش سفر ایک دُور کا

کسنے وہاں سے لکھے ہیں جاکر کسی کو خط
ہمدرد کون رہتا ہے اہلِ قبور کا

کچھ اور ہی معاملہ چھڑ جائیگا وہاں
دوزخ کا اور جنت و حور و قصور کا

مُلکِ عدم کو جو گئے خاموش ہو گئے
ایسا نشہ ہے جامِ اجل کے سرور کا

دُنیا کے سب تعلق وہ قطع کر گیا
ممکن کہاں تعلقِ ظلمات و نور کا

یارانِ رفتگان کی آئی نہ کچھ خبر
ملتا نہیں ہے کھوج بھی انکے عبور کا

جل کر اسی تلاش میں سب راکھ ہو گیا
جتنا تھا سارا دفتر عقل و شعور کا

ایسے گئے کہ جاکے وہیں محو ہو گئے
لالچ بنا کے دل میں شرابِ طہور کا

مرتے ہیں تشنگان تو اک گھونٹ کے لئے | مِلنا اُدھر سے وعدہ ہے، یوم النشور کا

ہے دو گھڑی کی بات گذر جائیگی پذیر

واللہ نہیں مقام یہ کبر و غرور کا

# حالِ ملال

نہ پوچھو مجھ سی مری حقیقت بتاؤں کیا کچھ میں حال اپنا

نہیں مناسب کسی کے آگے بچھانا دُکھوں کا جال اپنا

بہت دِنوں سے مریض کہنہ کو درد گُردہ ستا رہا ہے

نہ چین آیا نہ امن پایا نہ لکھ سکا کچھ مقال اپنا

سمجھ میں آتا نہیں کہ کیوں ایسا میرے پیچھے یہ پڑ گیا ہے

نہ اپنی دولت ہے جسم اپنا نہ جان اپنی نہ مال اپنا

نہ صورت اپنی نہ شکل اپنی نہ چال ناز و ادا ہے اپنی

نہ رنگ اپنا نہ روپ اپنا نہ کوئی حسن و جمال اپنا

نہ زور اپنا نہ قوت اپنی نہ اپنے اندر ہے ہمت اپنی

نہ زندگی کے ہیں سانس اپنے نہ موت کا انتقال اپنا

نہ عزت اپنی نہ دولت اپنی نہ نخرا اپنا نہ کبر اپنا

نہ اپنے بس میں کمال اپنا نہ ہاتھ اپنے زوال اپنا



نہ عقل فکر و قیاس اپنے نہ ہوش اپنی نہ سوچ اپنی

نہ قصد پر اختیار اپنا نہ اپنے دل کا خیال اپنا

نہ علم اپنا نہ ہنر اپنا نہ کسب اپنا نہ کام اپنا

نہ تندرستی نہ صحت اپنی نہ فرح و رنج و ملال اپنا

نہ دیس اپنا نہ وطن اپنا نہ شہر اپنا نہ گھر ہے اپنا

نہ خویش کوئی نہ یار اپنا نہ ہے یہ اہل و عیال اپنا

نہ بادشاہوں کا ملک اپنا نہ فوج لشکر سپاہ اپنی

نہ تخت اپنا نہ تاج اپنا نہ بخت جاہ و جلال اپنا

نہ ظاہر اپنا نہ باطن اپنا نہ ضعف نشو و نما ہے اپنا

وہ اور ہستی ہے جس کے قبضے میں قید ہے بال بال اپنا

بغیر نیکی کے اپنے ورثہ میں کچھ بھی ہمکو ملا نہیں ہے

اگر ہے نیکی کی روح دلمیں تو سب ہے مال و منال اپنا

وگرنہ ہے مستعار سب کچھ بطور خواب و خیال جسکو

بنائے بیٹھے ہیں مال اپنا یہ سب ہے ناقص خیال اپنا

عبث ہیں اِسکی اُمنگیں ساری جو اپنے دلمیں بنا رکھی ہیں

خدا ہی جانے کہ کیسے ہوگا وصال اپنا مآل اپنا

ندیر کچھ بھی نہیں ہے اپنا اگر رضائے خدا نہیں ہے | وہ رکھے اپنی رضا پہ شاکر یہی ہے ہر دم سوال اپنا

سمند اجل ہی مرے پیچھے پیچھے
شکاری ہو جوں صید کے پیچھے پیچھے

پذیر اسکا کچھ بھی نہیں فکر تجھکو
کہ کون آرہا ہے ترے پیچھے پیچھے

## دردِ گُردہ

دردِ گُردہ نے کر دیا مُردہ
بلکہ مُردوں سے بڑھکے آزردہ

ہوگئی سلب طاقتِ گفتار
کیا کہوں اپنا حال افسردہ

چھاگئی سنسنی قواؤں پر
ہوگیا شجرِ رُوح پژمردہ

کچھ نہیں دیر اب تیاری ہے
سمن پیکِ اجل ہیاوردہ

جب نہ اگلے رہے تو میں بھی نہیں
جو کہ شاعر تھے سر برآوردہ

خاک در خاک ہوگئے وہ سب
جنکا مجھکو ملا تھا پسخوردہ

زود تر بشنوید ایں کہ پذیر
از جہاں رخت زندگی بُردہ

## کمزوری

سخت کمزور ہوگیا ہوں میں
زندہ درگور ہوگیا ہوں میں

چلنے پھرنے کی گھٹ گئی طاقت
مار سے مور ہوگیا ہوں میں

بُوم کی طرح چھپ کے بیٹھا ہوں
مُفت کا چور ہوگیا ہوں میں

مونس و ہمنشیں کوئی نہ رہا
شیر سے شور ہوگیا ہوں میں



اپنے اندر کے مخفی رازوں کا
اک خغلچور ہوگیا ہوں میں

دن بھی ہے رات، رات بھی ہے رات
مثلِ شب کور ہوگیا ہوں میں

راحتِ قلب ہوگئی مفقود
غم کا اسٹور ہوگیا ہوں میں

مٹ گئی اب تو خواہشِ لاہور
خود ہی گلاہور ہوگیا ہوں میں

اپنی تصویر کیا بتائے پذیر
اور کا اور ہوگیا ہوں میں

دُور ہے منزلِ مقصود یہ تو ڈھیلا ہے
راہ تاریک زمیں میلی فلک نیلا ہے

دیکھ تو اُٹھ شہِ شبیر کے قدم پر آجا
کامیابی کا تری ایک یہی حیلہ ہے

## دردِ کمر جانبین

ایک دفعہ عاجز بھی دردِ کمر میں مبتلا تھا کہ آپکا نوازش نامہ بھی آپہنچا۔ کہ کئی دنوں سے دردِ کمر کی سخت تکلیف رہنے کی وجہ سے خط نہیں لکھ سکا جس کے جواب میں عرض کیا گیا

کمر میں درد مجھکو بھی ہے سخت
رات دن کھا گیا مجھے کم بخت

بستر سے بھی اُٹھ نہیں سکتا
ہوگئی کمر ہمچو مُردہ کرخت

بلکہ کروٹ بھی ہے بدلنا محال
کیا کروں عرض اے مرے خوش بخت

لیٹے لیٹے یہ لکھ رہا ہوں حرف
کب اُٹھے گر پڑے جو کہنہ درخت

ہائے برباد کر دیا اپنا
نابکاری میں زندگی کا رخت

دم نکل جائیگا اسی غم میں | بچ رہا زندگی کا لخت بہ لخت
آپ کے درد سے ہے درد مجھے | اور صحت ہی میری صحت و بخت
ہے دعا آپ تندرست رہیں | ہے یہ سب نعمتوں کا تاج و تخت

## آپ کے ایک خط کا جواب

جو آپ نے لاہور سے اپنے تبادلہ کی خبر پاکر دعا کیلئے لکھا تھا کہ تبادلہ تو رسالپور چھاؤنی میں ہو ہی گیا لیکن چند روز بعد پھر آپ کو واپس بھیج دیا گیا - ۱۲

کہاں وہ برکتیں میری زباں میں | کہ جا پہنچیں دعائیں آسماں میں
ولیکن دردِ دل کا ہے تقاضا | رہے شاغل سدا شور و فغاں میں
پڑھی جب یہ خبر بد اثر ناگاہ! | تزلزل پڑ گیا اک جسم و جاں میں
مؤثر زہر کی مانند گویا! | سرایت کر گئی روح و رواں میں
دعاؤں کے بغیر اب کیا ہے چارہ | خدا گر پاس کر دے امتحاں میں
رہو سر پر ہمارے سایہ گستر | اسی دیوان میں اپنی کماں میں
رہیں حفظ و امن تجھ پر نچھاور | خدا رکھے تجھے اپنی اماں میں
نہ ٹوٹے بلبلوں کا آشیانہ | خزاں آئے نہ ان کے گلستاں میں
ہمارے بادشاہ کو تا قیامت | فتوح ہو ہر زماں میں ہر مکاں میں
سدا مفتوح ہو مدِ مقابل | رہیں ہم شادماں ہندوستاں میں



دعاؤں کے سوا کچھ اور سائل | نہیں طاقت پذیر ناتواں میں

## وفا

جسے اپنا دل ہم دیا کرتے ہیں | تو دیکھ کر نہ اس سے لیا کرتے ہیں
سمجھ لیں جسے اپنا ہمدرد و حامی | دل و جان اس پر فدا کرتے ہیں
نہیں بیوفائی کی بچپن سے عادت | جہاں تک ہو طاقت وفا کرتے ہیں
اسی انکساری کا ہے نتیجہ | کہ ہر نظر کرم آشنا کرتے ہیں!
سلامت رہیں وہ سدا باکرامت | جو ہم بیکسوں پر عطا کرتے ہیں
حکایت مری کو سمجھ کر شکایت | ملامت کریں تو بجا کرتے ہیں
وہ ہر بات میں خیر خواہی ہماری | تکلف سے صبح و مسا کرتے ہیں
مصائب میں ہر طرح سے دستگیری | وہ کرتے ہیں جوں ناخدا کرتے ہیں
پذیرا جر اس کا خدا ان کو دیگا | یہی رات دن ہم دعا کرتے ہیں

## عطر سے گفتگو

عطر دیدم نزد محبوبے از و پرسیدہ ام | از کجا آوردہ بوئے کہ از تو شمیدہ ام
عطر گفتا من چہ گویم حالت خود پیش تو | اولیں یک دانہ بودم در زمیں غلطیدہ ام
کاشتکارے کاشتہ در آب و گل ناچیز را | مدتے چوں خاکساراں زیر پا مالیدہ ام

بعد مدت سر برآوردم ازان زندانِ خاک
دانہ چون تر قید تا خار صفت روئیدہ ام

گروہ شد سرسبز مارا یافتم نشو و نما
چند روز از کامیابی آب آشامیدہ ام

تا کہ برمن آمدہ از برگ گلہائے بہار
شد فضائے باغ خوشبوناک چون خندیدہ ام

دید گلچین ستمگر آب و تابِ من کہ بود
ناگوار اکرد و از دستش ستمہا دیدہ ام

سر برید و گشت از شاخم بہ بیدردی کمال
بر فرازِ عطر کش بفروخت آن شوریدہ ام

پارہ پارہ کرد او در آبِ جوش انداختند
ہمچو جوشاندہ در آبِ آتشین جوشیدہ ام

بند کردہ شد ز ہر جانب ہوا بر من اسیر
از عقوبت این ہمہ لیکن نہ من ترسیدہ ام

شد وجودم کالعدم بوسیدہ و مالیدہ ہم
عرق ریز و اشک ریز و قطرہ قطرہ چکیدہ ام

چون گذشتم زین مراحل پُر تکلف اے نذیر
تا بصد مشکل بہ این وصلِ نگار رسیدہ ام

## امیر و غریب

بلند اقبالیوں میں پست عاجز بھول جاتے ہیں
فلک کی سیر میں کرمِ زمیں کب یاد آتے ہیں

نہیں یہ قابلِ تحسین شیوہ اہلِ ثروت کا
وجودِ کہتر انسے ہی تو مہتر قدر پاتے ہیں

ستاروں کو اگرچہ فخر ہے بالانشینی پر
مگر آخر شبِ تاریک میں ہی جھلملاتے ہیں

گلوں کو صحبتِ خاروں سے نفرت ہو نہیں سکتی
کہ ان کے سر پہ ہی بیٹھے چمن میں لہلہاتے ہیں

ہوئے جب اُن سے رخصت ڈالئے پر خار کو چھوڑا
تو وہ رنگت نہ وہ خوشبو نہ وہ نکہت دکھاتے ہیں

زمینِ پست پر شیدا ہے دریا موجِ دریا بھی
ہزاروں اہلِ حاجت فائدے جن سے اٹھاتے ہیں



یہ ہیں ہر شاخِ پر میوہ سرِ خود بر زمیں دارد
چہ خوش اہلِ سخن شیراز کے سعدی نے بتاتے ہیں

نہیں منت کشِ اعزاز ہوتے کچھ خدا والے
نہ کر کے وہ بھلائی اپنا کچھ احسان جتاتے ہیں

بیاموز اے دل رسمِ فنا صبحی چراغوں سے
کہ جل کر آپ غیروں کی وہ تاریکی ہٹاتے ہیں

غمِ دنیا پرستی سے ہی بہتر فاقہ مستی ہے
نہ رفعت کی خوشی جنہیں نہ غم پستی کا کھاتے ہیں

تلاشِ گوہرِ رفعت عبث ہے کوہِ ہستی میں
یہ وہ موتی ہیں جو بحرِ فنا میں ہاتھ آتے ہیں

فنائے خاک ہو کر سرفرازی دانہ پاتا ہے
ہوا جب خوشہ سرکش کاٹ کر نیچے گراتے ہیں

نذیرِ بے نوا نے نام پایا انکساری سے
وگرنہ دیکھ کر حاسد تمسخر ہی اڑاتے ہیں

## بلبل کے متعلق ایک نیا خیال

کہیں لوگ بلبل ہے شیدائے گل
مگر یہ عدو ہے ز اعدائے گل

کہ جس گل سے ہوتی ہے یہ ہمنشیں
کرے پارہ پارہ ورق ہائے گل

## سوال

بلبل کا گل سے بیر ہے یا اس کا پیار ہے
کیوں گل کی آب و تاب اسے ناگوار ہے

جس گل پہ بیٹھتی ہے اسے توڑ دیتی ہے
پھر گل کا وہ نہ زیب نہ اسکی بہار ہے

کر دیتی ہے وہ پتے سے پتہ الگ الگ
کیا یہ ہی اسکا عشق ہے اور یہ ہی پیار ہے

اے طوطیانِ باغ تکلّم بتایئے
یہ عندلیب کیسے گلوں پر نثار ہے

تشنہ ہے اسکے خون کی یا دبا بازہ ہے
قاتل ہے یا انیس ہے یا ستمگار ہے

پی پی کے خون اس کا سیاہ فام ہو گئی
پھر بھی وہی فغان ہے چیخ و پکار ہے

لاکھوں گلوں کے سر کو تہ خاک کر دیا
کیا یہ ہی شیوہ عاشق پروانہ وار ہے

مہر سکوت لب پہ وہ خاموش بیٹھے ہیں
ہر آئے روز جن سے اسے کارزار ہے

آتا نہیں سمجھ میں کہ اسمیں ہے راز کیا
کہدے کوئی جو واقف اسرار یار ہے

## جواب بلبل گل بزبان حال

اک روز اک چمن پہ جو میرا ہوا گذر
نکلے کھڑے تھی پھول بڑی آب و تاب سے

کچھ بلبلیں بھی نغمہ سرا آگئیں وہاں
آواز جنکی کم نہ تھی چنگ و رباب سے

پھولوں سے آ الجھنے لگیں دوڑ دوڑ کر
کچھ موتیا و عنبر سے اور کچھ گلاب سے

دامن جو تھے گلوں کے وہ سب چاک کر دیئے
سب سر برہنہ ہو گئے اپنے حجاب سے

کلیوں کو توڑ توڑ کے نیچے گرا دیا
مجرم گرائے جاتے ہیں جیسے عذاب سے

میں دیکھکر تماشہ یہ حیران رہ گیا
پوچھا بلا کے بلبلوں کو اس خطاب سے

ہو تم تو عشق پھولوں میں مشہور بلبلو
اور آج ہم نے دیکھا ہے الٹے حساب سے

عاشق کا یہ ہی ہوتا ہے معشوق سے سلوک
مجروح کرنا پھینکنا حال خراب سے

بتلاؤ ان گلوں نے بگاڑا تمہارا کیا
جسکی سزا میں انکو بچھاڑا عقاب سے

بولیں کہ یہ خموش ہیں کیوں بولتے نہیں
بیٹھے ہیں جیسے مست ہو کوئی شراب سے



ہم سب انہیں بولاتی بولاتی تو تھک گئیں
نالوں سے درد و آہ و فغاں سے عتاب سے

پرواہ نہیں ہے انکو نہ ہوتا ہے کچھ اثر
دیتے نہیں جواب نہ اٹھتے ہیں خواب سے

غیظ و غضب ہماری طبیعت میں آ گیا
بس ہے یہی جواب ہمارا جناب سے

سنکر زبان حال سے انکی یہ داستاں
چپ ہو گیا یہ ذیر سوال و جواب سے

## تخیل سائل صاحب

تو گرفتار قفس اے عندلیب خستہ حال
یاد ہے اب تک تجھے وہ نالۂ فریاد حال

وہ تری فریاد جس سے قلب انساں ہے سوز
شاخ گل کی آبیاری یاد ہے تجھکو ہنوز

پھر ترا وہ وصل کی لذت اٹھانا یاد ہے
بھول کر صیاد کا وہ چہچہانا یاد ہے

صحن گل کو یاد ہے اب تک وہ مدہوشی تری
پھر اچانک کیوں بدلتی ہے طرب کوشی تری

پھول کے دامن کو کرتی چونچ سے ہے تار تار
اس کے نازک جسم پر یہ سرزنش بے اختیار

کیا کہا! تجھکو گلہ ہے یہ کہ وہ خاموش ہے
حسن کی پرکیف صہبا پی کے وہ مدہوش ہے

کیوں وہ چپ ہے سن کے تیری گریۂ زاری و آہ
تو سمجھتی ہے غرور حسن ہے یہ آہ آہ

ہائے ناداں عشق کی منزل سے تو واقف نہیں
راہ و رسم عشق سے تو در اصل عارف نہیں

یہ وہ منزل ہے جہاں ہجراں ہی اصل وصل ہے
لذت صحرا نوردی دوریٔ منزل میں ہے

بوالہوس جب وصل کی نعمت سے دامن بھر گیا
تیری تر دامانیوں سے عشق تو رخصت ہوا

راز خاموشی سناتی ہے زبان حال سے
تیلیاں میں یہ قفس کی انتقام حسن ہے

## عریضہ دلپذیر

ایک دفعہ حاضرِ خدمت ہونے کیلئے درخواست بھیجنے پر ارشاد ہُوا کہ یہیں لاہور چھاؤنی میں ہماری ایک نئی کوٹھی تیار ہو رہی ہے مکمل ہو جانے پر اطلاع دیجائیگی تو پھر آجانا۔ آرام سے رہو گے۔ اس پر عریضہ لکھا گیا۔

بچھڑی ہوئی گلوں سے جو اک عندلیب ہو — آ کر ملے گلوں کو تو وصلِ حبیب ہو
گر موسمِ بہار کی مُہلت ملے اُسے — بہتر ہے اس سے اس کے لئے اک صلیب ہو
تعمیر کوٹھیوں کی مُبارک ہو آپ کو — لیکن وہ کیا کرے جو اجل سے قریب ہو
اک رات کی ہے بات گُذر جائیگی کہیں — کوٹھی ہے جن کے واسطے اُن کو نصیب ہو
گھر میں جسے چٹائی بھی ملنی محال ہو — اس کے کہاں نصیب کہ بستر عجیب ہو
فرشِ زمین کافی ہے بستر غریب کا — جسمیں کوئی نہ روک نہ مانع رقیب ہو
آخر یہی ہے بستر ہر ایک کے لئے — چاہے کوئی امیر ہو چاہے غریب ہو
ہاں بے اجازت آپ کے آنا فضُول ہے — کیوں مُوردِ عتیب یہ شکلِ مہیب ہو
آخر پہ یہ دُعا ہے نذیرِ فقیر کی — خالد کا آپ حافظ ربِ المجیب ہو

## جواب سائل صاحب

بچھڑی ہُوئی گلُوں سے جو اک عندلیب ہو — آکر ملے گلوں کو تو وصلِ حبیب ہو
مہلت اگر ملے اسے موسم بہار کی — کیا خوف پھر کمند ہو یا کہ صلیب ہو



جب راستہ ہی اک ہے امیر و غریب کا — پھر ڈر وہ کیوں کرے جو اجل کے قریب ہو
تعمیر کوٹھڑی کی مکمل ہو یا نہ ہو! — خوش آمدید عرض ہے زیارت نصیب ہو
بستر تو مِل ہی جائیگا جب آؤگے یہاں — خاکستری ہو چاہے اچھا ہے عجیب ہو
سائل تو بس کر اِس پر جو کچھ کہ کہہ چکا — ایسا نہ ہو کہ تو بھی موردِ عتیب ہو

احباب کا کرم ہے اگر نکتہ چیں ہوں
ورنہ ہم آپ معترف اپنی خطا کے ہیں

## جواب الجواب

اسیرانِ محبّت کو وہی آزاد کہتے ہیں — محبّت ماسوی اللہ کو جو بے بنیاد کہتے ہیں
قلم ہو جنکے ہاتھوں میں وہ لکھ سکتے ہیں جو چاہیں — اضافہ اک الف سے صید کو صیاد کہتے ہیں
مرے اشعار پر تضمین کا آیا کرم نامہ — اعادہ شعر گوئی پر مُبارک باد کہتے ہیں
نیا ہاں خوب ہر اک شعر کے معکوس مضموں کو — کہ جو سنتے ہیں ہر فن و فن کے آفریں باد کہتے ہیں
زہے آمادگی طبعِ رسا رنگینیٔ مضموں — اسی کو شستگی طبع رواں استاد کہتے ہیں
تمنّا ہے کہ پھر بھی جامِ شیریں سے رہے ملتا — سمجھ کر کوہکن مجھکو جسے فرہاد کہتے ہیں
احبّا پوچھتے ہیں کون ہیں حضرتِ سائل — جو اس انداز سے اشعار قابل داد کہتے ہیں
بتایا ہم غریبوں کے لئے شمعِ شبستاں ہیں — جہاں میں جنکی بستی کو چراغ آباد کہتے ہیں
نذیرِ نارسا کی گو رسائی ہو نہ ہو واں تک — نہ بھولے یہ دعا گو صاحبِ فریاد کہتے ہیں

# تعمیر کوٹھی

اسی اثنا میں خط آگیا۔ کہ کوٹھی کی بنیاد۔ قطع وضع نقشہ بگڑ گیا۔ جو از سر نو یہ سب کچھ درست کرانا پڑیگا۔ اس پر یہ عریضہ لکھا گیا۔ ۱۲

## (کسی کا کیا گیا میرا تو سارا گھر کا گھر بگڑا)

مری منحوس آمد سن کے بنتا کام گر بگڑا
تو سنکر یہ خبر میرا ابھی دل بگڑا جگر بگڑا

کلید عقل بگڑی ہوش بگڑی جسم و جاں بگڑے
دماغ و صحت و آرام کا شجر و ثمر بگڑا

ہوئی ناساز طبع فی البدیہہ اپنی روانی سے
قلم دوات بگڑی سب مسودہ بھول کر بگڑا

خیالات رواں بگڑے سمجھ فہم و ذکا بگڑے
کسی کا کیا گیا میرا تو سارا گھر کا گھر بگڑا

زباں بگڑی سخن بگڑا نظر بگڑی دہن بگڑا
مقدر کی رضا سے ہی یہ سب کچھ سر بسر بگڑا

شبیہ بگڑی مری تصویر بگڑی زائچہ بگڑا
مرے مقسوم بگڑے بخت بگڑے مال و زر بگڑا

سنا جب التوا میں پڑ گئی تکمیل کوٹھی کی:
تو میری ریت کی کوٹھی کا ہر دیوار و در بگڑا

گیا عہد شباب اور دور دورہ ہے بڑھاپے کا
جو اک نقشہ اُدھر بگڑا مرا سب کچھ ادھر بگڑا

مرا شعر و سخن بھی سب کا سب بگڑا نقائص سے
کسی کا پاؤں بگڑا تو کسی مصرعہ کا سر بگڑا

بگاڑ ایسا ہوا جسکا علاج اب ہو نہیں سکتا
دوا بگڑی تو بگڑی تھی دعا کا بھی اثر بگڑا

نہیں اک میں ہی بگڑا اس زمانہ کی غلامی میں
کوئی گر غور سے دیکھے تو ہر فرد بشر بگڑا

کوئی بے نقص ہے بھی اس جہاں کے کارخانے میں
ہوا کیا گر کسی اہل ہنر کا کچھ ہنر بگڑا



نہیں کچھ بھی نہیں بگڑا اگر ایماں سلامت ہے
ترے اقبال کا صدقہ نہیں اک بال بھر بگڑا

اگر موجود ہی سر پر بنانیوالا بگڑی کا
تو پھر کیا فلک ہے گرچہ سبھی زیر و زبر بگڑا

مرا آنا نہ آنا منحصر ہے تندرستی پر
ابھی تو درد جوڑوں سے مرا قصد سفر بگڑا

پذیر ناتواں کا ہے بھروسہ اُس کے فضلوں پہ
بنا دیگا وہی جو کچھ ادھر بگڑا اُدھر بگڑا

بنتے بنتے بھی کئی کام بگڑتے دیکھے
اور بگڑے بھی ہوئے لاکھ سنورتے دیکھے

فکر کی بات نہیں کچھ بھی کہ اس عالم میں
لاکھوں آباد ہوئے لاکھ اُجڑتے دیکھے

# فسخ قصد

بشر کچھ اور چاہتا ہے خدا کچھ اور کرتا ہے
کوئی اپنے ارادوں میں کہاں پورا اترتا ہے

خیال وصل تھا لیکن نہیں شاید نصیبوں میں
ابھی کچھ دیر ہے اسمیں یہی دلمیں گزرتا ہے

بڑھا زخم فراق الٹا وصال یار کے بدلے
مقدر نے مرے حق میں عجب برتاؤ برتا ہے

ادھر ہے شور ارنی کا اُدھر ہے لن ترانی ہے
مگر مشتاق پروانہ نہ جل مرنے سے ڈرتا ہے

پذیر ناتواں کی نارسائی کو قضا کہیئے
اسی آزار فرقت میں ترا بیمار مرتا ہے

# ایک امر کی یاد دہانی

اگر فراغت اندک وصول فرمائید
سلام یاد دہانی قبول فرمائید

بے چینی تو ہر صبح کی ہر شام کی بھی ہے
فرمائیں کوئی صورت آرام کی بھی ہے

ہیں آپ تو شاداب ہر اک کام میں اپنے
کیا آپ کو کچھ فکر مرے کام کی بھی ہے

ڈرتا بھی ہوں کرتا بھی ہوں محسن سے تقاضا
اُمید معافی کی بھی انعام کی بھی ہے

گو ہوگا تو بیجا ہی مرا یاد دلانا
ہاں یاد میں اک یاد ترے نام کی بھی ہے

ہوں میں تو خطاکار مگر آپ کی فطرت!
احسان کی بھی عادی ہے اکرام کی بھی ہے

چاؤش سی یہ ڈیوٹی ہے جس کام کی خاطر
اس کام میں اک خدمت اسلام کی بھی ہے

قرآن کی امداد ہے یہ جس میں سراسر
آغاز کی بھی بہتری انجام کی بھی ہے

تاخیر ہی تاخیر ہے تقدیر مری میں
مولا مرے ساعت کوئی اتمام کی بھی ہے

اگر تفسیر قرآن میکنم این التجا دارم
کہ آمرزیدہ گردد ہر چہ عصیان و خطا دارم

بہ طبعش ہیچ فکرے نیست در تاریکئ طبعم
کہ از نور چراغ آبادا امیدِ ضیا دارم

## ایفائے وعدہ

ایفائے وعدہ کی ہے گھڑی کس شمار میں
دم ہی نکل نہ جائے اسی انتظار میں

خدا جانے کہ یہ میعاد وعدہ کی کہاں تک ہے
اسی دنیا سے البتہ ہے یا اگلے جہاں تک ہے

جہاں تک ہو وہاں تک ہی نہیں کچھ یاس کا خطرہ
مری امید کا دامن کشادہ جاوداں تک ہے



مگر ہے آپ کو زیبا بتا دینا جتا دینا
کہ اس ایفائے وعدہ کی مقرر حد یہاں تک ہے

کوئی بھی چیز ہے ایسی کہ حد بندی سے باہر ہو
ہے عمرِ انسان کی بھی اسکی روح ایمن جہاں تک ہے

خدا بھی اپنے وعدوں کی بتا دیتا ہے میعادیں
تو پھر انسان کا وعدہ بجا مہمل کہاں تک ہے

کسی کو زورِ بازو ہے کسی کو زورِ زر کا ہے
پذیرِ زار کی زاری خدائے مہرباں تک ہے

آپ کے وعدوں میں تو ہوتا تھا اک برقی جلال
اسد دفعۃ تکمیل میں اتنا توقف کیوں ہوا

خموشی آپکی بھی اک عجب تاثیر رکھتی ہے
دلِ شیدا کو اپنی کشش سے دلگیر رکھتی ہے

کسی لحظہ بھی فارغ یاد سے ہونے نہیں دیتی
سکوت اندوز ہی ہر طاقتِ تسخیر رکھتی ہے

## ایک یاددہانی

عاجزوں کی جو کرتے ہیں امداد
رکھے اُن کو خدا سدا آباد

دیکھیں کوئی کبھی نہ رنج و ملال
ہر بلا سے سدا رہیں آزاد

مال و اقبال عزت دارین
باہمہ اقربا و آل اولاد

بعد دعوات گر اجازت ہو
اور اک بات بھی کرا دوں یاد

پانزدہ ماہ مئی گذر بھی گئی
حضرتِ اقبال کا ہے کیا ارشاد

تصفیہ کیا ہوا ہے کاغذ کا
حل سکے یا ابھی ہے کچھ میعاد

ہو انہیں بھی مرا سلام علیک
جلد بر لائیں جو مری ہے مراد

نیز اُن کو بھی ہو سلام و دعا!
نامدار و غلام اکبر خان
اور جتنے بھی حاضر ہیں خدمت
خادموں سے جو ہیں وہاں افراد
خانساماں بزرگ نیک نہاد
سب کو مولا رکھے سدا دلشاد

صد صلوٰۃ و سلامہا نہ پذیر
بر رسولِ کریم و آل امجاد

## ایک خط کا جواب

اچھا ہُوا لاہور نے یہ حرص مٹا دی
اُمید کئی سالوں کی اِک دم میں اُڑا دی

مالک ہیں وہ ہر بات کے ہے جنکی حکومت
اعلان کرادیں کہ کرادیں وہ مُنادی

اب جاتا ہوں سرگودھے اسی کام کی خاطر
جس کام کی لاہور نے جے کار بُلا دی

لکھونگا وہاں جاتے ہی خدمت میں عریضہ
اللہ نے تجویز اگر کوئی بنا دی

بعد اس کے وہ مسکینِ دعا گو کی امانت
ازراہِ کرم بھیجیں اُسے جسکو بتا دی

ورنہ وہیں محفوظ ہے زیرِ حفاظت
کردیگا کوئی صورت منگوانے کی ہادی

جاتا نہیں یہ شوق مگر حضرتِ سائل
ساقی نے شراب ایسی کوئی مجھکو پلا دی

کرتا ہوں سپرد اپنے خدا کو بہ کالت
جس نے کہ یہ اک لگن میرے دلمیں لگا دی

کہتا ہے سلام اور دعا سب کو یہ عاجز
بس عرض یہی کچھ تھی جو بندہ نے سنا دی



وعدے کا گر نہ قیدی یہ خاکسار ہوتا
نہ وہ انتظار ہوتی نہ یہ بیقرار ہوتا

ہر روز کا تقاضا نہ یہ بار بار ہوتا
نہ مطالبہ یہ ہوتا نہ یہ دلفگار ہوتا

کیا خوب تھا کہ پہلے یہ عہد ہی نہ ہوتا
نہ اُمنگ دل میں رہتی نہ امیدوار ہوتا

معتاد کر دیا ہے اُنکی نوازشوں نے
نہ وہ چارہ کار ہوتے نہ یہ خواستگار ہوتا

دیدوں کی ناشکیبی لاکر رہی خجالت
نہ وہ اشکبار ہوتے نہ یہ شرمسار ہوتا

اپنے مقدروں میں تاخیر گر نہ ہوتی
کیوں اُس طرف سے اتنا دار و مدار ہوتا

ہر کام کا مقدر اِک وقت ہو چکا ہے
کیا دیر تھی کچھ اپنا گر اختیار ہوتا

لَا تَقْنَطُوا کا مژدہ ڈھارس نہ گر بندھاتا
مدت کا خاکِ تربت یہ خاکسار ہوتا

اہلِ وفا کے دم سے مایوس کون ہوگا
وہ اور ہیں کہ جنکا نہیں اعتبار ہوتا

دل چاہتا ہے لیکن ایامِ زندگی ہیں
مقسوم کا یہ جھگڑا کہیں آر پار ہوتا

ان دلپذیریوں سے گر صاحبِ کرم کا
خدمتگذار ہوتا تو بھی نامدار ہوتا

وعدہ تھا آنجناب کا ہم آپ آئیں گے
اِن تین چار روز میں تشریف لائیں گے

دن تو گذر گئے ہیں زیادہ شمار میں
بیٹھا ہے دلپذیر اسی انتظار میں

## فراقِ یار

اِس دلِ دیوانہ نے صدمات اُٹھائے کیا کیا
تیری فرقت نے مزے غم کے چکھائے کیا کیا

شعر و اشعار اسی لیے ہیں بنائے کب کیا
نالے پُردرد ترے آگے سنائے کیا کیا

ہو نہ سکا کچھ بھی نمود ان مگر انکا اثر
اپنی بدمستی سے یہ باز نہ آیا پھر بھی
صبر و آرام گیا امن گیا چین گیا
حسرت و یاس ملے سوز جگر دوز ملا!
مثل غربال ہوا چھن کے کلیجہ اپنا
گوہر شعر و سخن آہ کہ بیکار گئے
رنج ناکامی کہیں حشر میں بھی ساتھ نہ ہو

دل ناداں نے واویلے مچائے کیا کیا
اس کے سمجھانے کو اسباب الم آئے کیا کیا
گردش ایام نے آلام دکھائے کیا کیا
وہ نہ ملا جس کیلئے بوجھ اٹھائے کیا کیا
تیر تقدیر سے پیکان الم کھائے کیا کیا
گیت رندانہ تری بزم میں گائے کیا کیا
ورنہ پذیر اپنے جرائم بخشائے کیا کیا

حصول شرف زیارت تو حج اکبر ماست
ہمیں تجارت اعلیٰ است گر رضائے خدا است

فرقت نے ہم پہ ایسا سکہ جما کے چھوڑا
ان سنگ دل مہرویوں نے کرتب دکھا کے اپنے

عشق بتاں سے ہمکو توبہ کرا کے چھوڑا
اک موم جیسے دل کو پتھر بنا کے چھوڑا

## وصال جاناں

وصال جاناں کی ہے ضرورت تو ڈھونڈ ھ لے عار و ننگ ہو کر
چراغ حسن صنم کے آگے شہید ہو جا پتنگ ہو کر

رہ محبت میں چل دیا ہے تو پھر بہ ثابت قدم چلا چل
کہ پیچھے ہٹنا نہیں مناسب کسی کے دل کا خدنگ ہو کر



نیاز مندی میں ناز ہیں سب اسی سے تو نازنیں بنے ہیں
ہر اک کی آنکھوں میں آسما جا سیاہ سرمے کا رنگ ہو کر

ہر اک برائی سے دور رہنا اسی میں آرام زندگی ہے
اگر بھلائی کی ہو نہ طاقت بدی سے ہٹ کے اٹنگ ہو کر

خوشی سے دینا خوشی سے لینا یہی تو ہے خوشگوار نعمت
ہزار لعنت ہے اس لئے پر دیا کسی نے جو تنگ آ کر

خدا کے بندوں کی سیکھ عادت خلیق ہو جا حلیم ہو جا
نہ چھیڑ ناحق کسی بشر سے نہ پھاڑ شیر و پلنگ ہو کر

ہزار سلطاں ہزار جابر ہزار لشکر ہوئے اکابر
رہا نہ کوئی بھی مرد میداں مٹے ہزاروں ہی جنگ ہو کر

بس آج کرتے ابھی ہیں کرتے بروز فردا تو کر ہی لینگے
گذر گئی یونہی عمر ساری اسی میں بیرو د رنگ ہو کر

پذیر کچھ بھی نہ کر شکایت کسی سے تو اپنی بیکسی کی
بنا لے اپنا جہان سارا خدا کے در کا ملنگ ہو کر

جام جمشید تو گذرا ہوا افسانہ ہے
دیکھ سکتی ہیں ترے دل کی تو سب کچھ آنکھیں

اس سے بڑھکر تو ترے قلب کا پیمانہ ہے
پر تجھے ڈھب نہیں اس راز سی بیگانہ ہے

# فکر الطباع

هزلیات وغزلیات ہذا

غزل گویم ولیکن ایں ندانم | کہ طبع شونده باشد یا نباشد
بہ پیری طبع خود را آزمودم | اثر وارنده باشد یا نباشد
بہ بزم کاملاں نکتہ نوازاں | شرف یابنده باشد یا نباشد
بغیر از طبع مکتوبات قلمی | کسے خوانندہ باشد یا نباشد
اگر افتد بہ طبعش اتفاقی | غزل گوزنده باشد یا نباشد
بہار گلستاں روزے بیاید | کساں بنیندہ باشد یا نباشد
بوقت طبع بعد از من پرفنش | اصح سازنده باشد یا نباشد
گرانی کاغذ است امروز ارزاں | بسال آئنده باشد یا نباشد
چہ دانم زیں شبستاں صبح قرطاس | گہے تابنده باشد یا نباشد
بوقت ایں گرانی دست عاجز | کسے گیرنده باشد یا نباشد
پذیر از فکر ایں گردید شب و روز | کسے شنونده باشد یا نباشد

## ایک قسط کی یاد دہانی اور اسکی وصولی

کرم گسترا بے کساں پرورا | پئے عاجزاں جا پناہ بسترا
توئی مایہ ناز مادر جہاں | نصیب تو ہر برتری برترا



ہو چکی ختم مدت سہ ماہ | قسط کی انتظار باقی ہے
زندگی کا تو اعتبار نہیں | حرص لیل و نہار باقی ہے
شعر بازی کی اب نہیں طاقت | صرف اس کا پیار باقی ہے

ہمیشہ مبارک ہو فیاض ہونا
نہیں فیض خواہو نہ ناراض ہونا

خدا کی قدرت جب نامہ بھیج رہتا ہوں | تو جھٹ جناب کا مکتوب پہنچ جاتا ہے
یہ اتفاق ہی ایسا ہے بار چوتھی کا | خجالت اپنی پہ پھر بندہ مسکراتا ہے

قسطم چناں رسید کہ ابر کرم رسید | بر خشک روئے کشت طراوت بہم رسید
شکریہ صد ہزار لصد گوں ہزار بار! | از لوح دل بدفتر لوح و قلم رسید
بخشندہ قدیم بہ بخشد جزائے خیر | صد چند بہ از انکہ طرب در دلم رسید
باقی است آرزوئے ملاقات آنجناب | اما سمند عمر بہ آخر قدم رسید
دردا! نہ پائے رفتن ونے جا ماندن است | پیری و ضعف قلب بحد اتم رسید
از فرقت حبیب چناں تنگ آمدم | گویا کہ از دو دم جاں بر لبم رسید

یارب وصال یار نصیب پذیر باد
زاں پیشتر کہ گفتہ شود در عدم رسید

ہمیشہ دولت و اقبال تو فزوں بادا | بلند بخت بہ پیش تو سرنگوں بادا

سکونِ قلب بہ ہر کیف مبدم ہمدم
بخیل و حاسد و بدخواہ تو زبون بادا

## عطیہ پر عطیہ کا شکریہ

صد شکر پاکذات کند ایں گدائے تو
در عینِ وقت حاجت آمد عطائے تو

در حالتِ زبون مدد عاجزاں کُنی
مددِ تو تا قیامت بادا خدائے تو

از جان و دل بوقت مناجات روز و شب
دعوات و اخیات کنم از برائے تو

ہر لحظہ ہست وِرد زبانم زدرِ دول
دائم نصیب صحت و دفع بلائے تو

ناسازیٔ مزاج تو آزار و درد ماست
جامِ شفائے ماست بصحتِ شفائے تو

از دوریٔ تو دور شود لذّتِ حیات
صد گونہ زندگی است بقرب و لقائے تو

باالارتقاءِ عزّت و اقبال و بخت و جاہ
ممتاز و سرفراز بہ ہر جا لوائے تو

بسلامتیٔ دین سلامت بجان و مال
اہل و عیال و خویش و ہمہ اقربائے تو

بجمالِ صحبتِ تو درخشاں چو ماہتاب
ہر ہمنشین و مونس و ہر آشنائے تو

ہر خیر خواہ ذات تو آباد و شاد باد
ہر حاسد و بخیل تبہ زیر پائے تو

اے آبروئے قوم و اے آرزوئے او
عالم معطّر است ز بوئے وفائے تو

روشن چراغ خانۂ عالی چراغاں
تاباں بہ نزد و دور ضیائے سخائے تو

ایں چشمۂ فیوض سلامت ہمیشہ باد
مقبول ایں دعائے پذیرِ فدائے تو



سلاحِ دستِ غریبان بجز دعائے نیست
اگر ہمیں بکف آید غمے بلائے نیست

نہ گر دستِ کرم مجھ پر کشادہ آپکا ہوتا
خدا جانے ہمارا اِن دنوں میں حال کیا ہوتا

جنازہ ہی نکل جاتا غریبوں کا تو فاقوں میں
اُدھر آہ و بکا ہوتی اُدھر دستِ دعا ہوتا

## خیال ایکسرے

ایکسرے کا خیال ہے مجھکو
پتھری کا احتمال ہے مجھکو

تاکہ تحقیق اس کی ہو جائے
سفر لیکن محال ہے مجھکو

آپ لاہور ہوں تو پھر کیا غم
ورنہ مشکل کمال ہے مجھکو

دست کاری سے جان جاتی ہے
شرم پردہ دری سے آتی ہے

آگیا حکم جلد آجاؤ
دلمیں خدشہ ہے جو مٹا جاؤ

چل پڑا دلپذیر بھیرہ سے
طرف لاہور اپنے ڈیرہ سے

پہنچا گاڑی پہ جب وزیرآباد
دی گئی اطلاع بادلِ شاد

---

آگیا ہوں میں وزیرآباد میں
درد گردہ ہے بہت ایذا دمیں

دن تو سفرِ ریل میں بیکل رہا
رات گذری نالہ و فریاد میں

بلبلِ روح اور کچھ چاہتی نہیں
رحم چاہتی ہے دلِ صیاد میں

دیکھ کر کچھ دن یہاں آجاؤنگا
خدمتِ اہلِ کرم امجاد میں

ہے مبارک وہ گھڑی دن کی نذیر
جو گذر جائے خدا کی یاد میں

دیکھنا ہشیار رہنا اک فقیر آنیکو ہے
ہاں جواں بختوں میں اک کم بخت پیر آنیکو ہے

اپنی اپنی کوٹھیوں کی باگ قابو میں رہے
دل دہل جائیں نہ دیکھو دلپذیر آنیکو ہے

## حاضر ہو کر

کرلو جو آج کرنا ہے پیرِ کہن کیساتھ
دُکھوں کا مارا آیا ہے رنج و محن کیساتھ

جب مر گیا غریب اسی انتظار میں
کیا خاک پھر سلوک ہے گور و کفن کیساتھ

## آؤ بھگت و کیفیت اکسیر

فرمایا آنجناب نے میرے سوال میں
اک ذرہ بھر بھی فکر نہ لائیں خیال میں

حاضر ہیں ہر طرح کی بجا آوری کو ہم
سرتابی کی ہے جرأت کسکی مجال میں

بستر پہ لیٹ کے آرام کیجئے
تکلیف کرکے آئے ہیں جب ایسے حال میں

ہوجائیگا تمام صفائی سے اکسیر
ہم ہیں شریک آپکے رنج و ملال میں

آخر کمال لطف و عنایت سے اگلے دن
پہنچایا مجھ کو ملٹری کے ہسپتال میں

چھ سات میل کوٹھی سے وہ جگہ دور تھی
اس وقت کوٹھی آپکی تھی روڈ مال میں



کرنل کیطرف ایک لفافہ بھی لکھدیا
اپنی طرف سے انگلشیہ بول چال میں

اپنا سپاہی ساتھ دیا اور تانگہ بھی
لیکر گیا جو کرنل کو جرح کے حال میں

سنکر مری حقیقت کرنل نے غور سے
بخشی دوائی آئی جوان کے خیال میں

فرمایا اس دوائی کو دو روز جاکے لو
پھر آنا طبع آپکی ہو جیسے حال میں

کروینگے اکسیر بھی تمہارا جمعہ کے دن
قدرت خدا کی دیکھنا اسکے کمال میں

لیکر دوائی آپ سے ڈیرے پہ آگیا
لیتا رہا دوائی وہ آبِ زلال میں

جب ہوگئی وہ ختم دوائی جو لایا تھا
خوش ہوگئی وہ طبع کہ جو تھی ملال میں

فرمایا مجھکو میجر صاحب نے جاؤ اب
ہے آج روز جمعہ مبارک ہو فال میں

بھیجا سپاہی آپ نے پھر وہ ہی میرے ساتھ
تانگہ پہ لیگیا جو مجھے ہسپتال میں!

کرنل نے اکسیر کا عمل سب کرادیا
بجلی کی لہر دوڑ گئی بال بال میں

اندر کا فوٹو فلم میں سب ہوگیا تیار
پتھری کا شبہ مٹ گیا جسکے جمال میں

شیشے کی طرح فلم نے سب کچھ دکھادیا
مخفی تھا جتنا راز مثانہ کی کھال میں

کرنل کو اور آپ کو دیتا ہوا دعا
واپس نذیر آگیا پھر روڈ مال میں

## صدیقی صاحب سے ملاقات

میجر صاحب کی کوٹھی پر فی البدیہہ

صدیقوں سے ملنے کا مجھے شرف ملا ہے
اللہ کا احسان ہے اور اسکی عطا ہے

گو وقت فقط ایک ہی جھلکی کا ملا ہے
ہے یہ بھی غنیمت کہ ہوا جلوہ نما ہے

مدّت کی تمنّا تھی ہوئی آج مُیسّر
اس نعمتِ عظمٰی پہ بہت شکرِ خدا ہے

اللہ کرے پھر بھی کبھی دید ہو حاصل
کچھ روز اگر زندگی میں بوئے وفا ہے

صدیقوں کی جو شان ہے قرآں نے بتائی
میں آپ پہ ہوں قربان دل و جان فدا ہے

کچھ بھی نہیں دُنیا میں صداقت کے برابر
جز صدق و صداقت کے ہر اک چیز فنا ہے

رنگینیٔ دُنیا میں ہے رنگینی ملوّث
گر زنگ سے ہی صاف تو اک صدق و صفا ہے

یارب تو پذیر اپنے کو پُر صدق بنا دے
صدیقوں کا ہو ساتھ یہی میری دُعا ہے

## سلام رخصت

آیا تھا میں تو اہلِ کرم کے سلام کو
اور اپنے ساتھ لایا تھا اللہ کے نام کو

مدّت سے شوق و لمیں ملاقات کا بھی تھا
حاضر ہوا تھا اب مگر اک خاص کام کو

صد شکر پاک ذات کہ سب کام ہو گئے
خوش ہوں پہنچ گیا ہوں میں اپنے مرام کو

رکھّے ہمیشہ شاد خداوند آپ کو
افسر کو نوکروں کو ہر اک خاص و عام کو

اکبر کو نامدار و عنایت کو شاہ کو
بہرا کو خانسامہ کو ڈیپا کو رام کو

سب کو جزائے خیر الٰہی عطا کرے
خدمت مری جو کرتے رہے صبح و شام کو

نازک ہے وقت اور یہ خطرات کے ہیں دن
کرنا کبھی نہ ترک سجود و قیام کو

اللہ کو یاد رکھنا نماز و نیاز سے
بس ہے یہی مری تو نصیحت تمام کو



رخصت کا ہی سلام یہ سب کو غریب سے
دیکھیو نہ کہ قبول جاناں قدیمی غلام کو

سب زیر سایۂ خان محمد رہیں مدام
جاتا ہے دلپذیر تو اپنے مقام کو

دوستو راضی رہو سوئے وطن جاتا ہوں میں
ہو مبارک آپ کو اپنا چمن جاتا ہوں میں

آٹھ نو دن آپ کے ہاں میں رہا آرام سے
وائے قسمت چھوڑ کر باغِ عدن جاتا ہوں میں

پھر نصیبوں میں تمہاری دید شاید ہو نہ ہو
کیونکہ ہوں ریزنیہ سن پیر کہن جاتا ہوں میں

ہو مبارک آپ کو اپنی جوانی کی بہار
مجھ پہ ہو اپنا بڑھاپا خندہ زن جاتا ہوں میں

یہ مبارک روز دل افروز پھر مجھکو کہاں
آہ! اس افسوس سے آزردہ تن جاتا ہوں میں

یہ چمن یہ بلبلیں یہ صحبتیں یہ ہمنوا
چھوڑ کر ان کو سوئے ناغ وزغن جاتا ہوں میں

الوداع اے مہربانو عرض کرتا ہے پذیر
خوش رہے یہ آپکی سب انجمن جاتا ہوں میں

ــــ

رہیں گے بھول تو ملتے ہی پھر بھی عندلیبوں سے
ہماری آپ کی صحبت چمن میں پھر نصیبوں سے

---

# دعا نامہ عربی معہ ترجمہ پنجابی

## جو کہ گھر پہنچکر کچھ دنوں بعد لکھا گیا

السّلام علیک یا ابن الکریم | حفظک الخلّاق رحمان الرّحیم

سخی سخید یا جایا تینوں کہاں سلام دعائیں
وچہ حفاظت اپنی اللہ رکھے تیرے تائیں

بعدہٗ فیقول عبدٌ عاجزٌ | طالب الالطاف مہجور السّقیم

انتھیں پچھے عاجز بندہ عرض گذارش کردا
روگی تے مہجور بچارا طالب مہر نظر دا

اِنّا فِی بحرِ ہجرک مغرقون | خذ بایدینا بلطفک یا کریم

وچہ سمندر ہجر تیرے دے ہاں میں غرق بچارا
کر کے اپنا کرم شتابی بوہڑ سخی سردارا

ھٰھنا جسمی و قلبی عندکم | کالوداع الرّوح من جسد النّدیم

تن میرا ہے اسجاگہ تے دل ہی پاس تساڈے
جیونکر روح جسے تھیں رخصت ہو گیا نکل دوراڈے

مِن ایام الفراق لیالیا | فادع فی قدمیک للعبد القدیم

ہو گئے روز فراقاں والے راتاں میرے بھانے



سدا لے اپنے قدماں اندر اس غلام نمانے

لیس ینقص من مدادک والقلم | اِن تشرّفنی بقرطاس الرّقیم

قلماں اتے دواتاں دی نہیں کمی تساںنوں کوئی
بخشو شرف بندے نوں گھل کے چھٹّی لکھی ہوئی

کنت لک فی کلّ حالٍ داعیا | فی جناب اللہ من قلب السّلیم

ہر ویلے میں آپ دے کارن کر دا رہاں دعائیں
وچہ جناب الٰہی حاضر کر کے دل دے تائیں

ربّنا انزل علیہ تواترًا | رحمۃً من رحمنی انت العلیم

چھم چھم اپنی رحمت اسپر بھیج اے حق تعالا
جو میرے پر رحم کماوے توں ہیں جانن والا

انت حافظ انت ناصر یا نصیر | ربّنا فانصرہ من فضلٍ عظیم

توہاں حافظ توہاں ناصر یا رب مددگارا
کر توں اوسدی مدد ہمیشہ فضل کمائیں بھارا

نجّہ من شرّ کلّ ما خلق | و نعوذ بک من کلّ شیطٰن الرّجیم

ہر شروں جو پیدا ہویا اسنوں آپ بچائیں
ہر شیطان شریروں تیریاں منگاں اسیں پناہیں

ربّ انت مبارکٌ فاجعل لہ | برکۃً فی الدّین والدّنیا عمیم:

ہیں توں بہتی برکت والا یارب خالق سائیں
پس توں دین دُنی وچہ اوسنوں بہتی برکت پائیں

اَنْتَ مُؤْمِنٌ وَّالْمُھَیْمِنُ وَالسَّلَامُ | رَبَّنَا سَلِّمْهُ مِنْ نَّارِ الْجَحِیْم

ہیں توں امن دیندے نگہبان سلامت نالے
دوزخ کنوں سلامت اوسنوں رکھیں حشر وچالے

رَبَّنَا ثَبِّتْ لَنَا اَقْدَامَنَا | بِالْیَقِیْنِ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْم

ثابت رکھیں قدم اساڈے یارب ناتھ کائیں
محکم سدھے رستے اُپر نال ایمان چلائیں

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَهٗ وَلِوَالِدَیْهِ | اَعْطِھِمْ غُرُفَاتِ جَنَّاتِ النَّعِیْم

یارب بخشیں اوسنوں نالے ماپیو اوسدے تائیں
کریں نصیب بہشتاں اندر عجب اوہناں جائیں

رَبَّنَا اللّٰھُمَّ فَتَقَبَّلْ دُعَاء | وَاعْفُ عَنِّیْ کُلَّ خَطَا یَا رَحِیْم

یااللہ ایہہ میرے میریاں کریں قبول دعائیں
کریں معاف تمام خطائیں اس عاصی دیاں سائیں

اِنَّهٗ عَبْدٌ بِذَنْبٍ تَائِبٌ | مِنْ ذُنُوْبٍ اَنْتَ تَوَّابٌ حَلِیْم

کل گناہوں تائب بندہ ایہہ پذیر موکالہ
توں ہیں توبہ منن والا ڈاہڈا حلماں والا



## آپ کے ایک خط کا مختصر جواب اور ایک دوائی کی یاد دہانی

رسید نامۂ نامی بہ ہر صفت موصوف | شدند سرمۂ چشم نظر فزا حروف
زحرف حرف حقیقت ہمہ شدہ مکشوف | مگر جواب دوا اندراں محذوف

خدائے پاک نے جنکو ہے بُردبار کیا | ہر ایک زمرہ میں انکو ہے باوقار کیا
ہمیشہ رکھتا ہے وہ انکو خرم و خوشحال | اور ان کے کارکنوں کو بھی نامدار کیا

## دوائی کا آجانا اور شکریہ

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ

ہزار شکر کہ بیمار را دوا برسید | خدا کند کہ بگوئیم ازاں شفا برسید
دعائے ماست فرستیدہ را جزاک اللہ | بوقت حاجت زامکس کہ ایں عطا برسید

مرے مہرباں تاقیامت رہو
سلامت رہو باکرامت رہو

کروں میں کس قلم سے آپکا مسطور شکریہ | کرے میری زباں کس طور سے مذکور شکریہ
زباں قاصر ہے کہنے سے قلم قاصر ہے لکھنے سے | کریں کیسے ادا ایسے مرے مشکور شکریہ
تبسم ریز ہوکر خامۂ مسکین کہتی ہے | مجھے تحریر کرنے کا کہاں مقدور شکریہ
زبان نارسا شرمندگی سے بلبلاتی ہے | دوائی بھیجنے کا نطق سے ہو دور شکریہ
مریضہ عاجزہ فرط خوشی سے عرض کرتی ہے | دعاؤں سے لبالب تا ابد بھرپور شکریہ

رہو دائم سلامت عاجزوں پر رحم کرنیکو
خدا کے فضل سے معمور ہے مسجود شکریہ

جناب ایزدی راضی ہو اس ذرّہ نوازی پر
پذیرِ بے نوا سے ہو یہی منظورِ شکریہ

من چناں زیرِ بارِ احسانم
کہ ازاں سرنگوں ہمے مانم
طاقتے نیست سرکشی مارا
در حضور تو سخت نتوانم

## دیر آید درست آید

چہ خوش اہلِ سلف فرمود دیر آید درست آید
بجا فرمودہ زیبا بود دیر آید درست آید
نہ بکتہ یک تحمّل در تحمّل میشود پیدا
درین تاخیر سودے بود دیر آید درست آید
گہے روئے خجالت از عجالت کس نمی بیند
ہے عجلت بود بے سود دیر آید درست آید
بکار نیک در تعجیل کردن بہتری آمد
بہ ہر جائے نہ باید زود دیر آید درست آید

پذیر از خوف ناکامی تحمّل با تامّل بہ
کہ گم نہ شود دراں مقصود دیر آید درست آید

خدا ہی ہے جو بن مانگے عطا انعام کرتا ہے
وہ رحمانیت اپنی سے کرم اکرام کرتا ہے
گذر جاتا ہے جب برسات کا موسم برسنے کا
تو پیچھے پاس کے رحمت سے بارش عام کرتا ہے

## گھیّا مل گیا

ایک دفعہ آپ نے ایک عطیہ بھیجکر رقم فرمایا کہ اگر آپ خود آجاتے تو اچھا گھیّا لیجاتے اب تو نصف گھیّا ارسال ہے اور نصف اگلے مہینۂ رمضان شریف میں ارسال ہوگا جس کے ملنے پر لکھا گیا:



مل گیا نصف کی تقسیم میں آ کر گھیّا
احمرِ تر سبیل ملے آپ کو پاکر جھیّا
کم نہ ہوا جر یہ اور نصف یہ تقسیم نہ ہو
بلکہ وہ چند خدا دیوے بڑھا کر گھیّا
شکر پر شکر ہے اُس ذات خداوندی کا
غیب سے جس نے یہ دلوایا ملا کر گھیّا
ماہ رمضان بھی ہے زندگی تو دور نہیں
ساتھ ہی عید بھی دلوانے کو آ کر گھیّا

ہاں مگر عید میں ہو جائے نہ یہ بھی محذوف
عید وہ کیا ہے جو روزوں پہ فقط ہو موقوف

خدا اپنے کرم سے جنکو طیّب مال دیتا ہے
غریبوں کا خیال اُنکے دلوں میں ڈال دیتا ہے
سمجھ لیتے ہیں ہر محتاج کو وہ حصّہ دار اپنا
اسی خاطر تو اُن کو دولت و اقبال دیتا ہے

## عاشقانہ رنگ

چہ خوش بود کہ مرا ہیچ کار فرمائید
کلامِ خویش بخدمت گذار فرمائید
ازیں خموشیٔ آں بہ کہ گر ز غنچہ دہن
بخاکسار عتابے نثار فرمائید
دلم بدام دو زلفش اسیر ہمچوں صید
چرا نہ طائرِ جاں را شکار فرمائید
قسیم روزِ ازل را چہ سود بود ازیں
کہ گلرخاں ز مدارات عار فرمائید
بہ ہمنشینیٔ گل از خار را چہ پناہ
چو خار خار عطا گلعذار فرمائید
چہ بہتر است ازیں سلطنت اگر ز کرم
مرا بہ سلکِ غلاماں شمار فرمائید
حیاتِ ہر دو جہاں است در وصالِ حبیب
وگرنہ مرگ مرا انتظار فرمائید

نسیم صبح بگوئش بیا بیا کہ بہ من | ندائے رحلت لیل و نہار فرمائید
پذیر در رہِ جاناں سرِ خود است بکف | چہ چارہ گر نہ بروا عتبار فرمائید

## مناجات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بہ سہ ترجمہ دلپذیر جو حضرت سائل صاحب کے ایما سے لکھے گئے

خُذْ بِلُطْفِكَ يَا إِلٰهِي مَنْ لَهُ زَادٌ قَلِيلٌ
مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ يَأْتِي عِنْدَ بَابِكَ يَا جَلِيلُ

بگیر از لطفِ خود کم توشہ را استار یا اللہ | کہ آمد بر درت با صدقِ دل نادار یا اللہ
دستگیری فضل اپنے سے کر اسکی اے خدا | صدق سے کم مایہ جو آیا ترے در بینوا
کر توں اپنا فضل خدایا | اُسپر جیہڑا ہے کم مایہ
صدقوں در تیرے پر آیا | مفلس عاجز تے کنگال

یارب صاحب جل جلال

ذَنْبُهُ ذَنْبٌ عَظِيمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيمَ
إِنَّهُ شَخْصٌ غَرِيبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِيلٌ

گناہانش گراں تر پس ببخش او را گناہانش | کہ ہست او بندۂ عاجز ذلیل و خوار یا اللہ
ہیں بڑے اس کے گناہ سو بخشدو وہ سب کے سب | ہے یہ اک بندہ ذلیل و پر گناہ و پر خطا
اوسدے بڑے گناہ خطائیں | پس توں بخش گناہاں تائیں



ہے اوہ شخص غریب گناہیں | ہویا ذلیل گناہاں نال

یارب صاحب جل جلال

مِنْهُ عِصْيَانٌ وَنِسْيَانٌ وَسَهْوٌ بَعْدَ سَهْوٍ
مِنْكَ إِحْسَانٌ وَفَضْلٌ بَعْدَ إِعْطَاءِ الْجَزِيلِ

ازو عصیان و نسیان و فراموشی فراموشی | ز تو احسان و فضل و ہم عطا بسیار یا اللہ
اس سے بغیر مانیاں میں اور بھولوں پر ہے بھول | تجھ سے دائم فضل و احساں اور عطا پر ہی عطا
اس تھیں بدیاں تے بدخویاں | بھلاں اُپر بھلاں ہویاں
تیرا کم احسان نکویاں | فضلاں اُپر فضل کمال

یارب صاحب جل جلال

طَالَ يَا رَبِّي ذُنُوبِي مِثْلُ رَمْلٍ لَا تُعَدُّ
فَاعْفُ عَنِّي كُلَّ ذَنْبٍ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ

گناہانم بسا و بے عد چوں ریگ ریگستاں | معافی دہ مرا از ہر گنہ بگذار یا اللہ
ہیں گناہ میرے بہ مثلِ ریت یارب بیشمار | دے معافی ہر گنہ سے در گذر کر دے صفا
بہت گناہ میرے بنایاں | ریت طرح بے انت خطایاں
کریں معاف سبھے بریایاں | کر در گذر سزائیں ٹال

یارب صاحب جل جلال

قُلْ لِنَارٍ ابْرُدِي يَا رَبِّ فِي حَقِّي كَمَا

قُلتَ قُلنَا نَارُ کُونِی اَنتَ فِی حَقِّ الخَلِیل

بگو در حقِّ من عاجز بہ آتش سرد شو ہمچوں | بحقِّ خلیل گفتہ سرد شو اے نار یا اللہ
آگ کو کہدے کہ ٹھنڈی مجھ پہ ہو جاوے یہ آگ | جُوں خلیل اپنے کے حق میں آگ کو تُو نے کہا
کہو توں میرے حق خدائیا | اگ نُوں ہو جا ٹھنڈا سایہ
جویں خلیل دے حق فرمائیا | ٹھر جا! ٹھر گئی اوہ فی الحال

یا رب صاحب جل جلال

عَافِنِی مِن کُلِّ دَاءٍ فَاقضِ عَنِّی حَاجَتِی
اِنَّ لِی قَلبًا سَقِیمًا اَنتَ مَن یَّشفِی العَلِیل

بہ بخشا عافیت از ہر مرض ہر حاجتم برساں | دلم بیمار و تو دارو سے ہر آزار یا اللہ
عافیت دے ہر مرض سے اور ہر حاجت بھی دے | دل مرا بیمار ہے اور تُو ہی دیتا ہے شفا
دکھ میرے سب دور ہٹائیں | ہر اک حاجت آپ مٹائیں
دل میرے نوں بخش شفائیں | ہے بیمار ملول ملال!

یا رب صاحب جل جلال

اَنتَ شَافِی اَنتَ کَافِی فِی مُهِمَّاتِ الاُمُور
اَنتَ حَسبِی اَنتَ رَبِّی اَنتَ لِی نِعمَ الوَکِیل

توئی شافی توئی کافی بہ مشکل کار ہائے ما | توئی بس کارساز ما بہ ہر یک کار یا اللہ
تُو ہی شافی تُو ہی کافی مشکلات امور میں | کارساز اچھا مرا بس تو ہی اک ہے مالکا



ہیں توں سب مرضاں دا شافی | مشکل کماں نوں چہ توں کافی!
توں رب میرا کافی وافی | خوب وکیل مرا ہر حال

یا رب صاحب جل جلال

رَبِّ هَب لِی کَنزَ فَضلٍ اَنتَ وَهَّابٌ کَرِیم
اَعطِنِی مَا فِی ضَمِیرِی دُلَّنِی خَیرَ الدَّلِیل

عطا کن گنج فضل خود مرا اے صاحب بخشش | بدہ چیز دلم! بنجارۂ ابرار یا اللہ
فضل اپنے کا خزانہ بخش مجھ کو اے کریم | دے مجھے جو دل میں میرے ہے دلیل اچھی بتا
فضل دا مینوں بخش خزانہ | توں وہاب کریم یگانہ
دے جو منگے دل دیوانہ | بہتر کوئی دلیل وکھال

یا رب صاحب جل جلال

کَیفَ حَالِی یَا اِلٰهِی لَیسَ لِی خَیرُ العَمَل!
سُوءُ اَعمَالِی کَثِیرٌ زَادُ طَاعَاتِی قَلِیل

چگونہ حال من باشد بجز خیر العمل یا رب | کہ توشۂ نیک کم ہست بدی بسیار یا اللہ
کیا مری حالت خدایا پاس کچھ نیکی نہیں | توشۂ طاعت ہی اندک عمل ہیں بے بہا
کیا کچھ حال مرا در تیرے | چنگے عمل نہ پلّے میرے
ہین برے اعمال بتیرے | تھوڑا توشہ سفر محال

یا رب صاحب جلّ جلال

هَبْ لَنَا مُلْكًا كَبِيرًا اَنْجِنَا مِمَّا نَخَاف

رَبَّنَا اِذْ اَنْتَ قَاضٍ وَالْمُنَادِیْ جِبْرَئِیْل

عطا ملکا کبیر الکن نجات از خوف وہ مارا
چو تو قاضی شوی! جبریل داعی کاریا اللہ

ملک ہمکو دے بڑا اور بخش ڈر نے سے نجات
وڈا ملک عطا فرمائیں
قاضی ہو ویں توں جس ویلے
سانوں جیہڑیاں ڈراں بچائیں

جبکہ تو قاضی ہوا اور جبریل کرتا ہو ندا
قاضی ہوویں توں جس بھائیں
تے جبریل ہووے سدوال

یارب صاحب جل جلال

اَیْنَ مُوْسٰی اَیْنَ عِیْسٰی اَیْنَ یَحْیٰی اَیْنَ نُوْح!

اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصِیُ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْل

کجا موسیٰ کجا عیسےٰ کجا نوح و کجا یحیےٰ
منم صدیق عاصی ام توبی غفار یا اللہ

کہاں موسیٰ کہاں عیسےٰ کہاں یحییٰ کہاں نوح
کتھے موسےٰ عیسےٰ پیارے
توں کیا چیز نذیر نکارے

ہے تو اے صدیق عاصی توبہ کر سوئے خدا
کتھے یحییٰ نوح اوہ سارے
کر توبہ رب سنے سوال

یارب صاحب جل جلال

٥ معذرت بجناب ربّ الوہاب ٥

شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو

عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما



قلم گھس گیا تیری راہوں میں چل چل
رہا رات دن سرنگوں تیرے آگے
ابھی روز اول ہی ہے اسکا گویا
مگر دور ہی اس سفر کا کنارہ
نہ اس شمع کا بھید پایا کسی نے
وہاں کرم شب تاب کو کون پوچھے
نہیں کانچ کے جام کوشش ہمارے
نہ طے کر سکا اس سمندر کو کوئی
مری کشتیٔ عمر کی کیا ہے طاقت
ترے فضل نے ہی اسے ہے بچانا
کرم گستری ہو تری میرے سر پر
ردائے کرم کا اگر ہو نہ سائیہ

سفر طے کئے اسنے کتنے مسلسل
ٹپکتے رہے اشک جوں موم گل گل
نہ آیا قدم میں ذرہ بھی تزلزل
نہ پہنچے وہاں اہل تاج مکلّل
ہوئے لاکھ ہی راکھ پروانے جل جل
جہاں مات ہو سب ستاروں کی جھلمل
ٹرپیں ٹوٹ آخر جو سانچہ میں ڈھل ڈھل
یہیں رہ گئے سب جہاز اسمیں چل چل
کہ لاحق ہیں جسکو ہزاروں تخلل
نہ لے ڈوبے اسکو گناہوں کا دلدل
مجھے تابش حشر سے جبکہ ہل چل
تو کام آئیں محشر میں لیٹھا نہ ململ

نذیر گنہگار کو ڈھانپ لینا
نہ حسرت سے روتا پھرے ہاتھ ململ

اک حال پر کبھی نہ کوئی جاوداں رہے
نہ چمن میں آب و تاب گل و گلستاں رہے
موسم کبھی ہے گرم کبھی سرد و خشک ہے

چاہے زمیں میں چاہے وہ دل آسماں رہے
نہ بہار ہر زماں نہ ہمیشہ خزاں رہے
یکساں سماں نہ ایک طرح ہر زماں رہے

دن ہے کبھی تو رات کی گرمی بھی ساتھ ہے
سب رونقیں جہاں کی ہیں مہمان چند روز
آباد ہیں جو آج وہ برباد کل کو ہیں
نہ ہمیشہ تندرست نہ بیمار ہے کوئی
نہ یہ صحبتیں نہ مجلسیں ہیں گرم اندراع
ہمراز دلنواز بھی ناراض ہیں کبھی
شاداں اگر ہے آج تو کل سوگوار ہے
گھر میں کبھی مقیم کبھی ہے سفر بہ پیش
پیری بھی ہے شباب کے مابعد ضعف بھی
بچپن کبھی جوانی کبھی کھیل ہے کبھی
سورج کبھی عروج کبھی ہے زوال میں
اک روز انقلاب کا دورہ ضرور ہے
آتا ہے عنقریب زمانہ وہ کوچ کا

دونوں کا دور دورہ نہاں و عیاں رہے
دائم کوئی مکین نہ کوئی مکاں رہے
اک رنگ پر کبھی نہ کوئی خانداں رہے
خنداں کوئی ہمیشہ نہ نالہ کناں رہے
نہ ہی دوستوں میں دوستی کا اک سماں رہے
ہے کون جو کسی پہ سدا مہرباں رہے
ناشاد ہر گھڑی نہ کوئی شادماں رہے
ٹھیرا نہ ایک جگہ کوئی کارواں رہے
نہ قویٰ رہیں بحال نہ تاب و تواں رہے
آخر نہ باقی جسم رہے اور نہ جاں رہے
قرصِ قمر بھی تیرہ کبھی زر فشاں رہے
آزاد اس سے کوئی نہ پیر و جواں رہے
دنیا میں جب کسی کا نہ نام و نشاں رہے

اک حال پر ازل سے ابد تک سدا ہے نذیرؔ
قائم رہے تو خالقِ ہر دو جہاں رہے

خدا کرے کہ بتوں سے کبھی پیار نہ ہو
یہ وہ ہیں جنکا کبھی کوئی اعتبار نہ ہو
محبتوں میں محبت ہے ایک مولا کی
کسی محبتِ فانی کا دل شکار نہ ہو



ہٹا دو دل سے محبت وفا گدازوں کی
خوشی کے وقت تو ہر اک رفیق ہوتا ہے
فضائے عالمِ دنیا بھی ایک شعبدہ ہے
ہوائے نفس بھی آرام سوز ہے لیکن
کبھی نہ زنگ ملوث ہو آئینہ دل کا
تم اپنے آپ کے آزارِ جان خود نہ بنو
کھلا عمل کا ہے بازار جاوداں کیلئے
یہ چار روز کی فرصت تجھے غنیمت ہے
نکل کے آگے خلائق سے سبقتیں لیجا
بلند پایہ ہے تسبیح کا امام الگ
بتوں کے پیچھے نہ کر اپنی زندگی کو تباہ
بہارِ گلشنِ رضواں کی آب و تاب کو دیکھ
قرارگاہ ہے دار القرار تیرے لئے
حقیقی عزت دارین بس اسی میں ہے

وہ یار کیا ہے جو مشکل میں یارِ غار نہ ہو
وہ کیا رفیق ہے جو غم میں غمگسار نہ ہو
بشر کو چاہیئے اسکا بھی زیر بار نہ ہو
یہ ایسی دشمنِ جاں ہے جو آشکار نہ ہو
یہ ایسا صاف ہو جسپر کوئی غبار نہ ہو
اور اپنے رنج و مصیبت کے خواستگار نہ ہو
یہ نقد سودا نکوئی کا ہے ادھار نہ ہو
نہ بھول اسکو کہ آخر تو سوگوار نہ ہو
جہاں سے تارک رہنے میں تجھکو عار نہ ہو
اگرچہ دانہ تسبیح میں شمار نہ ہو
کہ جنکو اپنے بھلے کا بھی اختیار نہ ہو
یہ باغ وہ ہے کہ جسمیں کوئی بھی خار نہ ہو
نہ بیقرار ہو اس بن جسے قرار نہ ہو
کہ آخرت میں تو رسوا نہ ہو خوار نہ ہو

الٰہی تو ہی بچالے نذیرؔ عاصی کو
یہ تیرا بندہ قیامت میں شرمسار نہ ہو

———— ٭ ————

# غزل

مرے نشیمنِ خلوت کا وہ بیاباں ہو
جہاں نہ دوسرا کوئی بھی جن و انساں ہو

نہ کاروبار نہ فکرِ معاش دلمیں رہے
نہ پاس کوئی بھی دنیا کا ساز و ساماں ہو

تمام دھندوں سے فارغ رہوں تن تنہا
نہ کوئی حاسد و دشمن نہ کوئی جاناں ہو

نہ سیرگاہ کوئی ہو سوائے صحرا کے
خدائے پاک کی وحدت کا ایک بستاں ہو

نہ خواہشات کا جھگڑا نہ دام حرص و ہوا
نہ خیالِ نفس کے آئینہ کا کوئی امکاں ہو

بس ایک یادِ الٰہی کا مشغلہ ہو مجھے
نہ اور کوئی تمنائے دل نہ ارماں ہو

ہر ایک شادی غمی کا ہو خاتمہ بالخیر
فقط محبتِ مولا میں روح شاداں ہو

خوشی کا نقش جو دل پر ہے صاف مٹ جائے
نہ اپنی ہستی پہ اپنا وجود نازاں ہو

وہ اک ہی ذات ہو سب کچھ مرا اسی کا ہو
اسی کے آگے دل و جان و جسم قرباں ہو

بغیر اسکی رضا کے کوئی طلب نہ رہے
اسی کا درد و محبت اسی کا درماں ہو

اسی کے بحرِ تلطف میں تیرتا جاؤں
اور آگے غوطے لگانیکو بحرِ عرفاں ہو

فرشتہ سیرت ہو جاؤں یہ نصیب کہاں
مگر جو رحمتِ رحماں ہو فضلِ یزداں ہو

نگاہِ لطف و کرم چاہیئے مجھے اسکی
وہ مہرباں ہو تو پھر کیوں نہ مشکل آساں ہو

پذیر اسکی توقع ہے روزِ محشر میں
یدِ نیاز مرا ہو نبیؐ کا داماں .. ہو!



در خانہ بر توکل مولا نشستہ ام
بیمار از برائے سفر پا شکستہ ام

دل بستہ ام بیادِ خدا گرچہ خستہ ام
چہ خجستہ ام کہ غیرِ تعلق گسستہ ام

از صد ہزار صحت این علتم خوش است
در حالتے کہ پیشِ خدا دست بستہ ام

بسجود سر نہادہ جبین است خاک بوس
صد شکر از تفاخر امارہ رستہ ام

صیاد و نفس دام ہوس پیش من نہاد
بے ساختہ ز دامش چوں باد جستہ ام

غیر از خدا بہیچ کسے آرزو نماند
دلبر بہ دل رسید و دگر جستجو نماند

من سوختہ درونم آتش فشاں زبانم
چو شمع آہ سوزاں چوں چشم ضیا فشانم

پروانہ وار ہر دم بر زیر پاتم در آئینہ
نہ خبر کہ چیست بوئے نہ گلم نہ گلستانم

---

ارادتمند ہوں میں تو عقیدتمند یاروں کا
محبوں مہربانوں مشفقوں اپنے پیاروں کا

اگر اک بار بھی مہر و محبت سے کوئی دیکھے
تو میں صد بار ہوں قربان ایسے دوستداروں کا

مزہ آتا ہے جب طرفین میں الفت مساوی ہو
نشہ کیا چیز ہے پھر متواروں بادہ خواروں کا

نہیں پرواہ جسے میری مجھے پرواہ ہے کیا اسکی
فقیروں پر بھلا کیا دبدبہ ہے مالداروں کا

محبت ہی نہیں جسکو بہارستانِ دنیا سے
انہیں کیا فائدہ حاصل گلوں کا گلعذاروں کا

سکونت ہو تو بالاتر ہو مسکن ارفانی سے
نہیں تو فرق کیا صاحب قرار و بے قراروں کا

صفائی گر نہ ہو دلمیں تو پھر بن بیٹھنا کیسا
مجاور مسجدوں کا خانقاہوں کا مزاروں کا

کوئی گرہ جنیں ہوتا ہے نہیں محتاج شہرت کے
نہ حیلہ کرنا پڑتا ہے انہیں کچھ اشتہاروں کا

مئے توحید سے لبریز گر پیمانہ ہو دل کا
تو پھر محتاج کیا ہونا وہاں جعلی خماروں کا

جنہیں کچھ ہوگئی حاصل ہے لذت انکساری سے
نگاہوں میں نہیں سکتے وہ منصب تاجداروں کا

پذیر بے نوا کو اسکی تنہائی میں رہنے دو
کہ دنیا سے الگ رہنا ہے شیوہ خاکساروں کا

# معذرت

رنگینیٔ کلام سخن میں اگر نہیں
معذور ہوں کہ شاعر میں نامور نہیں

غالب نہیں نہ ذوق نہ آتش نہ درد ہوں
دردی تو ہوں و لیکن دردِ جگر نہیں

ناآشنا ہے عاجز اردو زبان سے
اہلِ زبان نہیں ہوں کہ دھلی میں گھر نہیں

قائل ہوں اپنی ہیچمدانی کا ہر طرح
میں بے ہنر ہوں صاحبِ علم و ہنر نہیں

کمزور ہوں کلام کا طرزِ بیاں کا بھی
فطرت میں جوشِ طبع نہیں کر و فر نہیں

لیلائے شاعری کا مجھے اک جنون ہے
مجنوں ہوں بس اسی کا اگرچہ خبر نہیں

کہتا ہوں الٹا سیدھا جو آیا خیال میں
گو اسمیں کوئی لطف نہیں کچھ اثر نہیں

لیکن خدا کی بخشش اک بات ہی الگ
چلتا جہاں پہ زور نہیں مال و زر نہیں

کرتا ہے جسکو چاہے وہ دنیا میں سربلند
کوشش کوئی کسی کی یہاں کارگر نہیں

عزت بھی اسکے ہاتھ ہے ذلت بھی اسکے ہاتھ
اقبال اور زوال میں دخلِ بشر نہیں



ہاں چاہیئے بشر کو کہ بے شر رہے ضرور
وہ کیا بشر ہے جسکو خبر خیر و شر نہیں

میں بھی اسی بلا میں گرفتار ہوں رہا
سمجھا ہے اب گناہ کا اچھا ثمر نہیں

کرتا رہا ہوں نفس پرستی میں عمر تلف
افسوس ہے کہ ہاتھ میں زادِ سفر نہیں

اک رحم کی ہے آس لگائی ہے رحیم و کریم پر
اس کے بغیر اور کوئی چارہ گر نہیں

کر دے اگر پذیر کا وہ خاتمہ بخیر
عقبےٰ کا پھر تو کوئی بھی خوف و خطر نہیں

اَلَستُ بِرَبِّکُم پہ ہے بَلیٰ عہد و قرار اپنا
کہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے ہر طرح پروردگار اپنا

اگر وہ آجتک کرتا رہا ہے پرورش سبکی
تو آئندہ بھی ہے وہ کارساز و کردگار اپنا

اسی پر سب توکل ہے اسی پر سب توقع ہے
اسی پر سب بھروسہ ہے اسی پر اعتبار اپنا

تمامی مشکلوں سے پار کر دے گا وہی مجھکو
اسی پر ہے سدا ہر بات کا دار و مدار اپنا

بغیر اس کے نہیں کوئی جو آڑے وقت کام آئے
نہیں کوئی اور حامی کار مددگار و یار اپنا

اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تنظیم عالم کی
سوا اس کے کسی کو بھی نہیں کچھ اختیار اپنا

پذیرِ پر خطا کے جرم بخشے تو وہی بخشے
نہ بخشے تو اسی کا ہے یہ بندہ نابکار اپنا

# پکار

یا الٰہی کیا کرے نادار جو بیمار ہے
تیری رحمت کے سوا جینا اسے دشوار ہے

تنگدستی میں نہ ہو گر تندرستی بھی پذیر
ایسے جینے سے نہ جینا لاجرم درکار ہے

## مرثیہ مع تاریخ انتقال پُر ملال مولوی حافظ خدا بخش صاحب مرحوم

فرخپوری۔ ثم الکھاڑکی ضلع گوجرانوالہ

آں خدا بخشے کہ نیک انسان بود — مہربان ما و ہم جانان بود

مولوی و حافظ و شاعر کمال — متقی و صاحب عرفان بود

دائما دلدادۂ صوم و صلوٰۃ — زاہد و عابد تہجد خوان بود

صابر اندر رنج و شاکر در نعم — حامداً للہ بہر آوان بود

خوش بیان و خوش کلام و خوش قلم — خوش لقا ہمچوں گل خندان بود

با ہمہ کس خندہ رو و نیک خو — حسن خلقش مشہر دوران بود

دوستاں را دوستدار با وفاء — صلح کن با دشمنان ہر آن بود

بس شریف الطبع بہ ظرافت لطیف — ہر کہ او را دید او قربان بود

من چہ گویم وصف آں نیکو مزاج — واقعی یک بندۂ رحمان بود

صبح یوم الجمعہ از دار الفناء — کرد رحلت مرد با ایمان بود

از وفات او ہمہ گرد و نواح — مرد و زن نالاں و ہم گریان بود

از برائے او دعائے مغفرت — میکنیم با فضل حق خواہان بود

پیک غفراں۔ آمدہ سال وصال — زانکہ طالب نعمت غفران بود

باز گویم۔ حزن حافظ فرخی — رونق کھاڑک بہ او مہمان بود

سال ہجری عیسوی و بکرمی — شاعر [illegible] حافظے قرآن بود

بعد ازیں بر سال بر روحش اے خدا

خاتمہ خیر از پذیر بے نواء

**ایضاً**

شنیدم کہ حافظ بود۔ برو ناگہاں واقعہ موت شد

پذیر از سر جمعہ سال وصال۔ بگفتا۔ بدریغ شکم فوت شد



## مرثیہ معہ تاریخ انتقال عزیز صدیق شاہ مرحوم خلف الرشید

## پیر شاہ زمان صاحب قریشی پل پدھراڑوی ساکن جھوک ملیا ضلع جھنگ

پسر جوان شاہ زمان شد روان زیں جہان — بہ کارواں بے نشان الاماں الاماں

چہ خوش لقاء و خوش کلام خوش زبان و خوش بیان — بہ دوستاں و لبناں الاماں الاماں

بہ خاندان شادمان بہ ہر کسان جان جان — ز دیدگاں شد نہاں الاماں الاماں

بہ صبر و شکر ہمقران چو مہربان و ہمعنان — نہ مکر و کبر جاوداں الاماں الاماں

شریف طبع نیک خو ظریف صاحب آبرو — لطیف گو ضعیف جان الاماں الاماں

ز صدق دل صدیق او بہ خلق خوش خلیق او — شفیق ہم رفیق داں الاماں الاماں

بہ نیک نیتی صفا بہ عہد خویش باوفا — بہ والدین قدر داں الاماں الاماں

چہ گویم از خصال او جمال با کمال او — طویل ہست داستاں الاماں الاماں

چو آں عزیز فوت شد برو عظیم موت شد — بگفت پدر نعم کناں الاماں الاماں

شکست کمر شاہ زمان ز مرگ پسر نوجوان — بہ گریہ آمد آسماں الاماں الاماں

الٰہی بر درست منم دعائے مغفرت کنم — توئی غفور و مہرباں الاماں الاماں

پذیر از وصال او رقم منو سال او

نشیم سر ز جنتان الاماں الاماں!

**ایضاً**

شنبہ صبح آٹھ بجے یکم صفر کو ✤ صدیق شاہ سفر عدم کو چلا گیا

مہ جنوری تھا سال چلو با قضا رضا ✤ ہجری خدائے پاک کی رحمت وہ پا گیا

(دلپذیر بھیروی)

(طالب دعا بشیر احمد کاتب)